



پیکره

مؤلفہ

مولانا ابوالبشیر محمد صالح مغلانی

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لِفَاطِمَةَ أَيُّ شَيْءٍ خَيْرٌ لِلنِّسَاءِ

قَالَتْ لَا يَرِيهِنَّ الرِّجَالُ

(رواه البزار)

پیرکلا

اس کتاب میں پردے کی حقیقت پر شرح و بسط کیا تھا روشنی ڈالی گئی ہے



مؤلفہ

حضرت مولانا ابوبشر محمد صالح نقشبندی حشمتی قادری رحمۃ اللہ علیہ



مکتبہ مہر یہ ضویہ جامع مسجد نور ڈسکہ ضلع سیالکوٹ

قیمت: 70 روپے

Marfat.com



پیش کشی

ایک بندہ بے نوا ان چند اوراق پریشان کو جو درحقیقت اس کے دلِ غمدیدہ کے چند ٹکڑے ہیں جس کو اُمت کی حالتِ زار نے پاش پاش کر رکھا ہے یا اسکے دیدہ اشکبار کے چند آنسو ہیں جس کو قومی اوبار و تنزلِ خون رُلا رہا ہے بطور لبضاعتِ مزجاة اس تاجدارِ کونین کی درگاہِ عالی میں پیش کرتا ہے۔ جہاںِ خلاص و عقیدت کی نذر زیادہ وقعت رکھتی ہے جس کی سرکار میں محبت کے ساتھ پیش کی ہوئی مُٹھی بھر جو ریں دیناروں کے انبار پر فوقیت پاتی ہیں
 عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى كُلِّ ذِي نَسَبٍ مِّمَّا نَدَى الْفِ مَرَّةً +
 ابوالشیر محمد صالح بن مولوی مست علی مرحوم

مختصر فہرست مضامین کتاب پردہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۵	باب اول		پہلا حصہ عقلی بحث
۵۵	ملکہ شریا کے ایک بیان کا جواب	۲۶	پردہ کی فطرۃ ضرورت
۶۲	باب دوم	۲۷	کیا پردہ ترقی کا مانع ہے۔
۶۲	پرسے پر آبرو بیگم صاحبہ کی	۲۸	بے پردہ اقوام کی حالت کا نوٹ
۶۲	ایک بصیرت افزوز تقریر	۳۱	بے پردگی کے بے انتہا پرخطر نتائج میں سے چند تانا نظائر
۶۷	اجنبی مردوں سے میل جول		
۷۰	مستورات کا مسجدوں میں آنا	۳۲	یورپ میں بے پردگی کے نتائج کے چند نمونے
۷۰	جوان عورتوں کا بیرونی لباس		
۷۳	سن رسیدہ عورتوں کا لباس	۳۳	کیا پردہ مضر صحت ہے
۷۸	پرسے میں آزادی	۳۵	کیا پردہ سے تپ دق اور سل ہو جاتی ہے
۸۰	باب سوم	۳۵	کیا پردہ کاروبار میں نخل ہو سکتا ہے
۸۰	منہ لہذا اور پاؤں وغیرہ	۳۷	کیا پردہ تعلیم کا مانع ہے
۸۰	کے پوشیدہ رکھنے کے دنائلی	۳۸	انگریزی تعلیم کا زہریلا اثر
۸۴	قرآن مجید سے عورتوں کو اجانب	۳۹	کیا جہالت کا علاج دینی تعلیم ہے۔ یا کالجوں کی تعلیم
۹۲	اور نامحرم سے پردہ کرنے کا حکم		
۹۲	اعترافات مع جوابات	۴۶	اہلالت المؤمنین اور صحابیات کا پردہ
۹۶	باب چہارم	۴۷	نام نہاد تہذیب اور معکوس ترقی
۹۶	پردہ اور اس کے اقسام	۵۲	پرسے کی برکات
۹۷	اوسط اور اعلیٰ درجہ کے پردہ کا ثبوت	۵۵	دوسرا حصہ شرعی بحث
۹۸	پرسے پر پردہ کے وجوب کے موافق		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۸	مشتقبہ غیر محرم سے پردہ کا ضروری ہونا	۱۰۶	باب پنجم
۱۲۹	دیور اور جلیبہ وغیرہ سے پردہ کرنا حکم	۱۰۶	پردے کے متفرق احکام
۱۳۰	اندھ سے پردہ کرنے کا حکم	۱۱۰	اسلام میں پردے کی ابتدا
۱۳۱	غیر محرم برات اور دولہا دیکھنے کی ممانعت	۱۱۲	بغیر اجازت خاوند کے کسی کو گھر میں آنے کی ممانعت
۱۳۲	نامحرم مردہ سے پردہ کرنے کا حکم	۱۱۳	ایکلی عورت کے گھر میں جائیگی ممانعت
۱۳۲	غیر محرم کو سلام کرنے کی ممانعت	۱۱۴	غیر محرم مرد و عورت کا تخلیبہ میں بیٹھنا ممنوع ہونا
۱۳۳	بلا اجازت گھر میں داخل ہونے کی ممانعت	۱۱۵	آنحضرت سے غیر محرم عورتوں کا پردہ کرنا
۱۳۵	کسی کے گھر میں جھانکنے والے کی سزا	۱۱۵	پردے کے سبب مطلقہ عورتوں کو گھر سے باہر جانے کی ممانعت
۱۳۷	غیر محرم مردوں کو جھانکنے والی عورتوں کو مارنے کا حکم	۱۱۷	عورت کا سر سے پاؤں تک پردہ کرنا
۱۳۸	بے پردہ عورتوں کو سزائے عقوبتی	۱۱۸	بڑھیا عورتوں کو پردہ کرنا حکم
۱۳۹	باریک پٹا پہننے کی ممانعت	۱۱۹	غیر محرم عورتوں کے دیکھنے کی ممانعت
۱۴۰	حالاتِ حاضرہ	۱۲۰	عورتوں کو خوشبو مل کر باہر جائیگی ممانعت
۱۴۱	مرد کو مرد کے سامنے اور عورتوں کو عورت کے سامنے تنگا ہونے کی ممانعت	۱۲۱	غیر محرم کی طرف پہلی اور دوسری دفعہ نظر ڈالنے کا حکم
۱۴۲	میاں بوی کو ایک دوسرے کا ستر دیکھنے کی ممانعت	۱۲۳	عورتوں کو غیر محرم مردوں کے دیکھنے کی ممانعت
۱۴۲	مردے کے ستر کی طرف دیکھنے کی ممانعت	۱۲۴	نامرد خستی، محبوب اور محنت سے پردے کرنے کا حکم
۱۴۳	خلوت میں بھی تنگا ہونا ممنوع ہے	۱۲۷	غیر محرم عورتوں سے آنکے خاوندوں کی اجازت کے بغیر بات چیت کرنا کی ممانعت
۱۴۵	عورتوں کو حمام میں نہ جائیگا حکم		
۱۴۶	عورت کن کن جگہوں میں اجازت لے کر گھر سے باہر جاسکتی ہے		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۱	باب چھٹا	۱۴۷	عورتوں کو قبرستان میں جانے کی ممانعت
۱۵۱	عورتوں کے سر کے بال کٹوانے کا فتویٰ	۱۴۹	عورتوں کو جنازے کے ہمراہ جانے کی ممانعت
۱۵۴	ازواج مطہرات کا سر کے بالوں کو نہ کٹوانا	۱۵۰	عورتوں کو زیب و زینت کا لباس پہن کر مسجدوں میں آنے کی ممانعت
۱۵۸	صحابیات کا سر کے بالوں کو نہ کٹوانا	۱۵۰	پیرسے کے متعلق فقہائے کرام کے فتاویٰ کا خلاصہ
۱۵۹	التماس مولف		

اعتذار

اس کتاب کی تصحیح میں کافی حد تک کوشش کی گئی ہے لیکن تجربہ شاہد ہے کہ غلطیاں رہی جاتی ہیں۔ لہذا اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اگر کہیں غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں تصحیح ہو سکے۔ ادارہ آپ کا بہت مشکور ہوگا۔

محمد اکرم مجددی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض ناشر

الحمد للہ! اللہ رب العزت کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے جس نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں راہ ہدایت دکھائی اور پھر اس راہ حق کی اشاعت میں قدم اٹھانے کی توفیق بخشی۔

آپ کے زیر ملاحظہ کتاب ادارہ ہذا کی تیسری پیش کش ہے۔ پہلی مرتبہ اس قابل صد افتخار تحقیقی اور تخلیقی کاوش کو مصنف مرحوم و مغفور نے ۱۹۳۰ء میں اپنی زیر نگرانی مستعدہ ہندوستان میں چھپوایا تھا۔ یہ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ اس کے بعد آج تک نہ یہ کتاب دوبارہ اشاعت ہوئی اور نہ ہی قوم اس قدر اہم کتاب سے استفادہ کر سکی۔ اب زمانے کی بے راہ روی اور اسلامی قدر و قیمت کی پامالی کو دکھ کے ساتھ محسوس کرتے ہوئے اور اس کتاب کی اشاعت کو اشد ضروری اور وقت کا اہم تقاضا تصور کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کتاب کو مخلصانہ طور پر شائع کرنے وقت بارگاہ ایزدی میں عاجزانہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمان بہن بھائیوں کو اس کے مطالعہ سے صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور کتاب ہذا کے مصنف ناشرین اور معاونین کی سچی جمیلہ کوشش قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ہر قدم پر ہماری رہنمائی کرتا ہے اسلام صرف چند عبادات عقائد اور دعاؤں کا نام نہیں بلکہ یہ زندگی کا ایک مکمل سانچہ ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ جس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال کر ہی ہم فلاح و نجات کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ اسلام ایک مسلمان کی زندگی کو ہر پہلو سے محیط ہے۔ جب تک مسلمان ان حدود و قیود کو خلوص دل سے قبول کرتا ہے اس وقت تک وہ مسلمان ہے اور جب کوئی شخص ان شرعی حدود و قیود کو توڑے، اسلام کے عمل دخل کو اپنی زندگی کے چند پہلوؤں تک محدود کرنے اور اسلام کو اپنے تابع کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اس کے من مانے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو کر اپنی تباہی و ہلاکت کو جو

دیتا ہے۔

کتاب پر وہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس میں پردہ کی اسلامی زاویہ نگاہ سے حقیقت اور اہمیت واضح کی گئی ہے۔ مسلمان عورت کیلئے پردہ کے احکام، عزت و عصمت کی حفاظت کے جامع اور بنیادی اصول، مرد اور عورت کے میل جول اور نظر و نگاہ کی حد و قرآن و سنت کی روشنی اور اسلامی علوم کے ماہرین کے ارشادات کے حوالے سے واضح کیا گیا ہے

کتاب کی اس اشاعت سے متعلق چند ضروری گذارشات پیش خدمت ہیں۔ چونکہ کتاب کی اشاعت اول قیام پاکستان سے پہلے ہوئی تھی لہذا جہاں کہیں ہندوستان کا نام آیا ہے۔ ان مقالات میں سے جہاں ضروری خیال کیا گیا ہے۔ قوسین کے اندر پاک و ہند کا اضافہ کر دیا گیا ہے تاکہ موجودہ قاری کسی الجھن کا شکار نہ ہو۔

• جس مقام پر کسی تشبیح یا وضاحت کی ضرورت خیال کی گئی ہے تشبیح یا وضاحت حاشیہ میں درج کر دی گئی ہے۔

• جہاں کہیں عربی عبارت بغیر ترجمہ تھی وہاں اس کے ساتھ ترجمے کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

• یہ انسانی فطرت ہے کہ کسی چیز کو دیکھ کر انسان اس کے خالق کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی جستجو کرتا ہے۔ قاری کی اس طبعی خواہش کا احترام کرتے ہوئے مصنف مرحوم کی شخصیت کا مکمل اور شایان شان تعارف شامل کتاب کرنے کا فیصلہ کیا گیا لیکن یہ مقام حیرت ہے کہ کسی مشہور تذکرہ نگار کی تصنیف سے بھی مصنف کے جامع اور مستند حالات میسر نہ آسکے۔ اس الجھن کو سلجھانے کے سلسلہ میں ہمارے مخلص دوست اور کرم فرما جناب پروفیسر آفتاب احمد نقوی صاحب ہمارے غلطیاً شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے مولانا مرحوم کی تصانیف جو مہیا ہو سکیں ان کی ورق گردانی کر کے اتہا عرق ریزی کے ساتھ جو کچھ ہو سکا ابتدائیہ کے عنوان کے تحت پیش کر دیا ہے۔

آخر میں مولانا مرحوم کے دوستوں، عقیدتمندوں اور تعلق داروں سے التماس ہے کہ مولانا مرحوم کے متعلق مستند حالات و واقعات سے ادارہ ہذا کو مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں تاکہ آئندہ اشاعت میں مصنف علیہ الرحمۃ کی سوانح و تعارف ان کی شایان شان شامل کتاب کیا جاسکے۔ (ادارہ)

ابتدائیہ

(پروفیسر آفتاب احمد نقوی)

خالق کائنات نے انسان کی تخلیق کے لئے لَعَدَّ خَلْقَنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ فرمایا تو یقیناً اس کا کچھ مقصد و مدعا تھا وگرنہ اس نے کائنات کی ہر چیز کی تخلیق کیا۔ لیکن أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ نہیں کہا۔ أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ کی شرح و تفسیر کرتے ہوئے جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ یہی ہے کہ انسان کو فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ سے اس لئے یاد کیا گیا کہ اُسے خلیفۃ الارض یعنی نائبِ خدا کی حیثیت میں احکامِ خداوندی کو دنیا میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر نافذ کر کے اپنی عبودیت کا ثبوت ہم پہنچانا تھا۔ چنانچہ اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اور ایک ایسے انسان کی تشکیل کے لئے جو ان جملہ ذمہ داریوں سے پوری طرح عہدہ برآ ہو سکے۔ خالق کائنات نے انبیائے کرام کا ایک طویل سلسلہ دنیا میں مبعوث فرمایا جس نے انسان کو اس کے اعلیٰ و ارفع منصب سے روشناس کرایا اور اسے ایک ایسا ضابطہ حیات دیا جسے دین برحق کا نام دیا گیا۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے اور یہی وہ مکمل دین ہے جس کی تکمیل کے مختلف مراحل حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر آقائے نامدار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم پر مکمل ہوتے ہیں اور الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِينًا رَاجِحًا میں نے مکمل کر دیا ہے تمہارے لئے تمہارا دین اور پوری کر دی ہے تم پر اپنی نعمت اور میں نے پسند کر لیا ہے تمہارے لئے اسلام کو) کا ارشاد خداوندی سامنے آتا ہے۔

چنانچہ یہی وہ مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبے خواہ اس کا تعلق

marfat.com

Marfat.com

اخلاق سے ہو یا عبادات سے، معاشرت سے ہو یا معیشت سے، سیاست سے ہو یا عمرانیات سے، تہذیب سے ہو یا تمدن سے، الغرض ہر شعبہ کے متعلق مکمل راہنمائی عطا کرتا ہے۔ اسی ضابطہ و دستور کے مطابق بنائے نسل انسانی کے اہم مسئلے کو بھی خداوند قدوس نے کچھ اس طرح حل کیا کہ آج تک انسانی عقل اس منفرد طریق کار پر بحث اور غور و خوض کرنے کے باوجود اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ اس انوکھے اور نرالے طریق کار کے علاوہ اور کوئی بھی عالمی نظام اس قدر مستحکم اور دیر پا ثابت نہیں ہو سکتا تھا۔

خدا نے لم یزل نے نسل انسانی کی تخلیق کے لئے مرد اور عورت کو پیدا کیا اور سرور کونین لادنی برحق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے التکاح من سنن نبیہ (کناح کرنا میری سنت ہے، کافرمان جاری کر کے ان تمام مضر اثرات کا قلع قمع کر دیا جو عورت اور مرد کے جوڑے سے ناجائز طور پر سامنے آسکتے تھے۔

پنانچہ اسلام جو کہ دین فطرت ہے نے معاشرے کو ہر غلط اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے پردہ ضروری قرار دیا جس پر عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لیکر بعد تک سختی سے عمل ہوتا رہا۔ لیکن مختلف لادینی نظریات اور مغربی ثقافتی یلغار کے زیر اثر جب پردہ کو غیر ضروری قرار دیا جانے لگا اور اس کے لئے طرح طرح کے بہانے ڈھونڈے جانے لگے تو علمائے حق نے ہمیشہ کی طرح اس کا بھرپور انداز میں رد کیا جس کی ایک مثال حضرت مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب ہے۔ جس میں انہوں نے عقلی اور شرعی دلائل کی روشنی میں قرآن و حدیث اور فقہ سے پردہ کی شرعی حیثیت کو واضح کیا ہے۔ یہ کتاب سنہ ۱۹۳۰ء میں شائع ہو کر درد مندان ملت اسلامیہ ہند کی جانب سے بے پناہ خواج عقیدت وصول کر چکی ہے اور اب ایک عرصے سے نایاب نغی کو دوبارہ شائع کرنے کا اعزاز صحیح خطوط پر اسلام کی خدمت کرنے والے اشاعتی اداروں مکتبہ مہر یہ رضویہ اور اسلامی کتب خانہ کو حاصل ہو رہا ہے۔ کتاب کیا ہے؟ تحقیق کاٹھاپس مارٹا ہوا سند ہے جس میں مصنف نے نہایت ہی خوبصورت اسلوب میں ایک درد مند

ملت کی حیثیت سے قوم کو جس راہ پر چلنا چاہیے سے واضح کیا ہے کہ صراطِ مستقیم نہیں ہے۔

مولانا محمد صالح حنفی نقشبندی مجددی ایک کثیر التصانیف مصنف تھے جس طرح ان کی یہ کتاب ایک عرصے سے نایاب تھی اسی طرح ان کی دوسری کتاب بھی نایاب ہو چکی ہے اور مکتبہ نہریہ رضویہ اور اسلامی کتب خانہ جیسے اداروں کو دیکھ رہی ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا دکھ کی بات ہو سکتی ہے کہ اس عظیم اسلامی مفکر کے حالات زندگی ٹیک کسی تذکرے میں محفوظ نہیں ہو سکے۔ مجھے مولانا کی تصانیف، محترمی حافظ محمد اشرف مجددی صاحب اور مولانا کے پوتے محترمی محمد بلال صاحب سے جو حالات معلوم ہو سکے کو پیش کر رہا ہوں اگر کسی صاحب کو اور حالات معلوم ہوں تو مطلع فرمائیں تاکہ میں انہیں اپنی ذمہ داری سے ترتیب کتاب تجلیات سیالکوٹ میں پورے طور پر شامل کر سکوں۔

حضرت مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ جن کی کنیت ابوالبشر

ابتدائی حالات

تھی اپنے عہد کے ممتاز عالم دین اور صاحبِ کردار صوفی حضرت مولانا مولوی مست علی حنفی نقشبندی مجددی قادری حشی کے گھر قریباً ۷۰-۱۸۶۹ء میں موضع تیرنوالی ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے آپ ابھی تین سال کے تھے کہ سایہ پوری سے محروم ہو گئے۔ اس طرح آپ کی تعلیم و تربیت کی تمام تر ذمہ داریاں آپ کی والدہ ماجدہ کے کندھوں پر آن پڑیں۔ لیکن اس نیک سیرت اور بلند ہمت ہستی نے اس بارگاہ کو نہایت ہی خندہ پیشانی سے قبول فرمایا اپنے ہر نہاد فرزند کی کچھ اس منفرد انداز میں تربیت فرمائی کہ جتنے پرورش و تربیت ادا کر دیا۔ اور یہ والدہ محترمہ کی اسی تربیت کا اعجاز تھا کہ آپ نے اپنی تمام عمر دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے وقف کر دی۔

لے حضرت مولانا مولوی مست علی رحمۃ اللہ علیہ مذہباً حنفی اور مسلکاً نقشبندی مجددی قادری حشی سیالکوٹ کے مرد عالم دین اور صاحبِ نظر بزرگ تھے جن سے علاوہ بھر کے ہزاروں فرزندانِ توحید نے دینی تعلیم اور روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ حضرت خواجہ تیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے کرام میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ یہ آپ کے اخلاق عالیہ ہی کا کمال ہے کہ آپ کے ذریعے سے بہت سے لوگ راہِ راست پر چلے گئے۔

مولانا کی عمر ابھی پانچ سال ہی تھی کہ آپ نے اپنے تایا جان مولوی امیر علی صاحب سے قرآن پانچ ماہ پڑھ لیا۔ ذیوی تعلیم کے حصول کیلئے آپ کو مقامی پرائمری سکول میں داخل کرا دیا گیا۔ جہاں انہوں نے پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔

بیعت مسنونہ مولانا محمد صالح ابھی دس برس کے تھے کہ اپنے تایا جان حضرت مولانا مولوی امیر علی کے ہمراہ موضع جوڑہ ضلع گوجرانوالہ میں تشریف لے گئے وہاں قطب زماں عورت وقت حضرت خواجہ فقیر محمد چورامی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ خواجہ صاحب کی خدمت میں بیعت مسنونہ کی درخواست کی گئی جسے آپ نے بعد غلص و محبت قبول فرمایا اور آپ کی روحانی تربیت کے لئے اپنے خلیفہ اکبر حضرت مولانا غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ بن خواجہ محمد خان عالم رحمۃ اللہ علیہ ساکن باؤلی شریف ضلع گجرات کا انتخاب کیا۔ جو سن اتفاق سے بیعت کے وقت وہاں موجود تھے۔ حضرت مولانا غلام محی الدین نے اپنے مرشد کامل کے حکم اور ہدایات کی روشنی میں مولانا کو روحانی تعلیم سے فیضیاب فرمایا اور یہ انہی کی تربیت کا اثر تھا کہ مولانا نے گو بعد میں انگریزی تعلیم بھی حاصل کی لیکن زمانے کے رواج کے مطابق اس کا کوئی بھی برا اثر قبول نہ کیا۔ بلکہ مولانا کے ہاں بتدریج حقیقت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بڑھتا ہی گیا جس کا سب سے بڑا ثبوت مولانا کی زندہ جاوید

حضرت بابا فقیر محمد چورامی قبلہ عالم خواجہ نور محمد چورامی کے فرزند ارجمند تھے آپ پورہ شریف ضلع کیمبل پور میں پیدا ہوئے۔ مردوبہ تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ باپ کی رحلت کے بعد منہ خلافت پر متمکن ہوئے اور اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک سلسلہ نقشبندیہ قادریہ کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہے۔ پنجاب کے طول و عرض میں اپنے عقیدتمندوں کا جلال بچھا ہوا ہے آپ کے مقلد و ارادت میں امیر ملت محمد علی پوری و حضرت ثانی لائمانی علی پوری رہا۔ بابا محمد خان عالم باؤلی شریف اور حافظ عبد الکریم عید گاہ راولپنڈی رحمہم اللہ جیسے اولیاء و صوفیاء شامل تھے۔ آپ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ مشہور نعتیہ قصیدہ قصیدہ بردہ شریف کے اشعار آپ کی زبان مبارک سے اکثر سنئے گئے۔ دنیاوی جاہ و جلال سے سخت نفرت تھی ۲۹ محرم الحرام ۱۳۱۵ کو اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔ جسے آپ کے فرزند پانچ لاکھ نفیضات جمع کر کے زیارت سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

تصانیف ہیں جو آج بھی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

قیام لاہور مولانا محمد صالح مرحوم ۱۸۹۶ء سے لاہور میں تشریف لے گئے ایک روایت کے مطابق میرٹھ تک تعلیم بھی پائی اور یہیں محکمہ ریل میں ملازمت اختیار کر لی۔ اس طرح فکر معاش سے فراغت ملی تو دینی تعلیم کی تکمیل کے لئے مختلف علمائے کرام سے عربی و فارسی کی کتب متداولہ کا مطالعہ کیا جس سے اسلامی علوم، فقہ، تفسیر اور حدیث وغیرہ سے شناسائی حاصل ہو گئی۔ لاہور میں قیام کے دوران مولانا نے بعض مسائل کی تشریح و توضیح کے سلسلے میں ہندوستان کے مختلف علاقوں سے متعلق علمائے کرام اور مشائخ عظام سے ملاقاتیں فرمائیں اور جب علم دین کے سلسلے میں مکمل اطمینانِ قلب نصیب ہوا تو قلم اور کاغذ کے رشتے سے اپنا تعلق مستقل طور پر جوڑ لیا اور اپنی فکر کے آخری لمحات تک تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔

شخصیت مولانا محمد صالح ایک دلآویز شخصیت کے مالک تھے جن لوگوں سے ان کا تعارف رہا وہ بیان کرتے ہیں کہ مولانا کے چہرے سے ہی یہ بات واضح طور پر عیاں ہوتی تھی کہ وہ ایک عظیم انسان ہیں۔ مولانا کے اپنے معاصرین جن میں حضرت مولانا سید ابوالبرکات، پیر غلام دستگیر نامی، مولانا محمد زبیر عرشی اور بہت سے نامور علمائے کرام شامل ہیں سے خصوصی تعلقات تھے۔

مولانا کے نورانی چہرے اور لباس کے متعلق حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امٹری بیان فرماتے ہیں کہ مولانا کے چہرے کا رنگ گندمی تھا اور ریش مبارک سفید تھی۔ اکثر سفید لباس اور سفید گپٹھی استعمال کیا کرتے۔ مولانا کے چہرے سے ایک نورانی قسم کی متانت اور سنجیدگی صراحتاً تھی۔

گو مولانا محمد صالح مذہباً حنفی اور مسلکاً نقشبندی مجددی قادری چشتی بزرگ تھے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے والہانہ محبت رکھتے تھے لیکن وہ اپنے عہد کے دوسرے علمائے کرام کے علمی مقام اور زور سے خیرات کے بھی معترف تھے اور

یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی تصانیف میں اپنا نقطہ نظر بیان کرنے کے لئے مخالف
علمائے کرام کی رائے پیش کرنے سے بھی اجتناب نہیں فرمایا۔ یہ مولانا کی وسیع الشرحی کی
ایک عمدہ دلیل ہے۔

مولانا کس عظیم شخصیت کے مالک تھے اور وہ علم دین کے کس قدر دلدادہ تھے۔ اس کا
دستخط ہمیں اس حقیقت سے بطریق احسن ملتا ہے کہ انہوں نے لاہور میں ملازمت کرتے ہوئے
دین کی تعلیم مکمل کی اور اپنی آمدنی کو مکمل طور پر دین کی خدمت کیلئے وقف کر دیا۔ ان کی
تصانیف کا مطالعہ کرتے ہوئے اس بات کا بھی واضح احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک
ذکر کثیر دینی کتب کے حصول کے لئے خرچ کیا اور اپنے لئے ایک بہت بڑا دارالمطالعہ قائم کیا۔
مولانا کی شخصیت میں ایک چیز بہر حال نمایاں ہے کہ انہیں اپنے والد ماجد سے بے پناہ
محبت تھی۔ اس حقیقت کا اظہار نماز حنفی مدتل کے دیباچہ میں لکھے گئے مرثیہ سے بخوبی ہوتا ہے
جس سے چند اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

کیا لکھیں ان کے ہم محاسن کو	کیا لکھیں چھوٹا منہ بڑی ہے بات
تھے وہ شیریں کلام و خندہ دہن	بات تھی ان کی مثل قند و نبات
ہر کسی سے بنسنہ پشانی	مُسکرا کر وہ کرتے تھے ہر بات
کاشفِ مستحرف و اُمول	واقفِ کلیات و جزئیات
تھے وہ علامہ جمیع علوم	تھے وہ فہم جامع نکات
اونچ چرخِ مسانی و الفاظ	موج بحر لغات و مصطلحات
نکتہ داں ضمائر و اعلام!	دہن فہم معارف و نکرات
صدر ایوانِ منصبِ تدریس!	شانِ ڈیٹھان ملک معقولات
بدرخشانِ اسمانِ علوم	مہر تاباں اوج منقولات
تھے کمالِ جمال کے مصباح	تھے جمالِ کمال کے مشکات

والد ماجد کی طرح مولانا کو اپنے پیروں و مرشد حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی سے

بھی بے پناہ عقیدت تھی چنانچہ اسی خلوص و عقیدت کا صلہ تھا کہ مولانا علم دین میں وہ تمام
پانگے جو بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے، نماز حنفی مدلل میں مُرشد پاک کی تریف میں بیان
کرتے ہیں۔

حضرت فقیر محمد اولیاء	پیر و مُرشد ہیں مرے اور رہنما!
ہیں وہ بے شک منظر انوار حق	سر سے پانک مصدر انوار حق
چاہیے تجھ کو اگر وصلِ خدا	سایہ فقیر محمد میں تو آ
عکس سے اُس نور کے تارے پیر	روئے جاناں پر پڑے تری نظر
الغرض جو راہ حق مطلوب ہے	جا قدم لے دوڑ مرے پیر کے
گرچہ یہاں سے کر گئے ہیں اتعال!	فیض باطن ہے اُن کا بحال!
بلکہ سوچند اس سے نور و ضیاء	کیونکہ پردہ جسم کا بھی اُٹھ گیا!
اب تو بیشک وہ سراسر نور ہے	نور ہے سایہ سے بالکل دور ہے
جیکہ ہووے شوخی دیدارِ خدا	اُن کے مرقد کی کرے زیارت وہ جا

یوں تو مولانا کی تمام عمر دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت سے عبارت ہے
لیکن ایک نخلص اور خادم قوم ہونے کی حیثیت میں انہیں دینی مدرسوں کے نوجوان طالب
علموں سے بے پناہ محبت تھی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہی وہ افراد ہیں جنہوں نے
آگے چل کر دینِ مصطفیٰ کو نظامِ مصطفیٰ کی حیثیت میں نافذ کرنا ہے۔ چنانچہ شیخ الجامعۃ
الحنفیہ حضرت مولانا حافظ محمد عالم صاحب اپنے زمانہ طالب علمی جب کہ وہ حزب
الاحناف لاہور میں زیر تعلیم تھے آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ مولانا محمد صالح اکثر حزب
الاحناف آیا کرتے اور اپنے ساتھ طلباء کو لے جاتے ان کی مالی مشکلات میں امداد فرماتے
اور انہیں پر تکلف کھانے سے نوازتے۔

مولانا نے تقریباً نوے سال تک عالم فانی میں زندگی گزار کر اگست ۱۹۵۹ء
میں لاہور ہی میں داعی اجل کو لبیک کہا چونکہ آپ کی وفات کی برکت

پاپ کے فرزند ارجمند میاں محمد بشیر احمد ایم۔ اے بجا رفتہ دل ہسپتال میں زیر علاج تھے اور یہ مناسب نہ خیال کیا گیا کہ آپ کی وفات کی خبر شدید بیمار بیٹے تک پہنچانی جائے۔ اس لئے مولانا مرحوم کو امانتاً لاہور میں دفن کر دیا گیا جبکہ ۱۹۶۱ء میں مولانا کی وصیت کے مطابق انہیں جامع مسجد میر انوالی ضلع سیالکوٹ کے احاطہ میں دفن کیا گیا اور آج بھی ان کی پُرفور قبر اہل ایمان کے لئے مرکز علم و یقین بنتی ہوئی ہے۔

اولاد۔ مولانا کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادے میاں محمد بشیر احمد تھے انہوں نے ایم۔ اے تک تعلیم حاصل کی اور مرکزی حکومت کے محکمہ حسابات میں ملازمت اختیار کی اور یہیں سربراہ محکمہ کی حیثیت میں ریٹائر ہوئے۔

تصانیف

۱۔ پیرۃ | اس کتاب میں پردے کی حقیقت پر نہایت ہی شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسلامی پردہ کے سلسلہ میں کے بدلنے والے اعتراضات کی تسلی بخش جوابات تحریر فرمائے گئے ہیں۔

۲۔ فقہ نعمانی ترجمہ اردو خلاصہ کیدانی | اس میں علامہ کیدانی کا آسان اردو ترجمہ ہے۔ اور شکل مقامات کی حواشی میں تشریح کر دی گئی ہے۔ نیز مسئلہ دفع سبابہ کی تحقیق اور دیگر ضروری مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔

۳۔ فضائل رسول اللہ حصہ اول فدائے یاد رسول اللہ | اس کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ حصہ اول میں یاد رسول اللہ کہنے کی تحقیق ہے۔ حصہ دوم۔ زیارت قبور اور زیارت روضہ مقدسہ کی شرعی حیثیت۔ یہ حصہ علامہ ابن تیمیہ کی کتاب زیارت قبور کے جواب میں تحریر کیا گیا ہے۔ حصہ سوم حیاتِ انبیاء و اولیاء پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ حصہ چہارم اس حصہ میں مسئلہ اتمداد اور توسل کا مدلل بیان ہے۔

۴۔ علم غیب | اس کتاب میں انبیاء و اولیاء کے علم غیب پر قرآن و حدیث اور روایات صحیحہ سے بحث کی گئی ہے۔

۵۔ منہاج القبول فی آداب الرسول | اس کتاب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ، تابعین، مجتہدین اصا و اولیاء کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درجہ و احترام اور تعظیم و تکریم کس طرح اور کس حد

بمک کرتے تھے۔

۶۔ نہاز حنفی مدلل | اس کتاب میں نماز کے ہر مسئلہ کو قرآن پاک، احادیث نبویہ، آثار صحابہ اور اقوال تابعین و تبع تابعین سے واضح کیا گیا ہے۔ اور ہر روایت کا حوالہ بھی دیا ہے۔

مقدمہ | پہلا باب۔ علم کا بیان۔ دوسرا باب۔ عقائد کا بیان (فقہ اکبر، تیسرا باب۔ تدوین فقہ چوتھا باب۔ تقلید کا بیان۔ پانچواں باب۔ حالات امام اعظم

۷۔ التوحید | اسلام کے بنیادی مسئلہ توحید کو بڑی خوبی اور عمدگی سے قلمبند کیا ہے اور ساتھ ہی اسماء ربانی کی تشریح کی گئی ہے۔

۸۔ الرسالت | اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک کو علمی اور عقلی دلائل کے ذریعے ثابت کیا گیا ہے۔

۹۔ مسائل العیدین | عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے متعلق فقہی مسائل پر احادیث نبویہ کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔

۱۰۔ قیام امام مہدی (حصہ اول و دوم) | اس کتاب میں قیامت، علامات قیامت، نزول عیسیٰ علیہ السلام اور ظہور امام مہدی رضی اللہ عنہ کا مدلل بیان لکھا گیا ہے۔

۱۱۔ عاملے بننے والی کتاب (جلد اول) | حصہ اول تشبیہ عملیات اور تاریخ عملیات۔

حصہ دوم: قرآنی عملیات حصہ سوئم۔ حدیثی عملیات حصہ چہارم۔ عملیات اہم اعظم حصہ پنجم: مشائخی عملیات

۱۲۔ خطبات الحنفیہ | اس عظیم کتاب میں سال بھر کیلئے عربی خطبات جمعہ لکھے گئے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ، تابعین، تبع تابعین یا بزرگان دین پڑھا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں ہر خطبے کے ساتھ ہر جمعہ کے لئے مستند و عظیم اردو میں تحریر فرمایا ہے۔

۱۳۔ تحفۃ الاحباب فی مسئلۃ ایصال ثواب | اس میں ایصال ثواب کے متعلق اسلامی جامعوں کے اختلاف، اس مسئلہ کی صحت کے قرآن و حدیث سے دلائل، ضروری استفسارات کے جواب اور ایصال ثواب کے مروجہ دستاویز طریقوں کا بیان شرح و بسط سے درج ہے۔

۱۴۔ جنگ بلیقان | اس کتاب میں جنگ بلیقان کے حالات و واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۵۔ نہاز متوجہم آسان اردو زبان میں نماز کا ترجمہ لکھا گیا ہے اور ضروری مسائل بھی
توضیح فرمائے ہیں۔

۱۶۔ سوانح عمری رسول مقبول اس میں سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے
حالات زندگی اور سیرت و کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۱۷۔ سلسلہ اسلام دس حصوں میں پہلا حصہ۔ پانی کے مسائل۔ دوسرا حصہ۔ نجاستوں کے مسائل
تیسرا حصہ۔ غسل کے مسائل۔ چوتھا حصہ۔ احکام وضو کی تشریح۔ پانچواں حصہ۔ تیمم کے
مسائل۔ چھٹا حصہ۔ مسجد کے احکام۔ ساتواں حصہ۔ آذان کے مسائل۔ اٹھواں حصہ
نواں حصہ اور دسواں حصہ ان میں نماز کے احکام و مسائل مفصل طور پر لکھے گئے ہیں۔

۱۸۔ انوار اللعین فی اسرار الجمعہ اس کتاب میں نماز جمعہ کے فضائل اور احکام و مسائل
پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔

۱۹۔ احتیاط الظہر اس میں احتیاط الظہر کے تمام اختلافات مدلل ذکر کر کے حق مذہب
کو شرح و بسط کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔

۲۰۔ آداب سلاہ اس کتاب میں سلام کرنے کا اسلامی طریقہ اور مصافحہ و معانقہ کرنے کے
صحیح طریقے احادیث و فقہ سے بیان کئے گئے ہیں۔

۲۱۔ شب بارات اس میں شب بارات کے احکام و مسائل نہایت ہی شرح و بسط کے ساتھ سپرد قلم
کئے ہیں۔

۲۲۔ مناجات اس کتاب میں عربی، فارسی، اردو، پنجابی زبان میں لکھی گئی مناجاتیں جمع کی گئی ہیں۔

۲۳۔ رسالہ حقہ حقہ کے جواز اور عدم جواز پر بحث ہے۔

۲۴۔ ضرورت شیخ پیر و مرشد کی ضرورت اور آداب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۲۵۔ آسان سلسلہ تعلیم الاسلام اسلام کی پہلی کتاب۔ اسلام کی دوسری کتاب۔ اسلام

کی تیسری کتاب۔ اسلام کی چوتھی کتاب۔ اسلام کی پانچویں کتاب۔ اسلام کی چھٹی کتاب

ان کتابوں میں بچوں کے لئے آسان پیرایہ میں اسلامی عقائد و اعمال تحریر فرمائے ہیں۔ بچوں
کے لئے بہت ہی مفید ہیں۔

جذبات فقیرِ زمان

۱۳۹۹ھ

نائب رسول مولانا محمد صالح نور اللہ مرقدہ

۱۳۷۹ھ

سال وفات نیک خصال

۱۳۷۹ھ

اشاعت بار اول آثارِ عامہ

۱۳۶۸ھ

خوش خصال و خوش بیان و خوش نہاد!

عالم و فاضل فقیرِ خوش نثر اد

میترا نوالی ہے رشکِ صدرِ بلاد

جس سے حاصل دیدہ و دل کی کشاد

اہل دانش کا ہے جس پر اتحاد

غیب سے پوری ہوئی دل کی مراد

طالبانِ علم دین کے استاد

ہے محمد صالح جن کا اسم پاک

جن کے فیضانِ قدم سے بالیقین

پردہ ہے تصنیفِ اظہارِ آپ کی

ای شئی خیر للنساء کی شرح پاک

جستجو تھی سالِ رحلت کی مجھے

اے قمر: کہہ دو بالفِ اذاعا

مرقدش از نورِ حق معسور باد

۱۳۷۹ھ

کشف بردارِ علمائے ربانی

قمریہ ندانی

پنواذ ضلع سیالکوٹ

یکم جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ

۲۸ اپریل ۱۹۷۹ء

marfat.com

Marfat.com

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

تمام تعریف اس واہب العطا کیا کو زیبا ہے۔ جس نے انسان ضعیف
 انسان کو جو ہر عقل سے محروم فرمایا۔ عقل کی بدولت اس کے دل و دماغ
 کو صحیح احساسات سے متاثر ہونے کی صلاحیت بخشی اور ان احساسات سے اس کو شرم
 حیا کے فضائل کا اثر عطا فرمایا۔ جس سے ہر صاحب بصیرت سمجھ سکتا ہے کہ جس انسان میں
 شرم و حیا نہیں اس میں صحیح احساس نہیں، جس میں صحیح احساس نہیں اس میں عقل نہیں۔ جس
 میں عقل نہیں وہ انسان نہیں بڑا حیوان ہے بلکہ حیوان سے بدتر۔ اذکبکات کالانعام بلی نعم افضل
 (وہ چوپایوں کی طرح ہی بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ) (پس سورہ انعام) وہ مالک الممالک جس نے
 نشئی زمین کو موالیہ مخلوق کی کائنات سے دھک کر نیگے درختوں کو ہرے ہرے
 پتوں کا لباس پہنا کر۔ پہاڑوں کو سبزہ درویشی کی کا خلعت بخش کر حتیٰ کہ اربعہ عناصر کے ایک
 کثرہ پر دوسرے گروہ کو اور ان پر آسمانوں کو پردہ پوش بنا کر یہ ایشاں فرمادیا گاہ سے ماہی تک
 تمام کائنات پر مستور و حجاب کا قانون ٹوٹا ہے۔

انہ برائے پردہ داراں درس فراش منیع

بر ہوا افگند شاد رواں نو توے ایتر!

اسے ستارہ عیوب کی قدرت کے ہر فعل میں پردہ کی رعایت مرکوز ہے۔ انسان
 کو پردہ قدم سے نکال کر پردہ رجم میں پرورش دی۔ پھر ایک ميعاد موقبل تک اپنی گونا گوں
 نعمتوں کے پردہ میں زندگی بخش کر اس کو پردہ خاک میں مستور و محبوب کر دیا۔ حتیٰ کہ روز
 قیامت میں بھی اس کی ستاری ہی اس کے جہانم و معاصی کی پردہ پوش ہوگی۔

لطف تو خطا کاری مستان پوشد شرمندہ العطف خطا پوشش تو ہم

marfat.com

دود نامحدود حضور سرور عالم خزینی آدم رسول الثقلین نبی الحرمین ہنگ بعد از خدا
نعت انبیاء و مرسلین کے پیشوا پر - جن کی تعلیمات عالیہ سے جماعت انسان
 کی اخلاقی عریانی تہذیب و تہذیب و تہذیب کے لباس سے مستور ہوئی جنہوں نے اَلْحَيَاةَ
 مِنَ الْاَيُّمَاتِ (حیا ایمان سے ہے) (مشکوٰۃ شریف) کا فرمان واجب الاذعان
 بخش کر فیصلہ فرمادیا کہ حیا پردہ وغیرہ لازم حیا اور مشرک و مسلمان ہیں۔ دنیا فحش و بے حیائی
 کے گڑھے میں گرتی چلی جا رہی تھی جو جہنمی آگ سے پڑے آپ نے اپنی حیا آموز تعلیمات
 سے مخلوق کو اس ہلاکت خیز گڑھے میں گرنے سے بچایا۔

راست می فرمود آن بحسب کرم
 بر شمامن از شما مشتق ترم
 من نشسته بر کنار آستے !!
 با فروغ شعلہ دل بس ناخوشے
 کہ شما پروانہ ولر از جہل خویش
 پیش آتش سے کشید این جملہ کیش
 من ہی رافم شمارا ہجو ہست
 از در افتادن در آتش باد و دست

افسوس! اب پھر لوگ اس گڑھے میں گرنے لگے ہیں۔

اے بسرا پردہ یثرب بخواب

نہیں کہ شد مشرق و مغرب خراب

عَلَيْكَ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عِدَّةُ كُلِّ ذَرَّةٍ قَائِمَةٌ أَلْفِ أَلْفِ مَرَّةٍ

اے خاصہ خاصانِ رسل وقتِ محابہ

امتِ پرتوی آس کے عجب وقت پڑے

یورپ کا تمدن، یورپ کی تہذیب اور یورپ کی
 معاشرت ایک فتنہ بارگشاہین کو اُفقِ عالم چھانی
 ہوئی ہے اور اکثر ممالک پر اپنے اجتماعی و معاشرتی مشرور و مفاسد کا مینہ برس رہی ہے قرآن
 سے پایا جاتا ہے کہ اس بارانِ فتن سے عنقریب ایک عالمگیر سیلاب پیدا ہو کر دنیا کی بستی
 بستی پر حا طہ کرے گا۔ اور دنیا کے امن و امان کے ساتھ اسلامی عفت و عفاف اور حیا و
 تقویٰ کو بھی بہا سلے جائے گا۔

marfat.com

یورپ نے عورت کو بخلاف فطرت آزادی دے رکھی ہے اور اس کے لئے بلاتقرب و بے حجاب باہر چلنا پھرنا تناسیر و سفر کرنا اور غیر مردوں کے ساتھ اختلاط و تناسیلہ مکالمات و معاشرت اور مصافحہ و معانقہ کرنا جائز کر رکھا ہے۔ آج دیگر اقوام کے دلوں میں بھی اس کی ریس روشن دن ہے۔ چنانچہ ترکی نے تقیہ اور صاف طور پر یہ مراسم اپنی معاشرت میں داخل کر لئے۔ مصریت سے اس منزل کے قریب آ رہا ہے ایران بھی اسی راہ پر گامزن ہونے کیلئے غور کر رہا ہے۔ اور افغانستان کے شاہی خاندان نے تو ان مراسم کی شینگی پر تخت و تاج تک قربان کر دیا۔ یہ تازہ فتنہ ہندوستان میں بھی رنگ لائے بغیر نہ رہا۔ چنانچہ آج بعض اعلیٰ و متوسط اسلامی طبقات کی یہ حالت ہے کہ جن معزز گھرانوں کی عورتیں کبھی گھر کی دیلیز میں قدم رکھنا بھی شیوہ حیا کے خلاف سمجھتی تھیں آج ان کی نوجوان بیویئیاں کھلے بندوں میں بازاروں میں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں۔ جس حریم ناموس میں ایک پانچ سولہ اجنبی لڑکے کی یاریابی بھی عزت کے منافی سمجھی جاتی تھی اس کی عمر میں اب بازاری جموں کے لامحوں سے یورپین فیشن کے مطابق اپنے کاکل و گیسو کی قطع دریدہ کرنے کی شائق ہوتی جاتی ہیں اور یہ حرأت و بے باکی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ بے پردگی و حجاب افکنی کا جو خیال کبھی عورتوں کے دماغ کے قریب بھی نہ آتا تھا اور صرف بعض شینگانِ مراسمِ فرنگ کی زبان سے ہی کبھی کبھی اس کا اظہار ہوتا تھا۔ آج تو جماعت نسوان نے اس کو اپنا بنا لے دعویٰ بنا لیا ہے چنانچہ پچھلے دنوں لاہور میں بہت سی معزز خواتین نے اپنا ایک ڈیپریٹیشن مرتب کر کے وزیر بلدیات پنجاب کے حضور میں فریاد کی کہ ہماری جماعت کو رسم پردہ کی دیرینہ قیاسے رٹائی طنی چاہیے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

انسوس کہ تقلیدِ فرنگ سے کیے شائقین کو کچھ طبر نہیں کہ ہم جس راہ پر چل رہے ہیں وہ کعبہ کی بجائے ترکستان کو نہیں بلکہ فرنگستان کو جا رہا ہے۔ وہ تہذیب کی بجائے قومیت کی تباہی اور تخریب پر منتہی ہوتا ہے۔ آج ایشیائی اقوام جو یورپ کی تہذیب و تمدن کی دلدل ہو رہی ہیں۔ اس سے نہ صرف وہ اپنے اپنے دین و مذہب سے بیگانہ ہو جائیں گی۔ بلکہ ان کی قومیتیں بھی یکسر نیست و نابود ہو جائیں گی۔

یورپ چند صدیوں سے ایشیائی ممالک پر قابض ہو جانے کا بڑا الٹا
یورپ کا حملہ چکا ہے اور ہر تمبر سے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کاٹ کر اپنے شکم آرز
کو بڑھانے میں مصروف ہے مگر قطعاتِ ارضی پر اس کے قابض و متصرف ہو جانے
سے اقوام کی قومیتیں نہیں مٹیں۔ توپوں سے بڑے بڑے قلعے مسمار ہو گئے۔ بلند و بالا
عمارتیں چوہنڈ زمین ہو گئیں۔ بند و قوں اور مشین گنوں سے ہزاروں، لاکھوں ہستیاں عدم آباد
پہنچ گئیں۔ مگر باوجود اس کے اقوام و مل کی ہستی قائم رہی۔ لیکن اب یورپ کا ایشیا پر
ایک اور ہنگامہ خیز اور فتنہ انگیز حملہ شروع ہے جو توپوں اور مشین گنوں سے کہیں زیادہ
ہلاکت بار اور تباہ کن ہو گا۔ اس سے اندیشہ ہے کہ ہر قوم کی قومی ہستی بھی فنا و نابود ہو
جائے۔ ایشیائی روایات صفر روزگار سے قطعی طور پر محو ہو جاتی ہیں۔ یہ حملہ یورپ میں تہذیب
اور فرنگستانی الطوار و عادات کا ہے۔ جس کے آگے ایشیائی تہذیب سرنگوں ہوتی
جاتی ہے اور ایشیائی شعائر و الطوار مٹتے جا رہے ہیں۔ یہ حملہ آتشیں اسلحہ اور تیغ و سنان
کی حرب و ضرب سے کہیں زیادہ کارگر ہے۔ اس کے زور و طاقت کے آگے ایشیائی
اقوام خود بخود گرتی اور مسخر ہوتی جاتی ہیں۔ ان کی تہذیب فنا ہوتی جاتی ہے۔ ان کے خالص
قومی مٹ رہے ہیں۔ ان کی قومیت کے امتیازات نابود ہو رہے ہیں۔ اگر چندے ہی
حال رہا۔ تو ان ایشیائی اقوام کا لباس و انداز۔ ان کی بُود و ماند، ان کا طور و طریق۔ ان کا طرز
زیست۔ ان کا انداز زندگی سب یورپین نمونے پر ہو گا اور وہ اہل یورپ کے مقلدین
کی حیثیت میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں گے۔ ان کو اپنا شاندار ماضی فراموش ہو جائے
گا۔ اپنے اسلاف کے قابلِ فخر کارناموں کی یاد ان کے مغرور دل سے محو ہو جائے گی۔ وہ
اپنے کیش و مذہب، اپنے دین و دیانت اور اپنے اخلاق و آداب کے ساتھ اپنے
قومی وجود کا جنازہ بھی یورپ کی سرحد میں دفن کر دیں گے۔

اسلامی شان و شکوہ کا آئینہ اس وقت بلندی

پر درخشاں تھا۔ جب مسلمان اسلامی آداب و الطوار

پہلے مسلمانوں کی حالت

سے سختی کے ساتھ متمسک تھے۔ اور یہ جیاسوز و محبت افگن مراسم جو آج یورپ کی بابت

ناز تہذیب میں داخل ہیں اور مشرق کی گمراہ و ناعاقبت اندیشی اقوام نے ان کو واجب

التقلید سمجھ لیا ہے۔ اس زمانے کے مسلمانوں کی نظر میں یہ مراسم صرف ڈٹوش و نہانم کے لئے ہی ریبا تھے۔ خلیفہ ہارون الرشید کی بیگم ملکہ زبیدہ خاتون کے متعلق اہل سیر نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ وہ اپنے محل میں سر کے بال کھولنے بیٹھی تھیں۔ اسٹن میں ایک خلام بے خبری میں کسی کام کے لئے ادھر آیا تو بیگم کو برہنہ سر بیٹھی اس نے دیکھ لیا اور لرز کر بھٹ پیچھے ہٹ گیا۔ زبیدہ نے خادمہ کے ذریعے اس سے پوچھا کہ کس کس بناؤ تم نے ہمارا کون سا حصہ جسم دیکھا ہے۔ اس نے کھجکتے ڈرتے عرض کیا کہ صرف سر کے بال مجھ کو دکھائی دیئے تھے زبیدہ نے مشاطہ کو بلا کر اپنے سر کے بال کھڑا دیئے اور کہا کہ ہم کو اس چیز کا اپنے بدن پر باقی رکھنا گوارا نہیں جس پر ایک نامحرم کی نظر پڑ چکی ہے۔

آہ! ایک وہ اسلامی اقبال کا زمانہ تھا کہ مسلمان حیا و محبت کے عروج و زوال میں مسلک پر چلتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر ایک غیر مسلمان خاتون دیکھتی کہ اس کے سر کے بالوں پر ایک نامحرم کی نظر پڑ چکی ہے تو وہ ان کو ہنزلہ بجا ست

سمجھ کر ان کے بار سے اپنے سر کو سبکدوش کرنا ضروری سمجھتی تھی اور ایک آج قومی ادبار کا زمانہ ہے کہ ان اقوام کی رسم و عادت کی تقلید کو مایہ فخر و مباہات سمجھا جاتا ہے جن کے نزدیک شرم و حیا کا کوئی مفہوم ہی نہیں۔ جو اپنی لسانہ نیبہات و ابکار کا (شادی شدہ اور کنواری عورتوں کا) غیر محرم اور اجنبی مردوں کے ساتھ تخلیہ (علیحدگی) میں ملنا، بات چیت کرنا، ہاتھ ملانا، خط و کتابت کرنا، ان کے ساتھ ناچنا، شریک میز ہونا اور ان کے سامنے نہ صرف ہاتھ پاؤں اور چہرہ بلکہ سینہ اور پنڈلی تک برہنہ رکھنا جائز سمجھتی ہیں۔

فَاَهَاثُوْا اَهَاثُوْا اَهَا!

یہ افسوس ناک عالم انگیز حالات ہیں۔ جنہوں نے خاکسار کو سبب تالیف ان چند اوراق کے مرتب کرنے پر آمادہ کیا۔ تاکہ ان شیدا یان مراسم فریب پر ظاہر کیا جاسکے کہ وہ عورت کو ناجائز آزادی دلا بنے کی سعی میں کس قسم کی خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں۔

مخالفین پردہ کی دو قسمیں
 مخالفین پردہ کی جماعت عموماً دو قسم کے لوگوں پر مشتمل
 ہے۔ ایک وہ فلسفی مزاج جو عورت کا پردہ از روئے
 عقل سلیم فطرت انسانی کے خلاف اور مرد کال سے پرفسے پر مجبور کرنا، ان کے پیدائشی
 حقوق ہیں دست اندازی سمجھتے ہیں۔ اس کتاب کے پہلے حصہ میں ان لوگوں پر ثابث
 کیا جائے گا کہ پردہ نسواں عقل و دانش اور فلسفہ و حکمت کے معیار سے عین
 مقتضائے فطرت ہے۔ دوسرے وہ فسوں ساز و فتنہ پرداز لوگ جو عوام المسلمین پر
 اثر ڈالنے کے لئے پردہ کو اسلامی تعلیمات کے خلاف قرار دیتے ہیں اور اپنے
 دعویٰ کے اثبات کے لئے قرآن و حدیث سے غلط استدلال بلکہ تحریف آیات
 تمک میں دریلع نہیں کرتے۔ دوسرے حصہ میں امنی لوگوں کے دجل و حریب کی قلمی
 کھولنا مقصود ہے تاکہ عوام الناس ان لوگوں کے اقادیل باطلہ سے دھوکا نہ کھائیں
 اور ان پر ثابث ہو جائے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں پردے کے باسے

میں صحیح احکام کیا ہیں اور اہل عرض نے تعلیمات و بینہ کی عزت و احترام سے خالی القلب
 ہونے کے باوجود محض لوگوں کو بہکانے کے لئے آج کس طرح آیات و احادیث کو
 اپنا آلہ کار بنا رکھا ہے اور وہ ان سے غلط استدلال کر کے اپنے آپ کو گنہ گار اور
 لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔

گو ممکن ہے کہ اس مخلصانہ گزارش سے کسی بندۂ خدا کو ہدایت ہو جائے اور وہ اس
 فلسفی کی دہلی سے بچ جائے۔ مگر ہمارا گمان غالب یہ ہے کہ پیغمبری پیش گوئیوں کے مطابق
 اب وہ دور فتن آگیا ہے جبکہ نصاریٰ کے تمدن اور معاشرت کا ہیفینا قلم میں سکھ چلنے
 لگے گا۔ اور اسلامی آداب و مراسم کا نام و نشان تک مٹنے کے قریب ہو جائے گا۔ ایسی
 حالت میں ظاہر ہے کہ ہماری یہ تمام خامہ فرسائی اور یہ دماغ سوزی بے کار ہے۔ آج
 یوہیب کی تقلید کا طوفان اس زور شور سے اٹھ رہا ہے کہ کوئی طاقت اس کی روک تھام
 سے کھدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ اہل قلم کا زور تحریر یہاں بے بس ہے۔ شاعروں کی ثوابیانی
 غیر موثر ہے و اعظوں کے و عنابے سود ہیں۔ اسی طرح ہماری یہ پیچ و پکار بھی یقیناً

صد البصر ہو کر رہ جاسکتے گی۔ پس یہ آواز جو ایک مختصر تالیف کی صورت میں اٹھاتی جا
 رہی ہے۔ ایک مالوس کی آغزی آواز سمجھنی چاہیے جو ایک جہاد کو عرق ہوتے دیکھ کر
 اہل جہاد کو نجات کی کوشش کئے پکار رہا ہے تاکہ فرولتے قیامت میں وہ ان مستویں
 بارگاہ رب تعزت میں شامل ہولے پر مجبور نہ ہو۔ جی پر اپنی ملت کو برباد ہوتے دیکھنے اور علم و
 ہوسہنے کا الزام ماند ہوگا۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔

پہلا حصہ، عقلی بحث

پردہ کی فطرۃ ضرورت

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند سیبیاں اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گرا گیا
 پوچھا جو میں نے آپ کے پردہ کو کیا ہوا بولیں وہ ہنس کے عقل پہ مردانے پر گیا
 بے شک تمام نفوس و قلوب کا موزوں و متناسب اور حسین و جمیل اشیاء کی طرف
 میلان ایک طبعی امر ہے جو نظامِ عالم کے خاص اسرار میں سے ہے۔ مگر ہر من بھاتی چیز کی محبت
 ہمیشہ مفید نہیں ہوتی بلکہ اس آیت کریمہ کے مطابق **وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ
 لَّكُمْ** اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو (پ ۴-۱)
 بہت سی چیزیں جو طبعاً مرغوب و پسندیدہ ہوتی ہیں۔ عقل و دانش اور دین و دیانت ان کے مضرو
 خطرناک ہونے کی شہادت دیتی ہے تو ان کا ترک کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک خوش رنگ
 سانپ جس کے نقش و نگار دلغریب ہوں۔ دیکھنے میں انتہائی اچھا لگتا ہے لیکن دین و دانش
 یہ ہرگز اجازت نہیں دیتے کہ اس کو ہاتھ لگائیں کیونکہ اس کو ہاتھ لگانا پیغام موت ہے اسی
 طرح مرد و عورت کا آپس میں میلان ایک طبعی امر ہے۔ جس پر انسانی معاشرت کے مصالح
 مبنی ہیں۔ لیکن یہ حد جو از کے اندر ہی مستحسن ہے اور اگر یہ جذبہ حدِ اعتدال سے بڑھ جائے
 اور اس میں میاں بوجی اور غیر مرد و عورت کا امتیاز نہ رہے تو یہی میلان مضرو خطرناک
 بن جاتا ہے۔ جس کے اسباب و دواعی کی روک تھام واجب ہو جاتی ہے۔

یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مرد اور عورتیں بالکل ایک دوسرے سے جدا رہیں اور ایک
 دوسرے کے سامنے نہ ہونے پائیں کیونکہ اس سے دنیا کا انتظام قائم نہیں رہ سکتا۔
 اور اگر آزادانہ و غیر مشروط اختلاط ہو تو ایسے وصف کے مرد و عورت بھی بہت ہی کم
 ملتے ہیں جو ایک دوسرے کو دیکھیں اور وہ کشش جو قدرت نے تمدنی و معاشرتی مصالح

کی بنا پر ان کے دلوں میں پیدا کی ہے، اپنا اثر نہ دکھاتے۔ اس لئے ضرورت ہوتی کہ مردوں اور عورتوں کے اختلاط و مصاحبت اور ملاقات و مکالمات کے متعلق خاص قانون وضع کیا جائے۔ جس کی بدولت ان سترور و مفاسد کا انڈیٹ نہ رہے جو مردوں اور عورتوں کے آوازاں میل جول میں مقتضیاتِ طبع کے بے قید اور بے روک ٹوک ہو جانے کے باعث ممکن بلکہ یقینی ہیں۔ اس شرعی قانون کے ماتحت ستر اور پردے کا حکم ہوا ہے۔

اسلام نے مردوں اور عورتوں کے بیجا میل جول کو ممنوع قرار دے کر ایک حد تک پردہ قائم کر دیا جو عفت و عصمت کا ضامن، معاشرتی اور مذہبی امن کا قیاس ہے۔ جن مذاہب میں پردہ نہیں ہے۔ ان میں عصمت کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔

رات دن ہوتی ہے بے پردگی ستر پردہ دری دیکھو اس قوم کو ہے جس نے اٹھایا پردہ
لیکن یورپین تمدن کے دل داوہ مسلمان جو اولہ مزاج واقع ہوئے ہیں وہ پردے کے سخت مخالف ہیں وہ پردے کو محض قید اور جس بے جا کہتے ہیں۔ وہ مستورات کے کھلا چہرے، گارٹیوں اور بائیسکوں پر سولہ کر گول باغ یا ٹھنڈی سٹرک پر نکلنے اور اپنے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ بکے کر چلنے کو پسند کرتے۔ اور اسی کو تہذیب اور شائستگی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک ہم میں سے پردے کا رواج اور طریقہ دور نہیں ہو گا ہم کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتے ہماری پستی اور تنزل کی اصل وجہ یہی پردہ ہے۔

یہ تمام دعادی محض یورپ کی طرز زندگی پر فریفتہ ہو جانے والوں کے طبع زاد ہیں۔ ورنہ حقیقت میں اسلامی پردہ نہ مانع ترقی ہے۔ نہ اس سے ملت اسلام کے قومی عروج میں کوئی رکاوٹ پیدا ہونے کا احتمال ہے اور نہ وہ خواتین اسلام کی تعلیم و تربیت کا مانع ہے جس وقت مسلمان تمام عالم میں عزت و برتری کے واحد مالک تھے۔ وہ ترقیات کی تمام منازل میں دنیا کی ساری بڑی بڑی اقوام سے پیش قدم تھے۔ اسلامی پردہ اس وقت بھی موجود تھا۔ اس زمانہ کی بڑی بڑی عالم و فاضل خواتین کے تذکروں سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اس وقت مسلم خواتین پروفیسریاں کرتی تھیں۔ دھماکتی تھیں۔ تعلقین و ہدایت کرتی تھیں اور یہ فرائض پس پردہ انجام

پاستے تھے۔ مسلم خواتین برقع و نقاب کے ساتھ جنگی مہمات میں حصہ لیتی تھیں۔ اہل فوج کے لئے آب رسانی کا بندوبست اور مجروحین کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ پیادہ و سوار ہو کر تیغ زنی کرتی تھیں۔ مگر پردہ و حجاب ہر حالت میں لازم سمجھا جاتا تھا۔ جو ان مشاغل سے مانع نہیں ہو سکتا تھا۔ نہ اس وقت کے غیور مردوں کے دل میں کبھی یہ سوال پیدا ہوا کہ پردہ ترقی کا مانع ہے اور نہ خود ان خواتین نے کبھی وفد بنا کر امیر المؤمنین کے حضور میں یہ درخواست کی کہ ہمیں پردہ سے آزادی ملنی چاہیے۔

بے شک آج مسلمان قوم تنزل کی گہرائی میں گری ہوئی ہے مگر اس کا ذمہ دار پردہ کو قرار دینا غلط ہے۔ بلکہ اس تنزل و ادبار اور اس نحوست و فلاکت کی اصلی وجہ یہ ہے کہ ہم مسلمانوں نے دین الہی پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ہم نے اللہ کے باندھے ہوتے قوانین کی پابندی ترک کر دی۔ جس سے ہم کمزور دنیا تو اں اور اقوام عالم میں ہلکے ہو گئے۔ اگر پردہ وغیرہ اسلامی مراسم ہماری موجودہ تکلیف و ادبار (ذلت و پریشانی) کے باعث ہیں۔ تو فردن سابقہ کے مسلمان کیونکر ترقی کر گئے تھے جو پردہ نسواں کے شدت کے ساتھ پابند تھے۔ جس کا ثبوت زبردست دلائل کے ساتھ آگے چل کر دیں گے۔ سب سے پہلے نو دہی مسلمین سابقین ان احکام کے ساتھ مخاطب ہوتے تھے کہ آنکھیں نیچی رخصت، عورتیں جاہلیت کا بسا و سنگھار نہ کریں۔ گھر داں میں رہیں اگر باہر جانا پڑے تو لیکل ملکر شرم و حیا سے چلیں وغیرہ وغیرہ۔ ان اصحاب نے ان احکام پر اس عمدگی سے عمل کیا کہ آج ہم اس کا حشر حشر بھی بجا نہیں لاتے اور ساتھ ہی دنیا کو ترقی کی بالاترین منزل پر فائز ہو کر دکھایا۔

ہمارا تو یہ خیال ہے کہ یہ محض دین فراموشی اور نفس پرستی ہے۔ جو یورپ کی تقلید کی مستفانی ہو رہی ہو۔ فرنگ تانی اقوام کی رنگ ریاں دیکھ کر نفس گمراہ ہوا چاہتا ہے کہ وہ لطف و لذت کی زندگی اختیار کی جائے اور ترقی کا شوق محض بہانہ ہے۔

بے پردہ اقوام کی حالت کا فولو جن اقوام میں پردہ نہیں ہے یا جو پردے کے پابند نہیں ہیں اور مردوں، عورتوں کا کھلم کھلا مل ملاپ جائز رکھتی ہیں۔ مسلمانوں کو ان کی حالت سے دھوکا نہ کھانا چاہیے۔ مرد و عورت

خواہ ہندی ہوں یا فرنگستانی، چینی ہوں یا ایرانی، ان کا تعلق میں ملنا ایسا ہے۔ جیسا آگ اور بارود کا اجتماع ہے۔

بنیت مرد کے عورت کی خلقت میں نزاکت ہے
 فروغِ حُسنِ عالمِ محبوبِ پیر اُس پر قیامت ہے
 جو ان عورت کھلے منہ جب سر بازار چلتی ہے
 نکلنا عورتوں کا آب و تاب و زینت سے
 نکلے گا بھی ادا کرنا تو انہ لڑکھڑات سے

اوا ہے نانہ ہے غمزہ ہے شوخی ہے شرارت ہے
 ازل سے کشتہ چشمِ عنایت ہر طبیعت ہے
 رگِ صبر و شکیبائی پہ اک تلوار چلتی ہے
 رداں ہر کوچہ و بازار میں ہونا نزاکت سے
 یہ سامانِ دل آدیزی نہیں کچھ کم قیامت سے

پھیل جاتا ہے دل آخرو کوئی کیسا ہی انساں ہو

یہ وہ جابہے جہاں ہاروت بھی مجھوس زندگی ہو

لہذا اگر ہم مسلمانوں کو عورتوں کے پردے کا حکم ارتکابِ فواحش سے بچنے کے لئے دیا گیا ہے۔ تو اس سے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یورپ میں بے پردگی کی وجہ سے وقوعِ فواحش کا احتمال ہی نہیں یا وہ لوگ ایسے ضابطہ نفس اور خود دار واقع ہوئے ہیں کہ اجنبی مردوں عورتوں کے اختلاک کے باوجود وہ ہر طرح پاکباز و پارسا رہتے ہیں۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ وہ لوگ بھی انسان ہیں۔ ان میں بھی دواعی نفس اور مقتضیاتِ طبع موجود ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے نزدیک ارتکابِ فواحش چنداں معیوب نہیں۔ اس لئے ان کو حفظِ نفس کے حصول کے لئے کسی خاص ضابطہ و قانون کی ضرورت نہیں۔ ان کی کنٹرولری لٹا کی اختیار رکھتی ہے کہ نوجوان مردوں میں سے جس کو چاہے اپنی شادی کے لئے خود انتخاب کر لے اور جو نوجوان اس کو اپنی زوجیت کے لئے پسند آئے۔ اس کے ساتھ نکاح سے پہلے پہلے چاہے اور جس طرح چاہے خلا و ملا میں دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں ملے جلے۔ پھر اگر جذباتِ محبت کے یہجان میں کوئی ایسا فعل اس سے وقوع پا جائے جو آئندہ چل کر ازدواجی زندگی کے لازم میں شمار ہونے والا ہے۔ تو یہاں کوئی چشمِ احتساب اس پر لال پیلا ہونے کی ضرورت نہیں سمجھتی۔ لڑکی کے ماں باپ یہ سب کچھ جانتے ہیں، دیکھتے ہیں یا سنتے ہیں۔ مگر ان باتوں کو اپنی دخترِ بلند اختر کی سعادت مندی کے خلاف نہیں سمجھتے کیونکہ ایسے امور یورپ میں معاشرت کے لازم ہیں۔

یورپ کی نام نہاد تہذیب کی اصل بنیاد جو مجملے بجائے مسلمان یورپ کی آزادی نسوں کی کورانہ تقلید کرنے پر تلے ہوتے ہیں ان کو پہلے مبصرانہ طریق سے پس و پیش پر نظر ڈالنی چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ ہم کون تھے اور یورپین اقوام کون تھیں؟ ہم ابتدائے آفرینش سے دین الہی کے حامل، اخلاق عالیہ کے پابند اور روحانیت کی دولت سے بہرہ ور چلے آئے ہیں۔ اقوام عالم نے تہذیب و تمدن ہم سے پائی۔ عمران و حضارت (آباد کاری و شہریت) کے اصول ہم سے حاصل کئے۔ اپنی بے نور روحانیت کو ہماری مشعل ہدایت سے روشن کیا۔ بخلاف اس کے یورپ کی چند صدی پیشتر کی تاریخ جہالت و وحشت کا مرقع ہے جو بہاقم و وحوش کی زندگی کے نمونے پیش کر رہی ہے جس میں نہ تہذیب و تمدن کا کوئی حصہ نظر آتا ہے۔ نہ اخلاق و روحانیت کی کوئی بھلائی دکھائی دیتی ہے۔ آج اگر یورپ موجودات ظاہری پر غور و تدبر کر کے عناصر عالم سے کام لینے اور خوش پوشی و خوش خوری کی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو گیا تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ کوئین کی برکات و سعادت کا ٹھیکہ بن گیا اور اس میں اخلاق عالیہ اور انوار روحانیہ بھی پیدا ہو گئے۔ ہرگز نہیں۔ وہ محض مادی دنیا کے جلوؤں کا منظر ہے اور روحانیت سے بالکل بیگانہ ہے۔ وہ اخلاق عالیہ سے بدستور محروم ہے۔ اس کا قلب و روح اسی سابقہ جہالت و بربریت کی صفات سے متصف اور وحشیانہ رذائل سے ملوث ہے۔ جس کو ظاہری و مادی ترقی کے لباس نے ڈھانک رکھا ہے۔ اس کا مادی ٹھکانہ گویا لالہ و لہریں کی ایک پھلواری ہے جس کے نیچے رومی اخلاق کی نجاست کا ڈھیر پنہاں ہے۔ اس کی ثروت و مقول حکومت و دولت، محض ایک نظر فریب طمع ہے۔ جس کا باطن ایک کھوٹی دھات پر مشتمل ہے۔ لہذا آج اگر یورپ میں عورت کی آزادی بے پروگی اور نامحرم مردوں کے ساتھ اختلاط مروج ہے تو نہ اس لئے کہ یہ کوئی اعلیٰ تہذیب و تمدن کا لازمہ ہے۔ بلکہ یہ اقوام یورپ کی موروثی و قدیمی جہالت اور وحشی پن کی ایک یادگار باقی ہے جو اتنا زمانہ گزرنے کے باوجود آج تک زائل نہیں ہوئی۔ مادی ترقیات کے سیم و زر کے ڈھیر تو لگ گئے مگر ان کے نیچے اخلاقی نجاست کی جو لائش قدیم سے چلی

آتی ہے۔ بدستور موجود ہے۔

marfat.com

Marfat.com

بے پردگی کے بے انتہا پرخطر نتائج میں سے چند تازہ نظائر
بر اور ان اسلام ہائیم
لوگوں کو اگر ہل یورپ

کی تقلید کرنی ہے تو ان کے علوم و فنون میں ان کے سائنس و فلسفہ میں، ان کی ایجادات و
اختراعات میں ان کی صنعت و معرفت میں کر سکتے ہیں۔ باقی ان کے اخلاق و امور اور ان کی طرز
زندگی سے ہم کو سرکار نہ ہوتا چاہیے ورنہ یہ امور ہمارے لئے اخلاقی ہلاکت اور روحانی
موت کا موجب ہوں گے پینا پینا جن اقوام و جماعت میں یورپ کی دیکھا دیکھی عورتوں
کی بے پردگی اور آزادی مروج ہو گئی ہے ان میں مذکورہ قسم کے نتائج نمودار ہونے لگے ہیں:-
۱۔ ایک شخص کسی لڑکی کو پڑھانے پر مقرر ہوا۔ باہمی بے جہابی اور تخلیہ علیحدگی میں
اختلاط کا نتیجہ یہ ہوا کہ استاد اور تلمیذہ میں دوستانہ تعلق ہو گیا اور شادی کی تجویز پختہ ہو گئی لڑکی
کی ماں نے اس تجویز کی مخالفت کی تو اس کے چند روز بعد وہ قتل کر دی گئی۔

۲۔ ایک لڑکی بے پردگی کے عالم میں کسی ڈاکٹر کی دکان پر چستے خریدنے گئی۔ ڈاکٹر
امتحان چشم کے بہانے اسے اندر تخلیہ میں لے گیا اور لڑکی کے بیان کے موافق اس سے کسی
ناجانز امر کی خواہش کرنے لگا۔ تو لڑکی شور مچاتی بھاگی۔ دکان پر مخلوق کی بھڑک گئی۔ آخر
پولیس نے مداخلت کر کے ڈاکٹر کی جان بچائی۔

(۳) ایک ماسٹر کسی لڑکی کو اس کے گھر پر پڑھانے کے لئے مقرر ہوا۔ عدم پردہ کا نتیجہ
یہ ہوا کہ لڑکی کی ماں ماسٹر پر فریفتہ ہو گئی۔ ایک رقیب اس صحبت میں حارج ہوا تو وہ چند
روز بعد قتل کر دیا گیا۔

خیال کیجیے اگر استاذ و تلمیذہ کو خلوت نشینی کا موقع نہ دیا جاتا۔ اگر لڑکی نا محرم ڈاکٹر
کی دکان پر تنہا اور بے جہابانہ نہ جاتی اور اگر ماسٹر اور شاگرد کی ماں میں بے پردگی نہ ہوتی
تو یہ ناگوار حوادث ظہور میں آ کر کیوں ایسٹیاٹی رگ محبت میں متلکہ خیز ٹرپ پیدا کرتے؟
شکر کا مقام ہے کہ ابھی مسلمانوں میں اس قسم کے واقعات کا ظہور نہیں ہوا۔ اور یہ وقائع
ان غیر مسلم اقوام سے تعلق رکھتے ہیں جن میں پردہ نہیں ہے۔ یا وہ یورپ کی تقلید میں پیش قدمی
کر کے پردہ ترک کر چکی ہیں۔ لیکن اگر مسلمانوں نے بھی ان اقوام کی طرح پردہ کو خیر باد کہہ دیا۔ تو

ان کو بھی اس قسم کے نتائج سے دوچار ہونا پڑے گا۔

یورپ میں بے پردگی کے نتائج کے چند نمونے یورپ میں عورتوں کی

پیدا ہوتے ہیں وہ مذکورہ واقعات سے کہیں زیادہ ہولناک اور دل ہلا دینے والے ہوتے ہیں۔ لیکن وہاں ان باتوں کی چنداں پروا نہیں کی جاتی۔ یورپ کی سرزمین کے لئے واقعات کی یہ ہوا اس آجاتی ہے۔ وہاں ایک عورت سے حرام کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ اسے فخریہ گود میں اٹھاتی اور پیار کر سکتی ہے۔ وہاں دو مرد و زن علانیہ باغ میں مشغول زنا ہوتے ہیں۔ پولیس کا سپاہی اس بے حیائی سے مانع ہوتا ہے تو یہ اہل صحبت اس کو ڈانٹ دیتے ہیں بلکہ اس پر استغاثہ دائر کر دیتے ہیں۔ آخر امرائے ملک کی ملامت اور اخبارات کی سرزنش سے پولیس کاناک میں دم آجاتا ہے۔ وہاں حرام کے بچوں کی پیدائش کی کثرت ہے اور اس تولد حرام پر پھر اس قسم کے اور قبیح نتائج مرتب ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً جب کبھی وہ بچے گناہی میں پرورش پانے کے بعد بڑے ہو کر شادی کرتے ہیں تو بعد میں شہادات و قرآن سے یہ راز کھلتا ہے کہ بھائی بہن میں یا باپ بیٹی میں یا ماں بیٹے میں رشتہ زوجیت قائم ہو گیا یہ تمام بے پردگی اور نامحرم زن و مرد کے اختلاط کو جائز رکھنے کے نتائج ہیں۔ کیا وہ مسلمان جو پردے سے متنفر اور بے پردگی کے حامی ہیں۔ اس قسم کے واقعات کو اپنی قوم میں دیکھنا گوارا کر سکیں گے؟

اے مصنف کے زمانے میں تو واقعات ایسے بد نما حادثے مسلمانوں میں فاحشہ نہیں ہوتے تھے۔ کیونکہ اس وقت مسلمانوں میں اتنے بے پردگی اور بے حیائی نہیں آتے تھے، لیکن جب سے یہ دونوں لغتیرے مسلمانوں نے اختیار کیے۔ مذکورہ واقعات سے بڑھ کر ہر روز ہماری اسلامی مملکت میں رونما ہوتے ہیں۔ اخبارات پڑھنے والے حضرات سے یہ بات قطعاً پوشیدہ نہیں۔ دیکھئے فاضل مصنف کے دور سے نگاہ جن بے نتائج کو دیکھ رہے تھے ہم ان سے دوچار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بزرگوں کے ہدایات پر عمل کرنے کے توفیق دے تاکہ ہم یہ انجام سے محفوظ رہ سکیں۔ - (ناشر)

یورپ کی حوصلہ مندیاں ہندوستان کی بساط سے بڑھ کر ہیں۔ بساط پروردگی کی

یورپ ہی کو زیب دیتی ہیں۔ گوری بچی صورتیں، چینی اور ہاتھی دانت کی موتیں جس بساط پر جمع ہوں اور جس راستے پر دوکش بدوش چلیں۔ ان کو زیب ہے۔ لیکن ہندوستان (پاک و بھارت) کی مختلف الاشکال مختلف الالوان گورے، کالے، گدھی، سانولے رنگ کے لوگوں کو یہ حالات راس نہیں آسکتے۔ جب میا بیوی دونوں ہاتھ میں ہاتھ دے کر ادا کمنڈے سے کندھا ملا کر کھلم کھلا چلیں گے تو دیکھنے والے خواہ مخواہ معجزہ اڑائیں گے۔ کیونکہ اگر مہیاں کی رنگت گوری ہے تو بیوی کی کالی اور اگر مہیاں کی رنگت کالی ہے تو بیوی کی گوری۔ غرض یہی دلیسی لوگ ہاں یورپ کی ریس نہیں کر سکتے۔

ہندوستان یورپ کی ریس کر سکے۔ یہ انہونی بات ہے۔ ہندوستان (پاک و بھارت) کی گھٹی میں یہاں تک حیا و شرم کی آمیزش ہے کہ دوشیزہ لڑکیاں اپنے بیاہ شادی کا تذکرہ سن کر منہ چھپالیجی ہیں یا اٹھ کر گھر کے کسی دوسرے کمرے میں چلی جاتی ہیں۔ بخلاف اس کے یورپ کی ہمت و حوصلہ کا یہ عالم ہے کہ انگلستان کی سٹریٹیٹ (حقوق طلب) عورتوں کی ایک لیڈر عظمیٰ اور زعمیم کبریٰ جس کے ہوش قلب نے زور بازو کا رنگ اختیار کر کے بعض معزز ارکان سلطنت کو گاڑی سے گھسیٹ کر نیچے گرا دیا تھا۔ مدت العمر دوشیزگی میں گزار کر آج آغاز پیری میں اپنے کسی آشنا کے ساتھ درپردہ گلشن عیش کی گل چینی کرتی ہے۔ تو لیڈری کی شان و عظمت اس فعل سے مانع نہیں ہوتی اور نساؤ فرنگ کی رہنمائی اور پیشوائی کا منصب جلیل اس شاعت و فحش سے بلا نہیں رکھ سکتا۔ آخر ایک بچہ پیدا ہوتا ہے تو یہ پیرانہ سردوشیزہ، اپنے دوستوں کے سامنے اس کو سپاہ کرتی اور چوتی چاٹتی ہے اور اس کے تولہ کی اسرار می داستان کو خزیہ لہم میں بیان کرتی ہے۔ ان باتوں کو یورپ ہی گولہ کر سکتا ہے۔ پاک و ہند کے باقوام عموماً اور مسلمان خصوصاً ان کو گوارا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

کیا پردہ مضر صحت ہے؟ عورت کی صحت بگڑ جاتی ہے مگر میں معتدلاً محدود رہنے سے عورتوں کے قوائے جسم مضمحل، رنگ زرد اور دورانِ خون کمزور ہوتا ہے مگر یہ اعتراض بھی محض اسی پردہ پیگنڈے کی قسم سے ہے جس سے پردہ نسوان کو بدنام کرنا مقصود ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں یہ حکم نہیں ہے کہ عورتیں پردے کے باعث تنگ و تاریک مکانوں میں پڑی سڑا کریں بلکہ پردہ کا اصل مطلب تو یہ ہے کہ مرد اور عورتیں ایک دوسرے کی شکل و صورت اور بناؤ سنگار کو نہ دیکھیں تاکہ وہ ہوسات نفسانیہ کے نتائج سے بچ جاتی اگر قیامِ صحت کے لئے عورتوں کا باہر چلنا پھرنا ضروری ہے تو اسلام اس کا مانع نہیں وہ برقعہ پہن کر صبح و شام گھر سے باہر نکل کر ہوا خوری کر سکتی ہیں۔ اور اس میں صرف اتنا لازمی ہے کہ وہ اپنے جسم اور زینت کو غیروں کی نظر سے بچاتے۔ ہاں اسلام اس بات سے ضرور منع کرتا ہے کہ عورتیں شتر بے مہار بن کر گلی، کوچوں اور بازاروں میں بے حجاب غیروں کے سامنے ماری ماری پھریں۔

پردے کو مضر صحت قرار دینے والے اصحابِ اشنا بھی سوچیں کہ کیا بے پردہ پھرنے والی عورتیں بہت صحیح المزاج اور قوی الجسم ہوتی ہیں اور ان کو کبھی کوئی مرضِ عارضی نہیں ہوتا اور ان کے بطنوں سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے اور ان کی آغوش میں پلٹی ہے۔ وہ پردہ نشین عورتوں کی اولاد سے زیادہ توانا و بہادر ہوتی ہے؟ دونوں قسم کی عورتوں کے مرض و موت کے تخمینہ کے لئے مردم شماری کے کاغذات موجود ہیں اور دونوں کی اولاد کی قوت و شجاعت کا اندازہ لگانے کے لئے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ ہماری رائے میں تو نتیجہ برعکس ہے نئی روشنی والوں کے دماغ میں آج کل یہ خط سمایا ہوا ہے۔ کہ ہماری عورتیں بھی یورپین عورتوں کی طرح کھیل کود، تھیٹروں اور سینماؤں میں مردوں کے دوش بدوش رہیں۔ مقصود اس سے حفظِ نفس ہے اور بہانہ جھجکا صحت اور تفریحِ طبع کا ہے۔

دیڑھے اسلام یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ عورتیں اپنا دل نہ بہلائیں۔ لیکن دل بہلانے کے کسی ڈھنگ ہیں۔ کوئی تو باغ کی سیر سے جی بہلاتا ہے۔ کوئی کھیل کود سے دل خوش کرتا

ہے۔ کوئی شکار کو باعث فرسٹ سمجھتا ہے۔ نئی روشنی والوں کا یہ خیال ہے کہ ہمارے گھر میں تفریح کا سامان موجود نہیں۔ انہیں پوری خوشی بھی نصیب ہوتی ہے کہ صبح و شام بن مٹھ کر بیویوں کو ساتھ لے کر گھر سے باہر نکلیں اور ٹہلتے ٹہلتے چل قدمی کرتے ہیں تے باغ یا دریا کی طرف چلے جاتیں یا کسی کھیل تماشے میں مشغول ہوں۔ اور حسن خُداؤں کے کسٹے دیکھیں یاد کھائیں۔ کیا یہ عورتوں کی خیر خواہی ہے یا دشمنی؟

اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو عورتوں کے لئے ہر قسم کے سامان گھر میں موجود ہیں۔ ان کی مددش ٹھنڈی سڑکوں اور باغوں میں خاک چھاننے کی نسبت گھر کے کام کاج، کھانا پکانے، چرخہ کاتنے، گھر کی صفائی وغیرہ میں زیادہ ہو سکتی ہے اور ان کی تفریح کے لئے بال بچوں سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔

مخالفین پردہ ایک اعتراض کیا پردہ سے تپ اور اسل ہو جاتی ہے؟ یہ کیا کرتے ہیں کہ ہزاروں

عورتیں پردہ نشینی کی وجہ سے تپ اور اسل وغیرہ جیسے مہلک امراض میں مبتلا ہو کر مر جاتی ہیں۔ کیونکہ انہیں تازہ ہوا کھانے اور سیر و تفریح کرنے کا موقع نہیں ملتا؟

جواب: یہ ایک وہم اور غلط خیال ہے کیونکہ جس طرح لاکھوں عورتیں تپ اور اسل میں مبتلا ہو کر مر جاتی ہیں۔ اسی طرح لاکھوں مرد بھی ان امراض کا شکار ہو کر دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں حالانکہ ان میں ہزاروں ایسے ہوتے ہیں جن کے گھروں میں کوئی عورت بھی باوجود پردہ نشین ہونے کے ان امراض میں مبتلا نہیں ہوتی کہ یہ کہا جاسکے کہ ان مردوں کو ان عورتوں سے بیماری لگ گئی ہوگی۔ کیا وہ مرد بھی تازہ ہوا کھانے سے محروم ہوتے ہیں؟

بعض مخالفین پردہ عموماً یہ کہا کیا پردہ کا روبرو بار کا مانع ہے؟ کہتے ہیں کہ پردہ کا روبرو بار کا مانع ہے

جواب: یہ خیال سرسبز لغو ہے۔ جتنے بجائے رہائش کے لحاظ سے انسانی زندگی بسر کرنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک شہری۔ دوسری دیہاتی پھر ان میں حیثیت کی وجہ سے دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ بعض امیر بعض غریب گویا یہ لوگ چار قسم کے ہوتے۔ شہری امیر، دیہاتی امیر، شہری غریب اور دیہاتی غریب۔

شہروں اور گاؤں کے امیروں کا حال تقریباً ملتا جلتا ہے کیونکہ شہری امیر کام کاج کے لئے نوکر وغیرہ رکھ لیتے ہیں اور گاؤں والے کمین لوگوں سے اپنا کام کاج کر لیتے ہیں یا کہیں نوکر بھی رکھ لیتے ہیں۔ اس لئے امیروں کی عورتیں اکثر اپنی نوکر چاکر عورتوں کی دیکھ بال میں لگی رہتی ہیں، بعض کھانا پکانے اور سینے پر دلے میں مشغول رہتی ہیں۔ بعض بچوں کی پرورش میں خود بھی نوکروں کا ہاتھ بٹاتی ہیں۔ مگر انہیں کسی کام جس کے لئے باہر جانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ گویا ان کا کوئی کام ایسا نہیں جو پردہ میں مغل ہو۔ ہاں! اگر انہیں گھر سے کہیں باہر جانا پڑے بھی تو وہ چادریا برقع اور ہاٹھ کر جاسکتی ہیں۔ جس سے پردہ میں کسی طرح کا خلل پیدا نہیں ہوتا۔ رہی غریبوں کی حالت یعنی وہ لوگ جو اپنی عورتوں سے علاوہ گھر کے کام کاج کے روزی کمانے میں بھی مدد لیتے ہیں۔ ان کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ اول اپنے گھر کا کام کاج کرنا۔ یہ تو وہ آسانی سے پردہ میں رہ کر کر سکتی ہیں کیونکہ مزدور اور پیشہ ور غریب آدمی علی البصر اپنے کام پر چلے جاتے ہیں۔ دوپہر یا شام کو واپس گھر آتے ہیں۔ اس سے ایسی عورتوں کے پردے میں کسی طرح کا خلل نہیں پڑ سکتا۔ دوسرے مردوں کا ہاتھ بٹانا اس میں شہری اور دیہاتی عورتوں کی حالت میں کم و بیش فرق ہے۔ کیونکہ دیہاتی عورتیں اکثر ایسی مزدوری وغیرہ کرتی ہیں۔ جس کے لئے انہیں باہر کھیتوں، میدانوں یا مجمع عام میں جانا پڑتا ہے۔ بخلاف شہری عورتوں کے کہ وہ عموماً پینا، کاتنا، سینا، کشیدہ کاڑھنا یا کسی امیر کے ہاں ماماگری یا انا کا کام وغیرہ مزدوری کیا کرتی ہیں۔ جس کے لئے انہیں اپنے یا کسی امیر کے ہاں محفوظ اور باپردہ گھر میں رہنا پڑتا ہے۔ اس لئے وہ ایک حد تک پردہ رکھ سکتی ہیں۔ لیکن دیہاتی غریب عورتیں علاوہ گھر کے کام کاج کے کھیتی باڑی میں اپنے خاوندوں کا ہاتھ بٹاتی ہیں۔ مثلاً کپاس چننا، خوشے چھانٹنا، کوٹنا، صاف کرنا، کھانے جانا وغیرہ اس حالت میں بھی پردہ قائم رہ سکتا ہے۔ اس طرح پر کہ ایسی عورتیں گھر سے نکلنے وقت چادر اور ہاٹھ کر سیدھی اپنے کھیت میں چلی جائیں لیکن وہاں جا کر اس بات کو ملحوظ رکھیں کہ اگر وہاں کام کاج کرنے والے محرم ہیں تو چادر اتار کر کام کاج میں مشغول ہو جائیں اگر غیر محرم ہیں تو گھونگٹ نکال کر مردوں سے ایک طرف ہو کر کام کرنا شروع کر دیں۔ اس حالت میں صرف

ان کے دو پاؤں اور دو ہاتھ تنگے ہوں گے۔ جن کو کھلا رکھنے میں عقلاً بھی عیب نہیں۔
شریعت نے بھی اس صورت میں اجازت دے دی ہے۔

کیا پردہ تعلیم کا مانع ہے؟ مخالفین پردہ کہتے ہیں کہ پردہ تعلیم و تدریس کا مانع ہے؟

جواب: پردہ تعلیم کے لئے ہرگز مانع نہیں۔ ہاں سکولوں اور کالجوں کی تعلیم سے پردے کا کسی قدر مانع ہونا اگر تسلیم کر لیا جائے تو بعید نہیں لیکن یہ تعلیم سرے سے عورتوں کے لئے ضروری ہی نہیں۔ اس تعلیم سے اللہ تعالیٰ مسلمان عورتوں کو محفوظ رکھے تو بہتر ہے۔ جس تعلیم سے لڑکیاں بن سٹن کر بازاروں اور عام گزرگاہوں میں اوضاع جاہلیت و جاہلیت کی بے پردگی، کا نمونہ پیش کریں اسے تو دور ہی سے سلام ہے۔ ایسی تعلیم اہل یورپ ہی کو مبارک ہو۔ جس کو حاصل کر کے مرد عورت یہ کہنے لگیں کہ ہم کسی مذہب کے پابند نہیں ہیں۔

یاد رہے کہ اصلی محرم والدین ہیں۔ جو بڑی کوشش سے اپنے بچوں کو ایسی تعلیم دلتے ہیں۔ حدیث طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ و علم دین حال کرنا مہر عظیم مرد اور عورت پر فرض ہے، اکام صدق اسلامی تعلیم ہے نہ کہ سکولوں اور کالجوں کی تعلیم۔ اور اسلامی تعلیم عورتیں اپنے گھروں میں اپنے باپ بھائی خاوند وغیرہ محرموں سے حاصل کر سکتی ہیں۔ باپ کا فرض ہے کہ اپنی بیٹی کو پڑھائے۔ خاوند کا فرض ہے کہ اپنی بیوی کو پڑھائے۔ اگر لوگ اسلامی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے اپنے فرض کو سرانجام دیں تو عورتیں کس طرح جاہل رہ سکتی ہیں؟ محرم اگر پڑھے ہوئے نہ ہوں تو جاننے والوں سے مسائل پوچھ پوچھ کر اپنی عورتوں کو سکھا سکتے ہیں۔ جس میں کسی کتاب، قلم، دوات اور تختی وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ صحابہ کرام کی عورتیں اپنے خاوندوں سے اور صحیحہ بنت حضرت علیؑ علیہ السلام کی بیویوں سے مسائل پوچھ کر ان پر عمل کرتی تھیں۔ یہ نہ تھا کہ ساری عمر ٹھنڈے پڑھنے تاریخ جغرافیہ یاد کرنے اور دنیا کے اور فنون سے واقفیت حاصل کرنے میں گزار دیں۔ اگر گھر میں بھی تعلیم دینے والا کوئی محرم نہیں ہو جائے تو کتابی علم کے حاصل

کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اس کے لئے عورتوں کا سکولوں اور کالجوں میں جانا نتائج کے اعتبار سے بہت ہی برا ہے اس کے لئے کوئی اور مستحسن تدبیر ہونی چاہیے۔

انگریزی تعلیم کا زہر پلا اثر اصل میں منع کالج و سکول ہیں اور سب گناہوں کی بڑھتی ہوئی ہے۔ پس جو امر فلاحی کی جڑ ہو گا۔ وہی سب بیماریات و معاصی کی علت ہو گا۔ لہذا سکول اور کالج تمام اخلاقی رذائل اور دینی کمزوریوں کا سرچشمہ ہوتے ہیں اور کیوں نہ ہوں جب کہ آج کل سکولوں اور کالجوں میں بجاتے تعلیم کے گانا بجانا، ناچنا اور سوانگ سینا، ڈرامہ کرنا سکھایا جاتا ہے۔ پوچھنے لڑکوں کے سامنے ناچتے اور گاتے ہیں۔ گویا تھیٹر اور سینما وغیرہ جو لوگوں کے اخلاق و اموال کے لئے مہلکات سے ہیں ان کا سرچشمہ سکول و کالج ہیں۔ کیونکہ ان تماشوں میں انگریزی تعلیم یافتہ ہی کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ آپ ہی فرمائیے کہ پروفیسروں کا ناچنا، گانا لڑکوں پر کیا اثر کریگا۔ شاید کوئی آزاد خیال یہ کہے کہ ڈراموں میں اور دیگر تماشوں میں عبرت ہوتی ہے کہیں غربت و امیری کا ڈرامہ ہے اور کہیں ساہوکار اور کسانوں کا ڈرامہ ہے۔ کہیں عشق بازی کے بُرے نتائج کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے۔ ان ڈراموں میں غربت کا علاج ساہوکار کے پھندے سے بچنے اور عشق بازی کے بُرے نتائج سے محفوظ رہنے کے وسائل بتائے جاتے ہیں۔ تو ان میں کیا بُرائی ہو سکتی ہے؟ جو اب التماس ہے کہ اول تو جتنے لوگ ان تماشوں میں حصہ لیتے ہیں وہی ان بلاؤں میں زیادہ مبتلا ہیں۔ خواہ ملازم ہو یا مزدور جو کچھ کما تا ہے۔ ان تماشوں میں فروغ کر دیتا ہے اور گھر میں بال بچے ناظر کشی کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حالات اور واقعات کو بد رعبہ سوانگ نقل کرنے سے کبھی عبرت حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ بطور تماشے کے کیا جاتا ہے اور لوگ اس کو تماشا سمجھ کر حیا نفس کے لئے دیکھتے ہیں۔ لوگوں کا اصل مقصد گانا بجانا، ناچنا اور سوانگ دیکھنا ہوتا ہے نہ کہ عبرت حاصل کرنا۔ الغرض تھیٹر سینما وغیرہ باعتبار نتائج کے بھی بہت ہی پیرزی ہیں اور باعتبار اصل کے بھی۔ حامیان بے پردگی کا یہ کہنا کہ عورتیں پردہ کی وجہ سے جب کہ خود فلاحی کی حالت میں ہیں اپنے لڑکوں کو آزادی کو سبق نہیں دے سکتیں۔ بالکل غلط اور تاریخ اسلام

سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ پردہ نشین عورتوں نے بڑے بڑے حکمران، امام اور اولیاء پیدا کئے
ہاں ایسے نام نہاد اور آزاد پیدا نہیں کئے جو مذہب سے آزاد و متنفر ہوں۔ ایسے آزاد و حقیقت
غلام نفس، امیر شہولت اور پرستار حکومت ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کو ایسی آزادی اور تعلیم
پر لات مارنی چاہیے۔ جس سے عورتیں بے حیا ہو کر غیر محرموں سے مسافرت کریں ان کے ساتھ
ہنس ہنس کہ باتیں کریں۔ ناچنے گانے کو کمال سمجھیں۔ غیر محرموں کے ساتھ سیر و سیاحت کریں
اس تہذیب بمنزلہ تعذیب کے سیکھنے کے لئے دوسرے ممالک میں جائیں حالانکہ رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورت کو غیر محرم کے ساتھ حج کی بھی اجازت نہیں دیتے۔
مسلمانو! کچھ تو اوش کر۔ ایسی مہذب مائیں اپنے بچوں کو کس قسم کی تہذیب اور ادب

سکھائیں گی؟

جاتے عبرت ہے یہ جزے واسطے مرد خدا ہوش میں آخواب غفلت سے تھے کیا ہو گیا
غرض اس طرح کی ترقی کر کے اگر مسلمان بالفرض تمام دنیا کے بادشاہ بھی بن جائیں تو
بھی اسلام کی نظر میں یہ سراسر خسراں اور نامرادی ہے۔

کیا جہالت کا علاج دینی تعلیم ہے یا کالجوں کی تعلیم بعض لوگ کہتے ہیں
سے عورتوں میں توہم پرستی اور شرک و بدعت پھیل گئی ہے۔ جو اب التماس ہے کہ یہ بالکل صحیح
اور درست ہے لیکن ان امراض کا علاج سکولوں اور کالجوں کی تعلیم نہیں ہے

بلکہ اس تعلیم سے اگر جہالت و توہم پرستی کے مرض دور ہو سکتے ہیں۔ تو بے حیائی،
خود سری، خود پسندی، اسراف و تبذیر، بے دینی، آوارگی، خود نمائی وغیرہ صدہا ایسے اور امراض
پیدا ہونے کا احتمال ہے جو جہالت سے بھی بدتر ہیں۔ لہذا ایسی تعلیم سے ان کا جاہل رہنا ہی
بہتر ہے کہ دین و دیانت کی صلاحیت تو باقی رہے گی۔ کیونکہ سکولوں اور کالجوں کی تعلیم سے
تو دینی صلاحیت ہی معدوم و مفقود ہو جاتی ہے۔ ایسی تعلیم باذہ عورتیں مسلمان کہلاتی ہوئیں
غیر مسلموں سے شادی کر لیتی ہیں۔ لہذا ان امراض کا حتمی علاج دینی تعلیم ہے اور اسی کے
لئے کچھ نہ کچھ بند و بست ہونا چاہیے۔

علمائے امت سے شرعی پردہ کی تشریح کی درخواست پچھلے دنوں ایک مشہور اخبار میں مذکورہ بلاغوں

پر ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ جس میں علمائے امت سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ پردہ کے باب میں متفقہ فتویٰ شائع کریں اور ساتھ ہی دھمکی دی گئی ہے کہ اگر علمائے امت نے اس طرف توجہ نہ کی تو رفتہ رفتہ وہ کچھ کر دکھائے گی جو نہ ہونا چاہیے اور پھر کسی کے بناتے کچھ نہ بن سکے گا۔ اور جس طرح انگریزی تعلیم کو پہلے پہلے علمائے امت نے حرام قرار دے کر مسلمانوں کو ہندوؤں سے مہلکی کر دیا جس کے متعلق اب رد و رس ہے اور پھپھتا رہے ہیں۔ اسی طرح پردہ کے متعلق بھی کف افسوس سنے کے سوا اور کچھ چارہ نہ رہے گا۔ اور اس کے متعلق صاحب مضمون نے اپنی رلے کا اظہار یوں کیا ہے کہ یورپین طریقہ پر عورتوں کی آزادی اور ہمارا مرد پر پردہ تقریباً۔ اس افراتو تقریب کے درمیان ایک بہترین راستہ خیر الامور اوسطہا کے موجب نکالا جاسکتا ہے۔ **جواب** یہ علمائے امت سے متفقہ فتویٰ کی توقع رکھنا تو محض فتنوں ہے۔ کیونکہ علماء و دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور دوسرے وہ ہیں جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ پس جبکہ ان کے مقصد میں اختلاف ہے تو راؤں میں بھی اختلاف لازم ہے۔ اس کے علاوہ بعض کی نظر عمیق ہوتی ہے اور بعض کی سطحی۔ اس لئے بھی ان میں اتفاق قریب قریب ناممکن ہے۔ پھر ایسے لوگ بھی ہیں جو علم دین سے اصلاً واقفیت نہیں رکھتے اور مذہب میں مداخلت کر کے علمائے امت کے منصب میں دخل بنتے ہیں۔ اب علمائے امت اگر اتفاق بھی کر لیں تو ان مہر و پیوں کا اختلاف تو بہر حال قائم رہے گا پس جبکہ کسی امر پر اتفاق ناممکن ہے اور عدم اتفاق کی صورت میں عورتوں کا بے پردگی پر اتر آنا لازم ہے۔ تو اب ہمیں بجز فضیلتِ جمعیت (عبر ہی اچھا ہے) پڑھنے کے اور کوئی چارہ نہیں اور ہمیں اس بے پردگی اور اس کے شرمناک نتائج کے دیکھنے کے لئے اسی طرح آمادہ رہنا چاہیے۔ جس طرح ہم انگریزی کے خطرناک نتائج دیکھ رہے ہیں۔ معترض صاحب میں اگر ایمان و انصاف کا کوئی حصہ ہوتا تو وہ ان لوگوں کی راستے کی قدر کرتا جو انگریزی پینے

کے مخالف تھے کیونکہ واقعات نے اہم کے خیال، اپنی قسمت کو اور روشن کی طرح صحیح ثابت کر دیا۔
 لے برصغیر میں خاندان مظاہر کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کے سیاسی انخلاء، اقتصادی زبوں حالی اور معاشرتی
 زوال سے انگریزوں نے غاصبوں اور قزاقوں کے روپ میں جس انداز سے فائدہ اٹھایا۔ یہاں کے
 سکون وامن کے طائر کو اسیر کر کے اس کے پر توڑ لئے۔ عیاد نے دام بھرنگ زمیں جس طور سے بچھایا مشرق سے
 مغرب تک پوری دنیا انگشت بدنداں تھی۔ اس سے پیشتر کی تاریخ عالم ایسی پست اور عیار ذہنیت کی مثال
 پیش کرنے سے قاصر تھی۔ مرکزوں شہروں سے بہت دور چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں جو محوڑا بہت امن میں
 تھا اسے بھی سمندر پار سے آنے والی رسد گیر قوم نے سوتا ڈاکر کے دکھ دیا۔ عیاری اور مکاری کے اس نخل کی
 یاد آوری کے لئے انگریزوں نے اب ان دروازوں اور سرنگوں کو بند کرنا شروع کر دیا جہاں سے مدافعت کی
 توقع محسوس کرتے تھے۔ جب دلوں سے زنداں آباد آج انگریز کے وارے تیار سے تھے۔

برطانیہ کی رونقیں بڑھ گئیں مگر یہاں ———— متحدہ ہندوستان میں خام مال صرف ہو گیا، افرادی قوت کو یہ حال بنا
 کر فوج میں بھرتی کر لیا گیا اور افرادی قوت برباد ہو گئی، معیشت تباہ ہو گئی۔ برصغیر کے وسائل نے دم توڑ دیا۔
 آج ایک آزاد قوم حکم کی غلام بن گئی۔ چار سو ظلمت کے راج اور تیرہ بھتیجی کی پورسٹ نے خیمے گاڑ دیئے اور
 تمام قوم بے بسی کے بحر بے کراں کی آفتاب گہرا تیروں میں غرق ہوا ہو گئی۔ ظالم نے بری طرح گھائل کر دیا تھا۔ اور
 اب اذن آہ دفاع بھی نہ تھا۔ زبوں حالی کے آنسو بہانے اور کف افسوس طے کرنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ جبر و
 تعدی کا تختہ مشق بنا، بڑی بے چارگی کے عالم میں زلیست کے دن کاٹنا مقدر بن گیا تھا۔ چرخ سال خوردہ
 نے دیسے پیر لئے تھے۔ بے رحمی پر اتر آیا تھا۔ خطہ ارض تنگ ہو گیا اور اب نہ پستے ماہان نہ چلنے رفتی۔
 قومیں فاتح ہوں یا مغتوح ان میں ہمیشہ ہی کچھ ایسا رمنش لوگ ہوتے ہیں جو ڈوبتی دنیا کے ناخدا ہوتے
 اور اسے پار لگاتے ہیں۔ قوم کا علم ان کے لئے سرمایہ حیات ہوا کرتا ہے۔ قابل ستائش اور واجب الاحرام
 ہیں یہ ہستیاں! انہی مقتدر لوگوں کے خداداد جذبے ایسی تہیلیاں آئیں کہ تاریخ کا دھارا موڑ دیا۔ یہ مخلص
 لوگ اس ظالم و جابر سودیشی قوم سے ٹکر لگتے۔ سروں پر کفن باندھ کر میدان عمل میں نکل آئے۔ ہر محاذ پر بڑے
 زور کارن پڑا۔ حق و باطل کا معرکہ تھا، ظالم اور مظلوم کی آویزش تھی، انسانیت کا خون بہ رہا تھا جسے رامبھنگا جانا
 تھا اور نہ گیا۔

۱۱ لڑا اور حکومت کو دھمکے لگا دیے اور اسی اصول نے اصولوں کے تحت حکم ان (باقی صفحہ ۴۲ پر)

قوم نے جب یہ سوچا کہ یہاں کے باشندوں خصوصاً مسلمانوں کو دھونس دھانسی، لاپرواہی اور تضحیل سے اپنے مقصد کیلئے استعمال کرنا ناممکن ہے تو انہوں نے ذہنی تطہیر کے لئے اپنی مادری زبان ————— انگریزی کو ایک زہر ہلاہل کو مشیریں محلول کی شکل میں پیش کیا اور یہ بھی بتایا کہ یوں ہم باہمی تعادلت کو ختم اور سرد جنگ کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر کے غیر سنگالی کے جذبات پیدا کر سکتے ہیں۔ نا عاقبت اندیش ضمیر فرزند ابن اہر ابن الوقت لوگوں کے لئے یہ دعوتِ اغیار گویا نعمتِ غیر مترقبہ تھی۔ فزائی تمدن، زبان اور کلچر اپنانے اور ہاں میں ہاں ملانے کے معاہدے میں شریک ہو گئے اور اس معاہدے سے روگردانی کرنے والے علماء کرام کو قابلِ گردن زدنی قرار دے دیا گیا اور یہ وہی علمائے عظام ہیں جو بھاری اکثریت میں تھے اور جنہوں نے حسبِ الوطنی و قومی بیداری میں راتوں کا چین اور دن کا آرام حرام کر لیا تھا۔ بے لوث لوگ تھے قوم کی سرفرازی کی خاطر عزت، وقار، تن، من، دھن ہر چیز داؤ پر لگا دی ————— سب کچھ نثار کر دیا۔

آج بھی مسٹی ممبر کم فہم اور عقل کے اندھے موجود ہیں جو درپردہ ارض پاک کی بیخ کنی میں مصروف ہیں مگر ناپاہر جیہ ساقی اور جی صغریٰ کرتے نہیں تھکتے۔ یہ غیر ملکی گماشتے ہر محب وطن کو ہزار ثابت کرنے کے درپے ہیں اور یہی لوگ ہی خواہوں کی صورت میں انہی علمائے کرام پر زبان دشنام دراز کرنے سے باز نہیں آتے اور بعض سادہ لوح لوگوں اور تازہ خون کو ساتھ ملا لیتے ہیں۔ غیرت ایمانی کا تقاضا تو یہ ہے کہ حالات کا تجربہ یہ اپنی مرصی کے بجائے حقیقت پسندانہ کیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ علماء کرام کی عظیم اکثریت نے انگریزی زبان سیکھنے کی مخالفت کی تو مقصود انگریز کے کلچر، تمدن اور تہذیب کے اثرات مذمومہ سے ملک و قوم کو محفوظ رکھنا تھا۔

انہی شب بیدار، نیک سیرت اور روشن کردار لوگوں کی مساعی جملہ سے انگریزوں اور ہندوؤں سے دائمی آزادی کے لئے علیحدہ ریاست کا پر و گرام مرتب ہوا تو اس کام کی حوکی قوت مسلم لیگ سمی جسے قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں برہمی تھی تو انہی حضرات نے دامن، درمے، سخنے مسلم لیگ اور قائد اعظم سے بھرپور تعاون کیا نتیجہً دنیا کی سب سے بڑی مملکت اسلامیہ کا وجود عالم وجود میں آیا۔ ان علماء کرام کی اسی طالع آزمائی نے مخالفت کی، تضحیک و تحقیر کی، مسلم لیگ اور قائد اعظم کے لئے مشکلات پیدا کی گئیں ————— قیام پاکستان کی مخالفت میں اڑی چوٹی کا زور لگا دیا آج بھی سامراجی طاقتوں کے آلہ کار اور مدد و معاون ہیں۔

ناطقہ سرگرمیاں ہر اسے کیا کہتے

(ناشر)

marfat.com

Marfat.com

چنانچہ انہیں بقدر فتنے پھیلنے اور مسلمانوں کو تباہ کر رہے ہیں۔ یہ سب انگریزی پٹھنوں کی برکت ہیں۔ چنانچہ کسی طرف سے آواز آئی ہے کہ مذہب ہماری پستی اور تباہی کی جڑ ہے اس کو چھوڑ دو۔ کسی طرف سے شور مچاتا ہے کہ سود نہ لینا ہی مسلمانوں کی تباہی کا ذمہ دار ہے اس لئے خوب سود لو، کوئی چلاتا ہے کہ پردہ ظلم ہے، وحشت ہے۔ مانع ترقی ہے اسے اٹھا دو، کوئی چیتا ہے کہ خدا نے کم سنی کی شادی کو جائز رکھا کہ قوم کو نقصان پہنچایا۔ اسے منسوخ کر دو۔ کوئی کہتا ہے کہ شادیوں کے امتیاز نے ہماری قومی منافرت کو بڑھا دیا اور یہ معاذ اللہ خدا کی خلق ہے۔ اس لئے اسے منسوخ کر کے مخلوط شادیوں کو رواج دو۔ کوئی کہتا ہے کہ پرانی فقہ لے ہمیں تباہ کر دیا نئی فقہ بناؤ۔ جس میں تمام حرام چیزیں حلال کر دی جائیں۔۔۔ کوئی کہتا ہے کہ جبریہ تعلیم کے ذریعہ سے اسلام کا خاتمہ کر دو وغیرہ وغیرہ۔

الغرض دنیا میں ہر طرف یہی شور ہے اور یہ شور انگریزی خواتین نے برپا کر رکھا ہے جس میں بعض دنیا پرست محض نام کے مولوی بھی شریک ہو گئے ہیں۔

القصد یہ تمام واقعات اس کی تقدیر کر رہے ہیں کہ ان بزرگوں کی رستے نہایت صحیح تھی جو انگریزی کو اسلام کے لئے خطرناک سمجھ کر مسلمانوں کو

اس سے بچنے کی رستے دیتے تھے۔ لیکن معترض صاحب بجائے ان کی تصویب کے اللہ ان کو بیوقوف بناتا ہے اور یہ بھی اسی انگریزی کا اثر ہے۔ نیز وہ کہتا ہے کہ جس طرح مسلمان آج انگریزی کی مخالفت پر رو رہے ہیں۔ یونہی وہ کل پردہ مردہ کی حمایت پر پکھٹائیں گے لیکن ہم کہتے ہیں کہ جو مسلمان انگریزی کے مخالف تھے وہ کبھی نہیں پھٹائیں گے۔ اور نہ ہی وہ پکھٹائیں گے۔ جو پردہ مردہ کی حمایت کرتے ہیں۔ بلکہ جس طرح مخالفین انگریزی آج اپنی رستے کی صحت کو دیکھ کر اپنی رستے کی صحت پر نازاں ہیں۔ یونہی حامیان پردہ

بے پردگی کے مفاسد کو دیکھ کر کل اپنی رستے کی صحت پر نازاں ہوں گے جبکہ ہندوستان پاک و بھارت، ملائیشیا، سنغاپور کی وجہ سے رشتہ یورپ ہو گا اور ہندوستان میں نہ کوئی صحیح النسب گٹے گا اور نہ کوئی شریف۔ اور اس سے زیادہ اس وقت خوش ہوں گے جبکہ مرندہ کے بعد ان خاتونوں کو ان کی بنیادوں کی ترقی جانی اور ان کو ان کی تمام منہاد

حریت اور خود ساختہ ترقی و تمدن کا مزہ چکھایا جائے گا۔

الغرض نہ مسلمانوں کو انگریزی کی مخالفت پر پھپھانے کی کوئی وجہ ہے اور نہ پردہ مروجہ کی حمایت پر۔

اگر بے دین لوگوں نے انگریزی کے باب میں علما کی مخالفت کی تو اپنا ہی نقصان کیا۔
علما کا کچھ نہیں بگاڑا۔ اسی طرح اگر وہ اب پردہ کی مخالفت کریں گے تو بھی اپنا ہی نقصان کریں گے
اور علماء کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

یہی بات کہ علما اگر کسی معتدل بات پر متفق ہو جائیں تو اس فہم کی روک تھام ہو سکتی
ہے سو یہ بھی غلط ہے کیونکہ جن باتوں پر علما متفق تھے ان میں اہل اہل اہوا نے کب ان کا ساتھ دیا۔
اسی طرح اگر وہ پردہ کے باب میں متفق ہو جائیں تو جن کے دماغوں میں حریت کی ہوا بھر چکی ہے
اور جن کو آزادی کی چاٹ لگ گئی ہے۔ وہ علما کے فتویٰ کو کب مانیں گے۔ ایسی حالت میں
علما کو سچی پر قائم رہنا لازم ہے۔ خواہ اہل اہوا ان کے ساتھ موافقت کریں یا مخالفت۔ علما
صحیح راستہ بتانے کے ذمہ دار ہیں اور لوگوں کے عمل کے ذمہ دار نہیں وَذَلِیلٍ اَتَّبَعْتِ اَهْوَاۃَ
هَمَّ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاءَکَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّکَ اِذَا لَمَسْتَ الظَّالِمِیْنَ (سورہ بقرہ نکتہ)
اور تم کو جو علم حاصل ہو چکا ہے اگر اس کے حاصل ہونے کے بعد بھی تم ان لوگوں کی خواہشوں پر
چلے تو اس صورت میں تم بھی نافرمانوں میں شمار ہو گے۔

اب ہم معترضین کے اس اعتراض کی حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں جس کو اس نے خائیر
الرُّسُوْدِ اَوْ سَطَّهَا کہا ہے اور کہتے ہیں کہ معترضین کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو اگر
یورپین لیڈیوں کی طرح پوری ماور پد آزادی نہیں دی جاتی تو انہیں کم از کم نیم آزاد کر دیا جائے
تاکہ مردوں کے دوش بد دستوں پر چلنے پھرنے کی گنجائش ملے اور یہ ادسوادح کی آزادی کا
ہو گی جس کو غیر الاثور کہا جا سکتا ہے۔

اگر صاحب مضمون کا یہ خیال ہے تو اس میں اول یہ سوال ہے کہ یہ تجویز آپ نے
قانون شرعی کی بنیاد پر کی ہے یا اپنی ذاتی رائے سے کی ہے؟ اگر آپ نے یہ تجویز کسی
قانون کی بنا پر کی ہے تو اس کو براہِ شریعت کہا جائے اور اگر ذاتی رائے سے کی

ہے تو آپ کو کیا حق ہے کہ آپ دین الہی میں اپنی رستے کو دخل دیں اور اگر آپ نے یہ تجویز خیر
 الامور اور مسطہا کے دائرہ کو وسعت دے کر اس سے استنباط کی ہے تو پھر ہمیں منتظر رہنا
 چاہیے کہ آپ ایک دن توحید خالص کو افریط اور شرک جنود کو تفریط قرار دے کر عیسائیوں
 کی تلبیت خیر الامور اور مسطہا قرار دیں گے۔

لے اللہ کے بندو! تم کیوں خدا کے دین کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہو۔ اور تم نے
 کیوں اس کی تباہی کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ اگر تم درحقیقت اسلام سے گھبرائے ہو۔ اور تم
 کو خدا کے قوانین کما ہی تسلیم نہیں تو صاف صاف اپنے ارتداد کا اعلان کر دو۔ دوسرے
 مسلمان تو تمہارے مٹنے سے بچ جائیں گے۔ اسلام کا دعویٰ کرنا اور خدا کے دین کو ظلم اور بھروسہ
 اور خلاف مصلحت بتلا کر اس کی تحریف کرنا بالکل انسانیت کے خلاف ہے۔

پردہ سے شریعت کا مقصود حفت ہے۔ پس جو طریق ایسا اختیار کیا جائے۔ جس میں
 حفت پر ہوا پڑے وہ شرعاً ناجائز ہے۔ خواہ عورتیں کھلے منہ پہریں یا برقع اوڑھ کر۔ کیونکہ جب
 کوئی عورت برقع اوڑھ کر غیر مردوں کے ساتھ اختلاط کرے گی اور ان سے بے تکلف باتیں کرے
 گی۔ تو اول تو مرد اس کی ذاتی حیثیت کو کہ خوب صورت ہے یا بد صورت، جوان ہے یا بوڑھی
 وغیرہ، خود نظر سے اور انداز گفتگو سے جانپ لیں گے اور اگر بالعرض نہ جانپ سکیں۔ تو وہ ان
 باتوں کے معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔ جس سے حفت خطرہ میں پڑ جائے گی۔ جو کہ
 خود عورتیں برقع کی جلگی مردوں کو دیکھیں گی اور چونکہ عورتوں میں بھی فطرۃً جذبات شہوانی ہوتے ہیں
 اس لئے جو مرد انہیں پسند ہوگا۔ اس کے چھانسنے کی وہ خود کوشش کریں گی اور جب وہ عورتیں
 خود طالب ہوں گی تو ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ برقع کبھی کام دے سکتا ہے۔ اس لئے
 برقع کے ساتھ عورتوں کو مردوں کے ساتھ ربط ضبط اور خلط ملط کی اجازت دینا ضرور شرعی
 مقصد کے خلاف ہے اور وہ بھی بے پردگی میں داخل ہے۔ اسی وجہ سے جس طرح شارع
 نے مردوں کو غیر محرم عورتوں کے دیکھنے سے منع کیا ہے۔ یونہی اس نے عورتوں کو بھی
 غیر مردوں کے دیکھنے سے روکا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور
اہل بیت المؤمنین اور صحابیات کا پردہ ان کے بعد کے مسلمانوں سے کہیں منقول

نہیں کہ وہ اپنی بیویوں اور رشتہ دار عورتوں کو اپنے ساتھ ساتھ لیتے پھرتے ہوں اور ان کو
مردوں کے مجمع میں شریک کرتے اور دوست آشنائوں سے ملاقاتیں کرتے ہوں۔ پس اگر
شرعی پردہ وہ ہوتا جس کو آج خَيْرُ الْمُسُوْرَاتِ وَ سَطْحُهَا کہا جاتا ہے تو کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ یہ
حضرات عورتوں کو اس طرح مقید کرتے اور آزاد خیالوں کے خیال کے موافق ان پر ظلم کرتے۔

دیکھو جس جہاد سے واپسی میں واقعہ ایک پیش آیا ہے۔ اس میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں مگر آزاد نہیں۔ بلکہ آج کل کی بارہ
عورتوں کی طرح محل رکچا وہاں میں تھیں۔ اسی طرح جنگ جمل میں بھی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا محل
میں تھیں۔ اگر اس زمانہ میں آزادانہ پھرنے کی اجازت ہوتی تو محل کی کیا ضرورت ہوتی اور
اس زمانہ میں مشہروں میں اور جنگوں میں اور مجلسوں میں عام طور پر پھرنا کیوں نہ منقول ہوتا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو حقیقت شرعی پردہ کی آج بنائی جا رہی ہے۔ وہ وہ
ہے جس سے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقف تھے۔ نہ صحابہ کرام، نہ تابعین، نہ تبع تابعین
اور نہ محققین علماء و فضلاء۔ پھر علماء اس کو شرعی پردہ قرار دے کر اس کے جواز کا فتویٰ کیوں کر
دے سکتے ہیں۔

مسلمانوں! جرائم ہمیشہ سے
از تکاپ گناہ سے اباحت گناہ بدتر ہے ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ

لوگ چوری بھی کرتے ہیں، شراب بھی پیئے ہیں، زنا بھی کرتے ہیں۔ سو اگر تم کو بھی شوق جرائم ہے تو
تم جانو مگر تمہارے لئے قانون الہی کو تو نہ بدلو۔ اور جرائم کو خدا کے قانون میں داخل نہ کر دو بلکہ جرم
کو جرم سمجھو۔ اپنے کو گنہگار جانو اور دوسروں کو بے دینی کی دعوت نہ دو۔ ایسا کرنے سے تم
مسلمان رہ سکتے ہو اور قانون الہی کی تعریف کر کے جرائم کو قانون خداوندی میں داخل کر کے
تم مسلمان نہیں رہ سکتے کہ یہ ایک جرم عظیم ہے۔ عورتوں کی بے پردگی بے شک ایک جرم
ہے، گناہ ہے، معصیت ہے۔ سو اگر بعض لوگوں سے یہ معصیت بتھاہنکے نفس د

شیطان سرزد ہو رہی ہے تو ہوا کرے۔ دوسرے معاصی کی طرح یہ بھی ایک معصیت ہے۔ لیکن اس معصیت کو حدود شرعیہ میں لاسنے کی کوشش کرنا۔ آیات و احادیث کی اسطے کر اس کو جواز و اباحت کا لباس پہنانا نہایت ناپاک حرکت ہے اور دین الہی کے ساتھ استہزاء ہے۔ جو اصل معصیت کے ارتکاب سے بھی کہیں بڑھ کر قابل مواخذہ ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیے۔

نام تہاد و تہذیب اور معکوس (الشی) ترقی افسوس ہے! کہ نئی روشنی والوں نے جو درحقیقت مہنح ظلمات ہے روحانیت سے بے گانگی اور مادیت کی دلدادگی کا: متذکرہ لیا ہے اور ہر ایک بے حیائی، الحاد و و میریت، اتباع طرز مغرب کو تہذیب سمجھ رکھا ہے۔ جو درحقیقت تعذیب (عذاب دنیا) ہے اور ہر قسم کی آوارگی و خود سری کو آزاد برکالعب دے رکھا ہے جو دراصل نفس و شیطان کی غلامی ہے۔ جو شخص اس طوفان بے تیزی کے خلاف آواز اٹھاتا ہے۔ "لوسی ہو ترقی کا مانع سمجھ کر ناداں، بیوقوف، اولد فیش اور تنگ خیال و غیرہ الفاظ سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ بے پردگی کے بے مزج آئے دن پڑھتے اور سنتے ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان یورپ کا نمونہ بن جائے۔

پردہ کو غلامی و تسفل (گراڈٹ) کی سب سے نمایاں علامت بتایا جاتا ہے تعلیم اور اعلیٰ قابلیت سے عاری رہنا بھی پردے ہی کا نتیجہ خیال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ غلامی کی اصلی وجہ بے پردگی، بے حیائی اور موجودہ انگریزی تعلیم ہے۔ کیونکہ بے پردگی کی وجہ سے لوگ فسق و فجور میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس ابتلا سے حکومت کی بنیادوں کو مضبوط کر دیا ہے۔ اس لئے کہ جب لوگ عیش پرستی میں محو ہوتے ہیں تو انھیں آزادی کا خیال بھی نہیں آتا۔ اسی واسطے حکومت نے فسق و فجور کے جملہ ذرائع کی عام طور پر اجازت دے رکھی ہے۔ سٹراب، افیون اور چرس وغیرہ مخدرات اخلاق و اجسام کے ہندوستان رپاک و ہندا میں بڑے بڑے کارخانے ہیں۔ بھنگی، چرسی خود بے کار اور دوسروں کے لئے مصیبت بنے ہوئے ہیں۔ زنا با لجر کی جو سزا ہے۔ اس سے زنا کا سدباب نہیں ہوتا اور زنا بارضا کو تو جرم

شمار ہی نہیں کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ بدکاری دن بدن بڑھ رہی ہے۔ کیا آپ ایسی ہی ہو ہیں عورتوں کو کھلے منہ باہر نکلنے، سکولوں اور کالوں میں جانے اور بانٹوں پارکوں ٹھنڈی سڑکوں اور بازاروں کی سیر کی اجازت دے رہے ہیں۔ بریں عقل و دانش بباہر گریست سے مسلمان نہیں ہے بے سبب دنیہ کو حیرانی کہ اپنی آبرو پر پھیر رہا ہے آج کل پانی ترقی کی خواہش ہر زندہ قوم اور ذی حیات فرد کے دل میں ہوتی ہے اور ہونی چاہیے اپنی حالت کو موجودہ سے بہتر بنانے کا دلولہ اگر دل میں نہ ہو۔ تو برکاتِ زندگی سے اس دل کو محروم کہنا صحیح ہے۔ آج دنیا کی تمام قومیں ترقی ترقی کا غل مچا رہی ہیں اور ہر ایک نے اپنی رسائی فکر سے ایک منزل قرار دی ہے۔ جس کی طرف وہ سب دوڑ رہے ہیں۔ ادنیٰ طبقہ سے اعلیٰ درجہ کے انسانوں تک ہر قوم کے افراد ترقی کی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں میں بھی ترقی کی صدا دنیا کی کسی دوسری قوم سے پست نہیں ہے بلکہ شور و شغب تو یہاں بہت زیادہ نظر آتا ہے۔ بہت سے بے کار لوگ جن کے پاس کئی معذور لیجہ معاش نہیں ہے یا جس کام کو کرتے ہیں۔ وہ بد قسمتی سے چلتا نہیں۔ اور ہیں خوش خوراک اور خوش پوشاک خیشن ایل جنٹلمین۔ وہ مجبور ہو کر دھند بگڈاگری (لیڈری کے پیٹ فارم پر جلوہ آرا ہو جاتے ہیں۔ اور دھواں دھار تقریریں کر کے سامعین کو جذبہ ترقی کے بادۂ ناب سے محذور بنا دیتے ہیں کوئی چندہ کھول لیا جاتا ہے اور قوم کو اس کی فراہمی میں مصروف کر دیا جاتا ہے اور جو شخص ان کے پیش کردہ مقصد کو سمجھنا بھی چاہے تو اس کو بے سرو پا الزاموں سے مطعون بنا کر نفرت و لعنت کے نعروں سے خاموش کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے بہت سے آبرو دار نیک دل تہمتوں اور گالیوں کے خوف سے خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔ لیڈر صاحب کی ترقی تو ہو گئی۔ ان کا کام تو بن گیا اور چونکہ وہ بھی قوم کے ایک فرد ہیں اس لئے وہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی سعی قوم کی ترقی کے لئے نافع ثابت ہوئی۔ ایسے لیڈروں کے سوا اور بھی بہت سے لیڈر ہیں جو ہمیشہ ہی ترقی کا رونا روپا کرتے ہیں۔ اور یہ رونا روتے ہوئے ان لیڈروں کو پچاس سال سے زیادہ گزار چکے۔ لیکن اس شور و شغب کا کیا اثرہ ہوا۔ اس بات کو یہ قومی لیڈر ہی کچھ اچھی طرح سے سمجھتے ہوں گے۔

ترقی کی آواز سے جس وقت ہندوستان پاک و ہند میں ترقی کی آواز اٹھائی گئی تھی۔ یعنی آج سے پچاس سال قبل، اس وقت مسلمانوں کی قوت، شوکت، اثر، اعتبار، متول، دینداری، نیک چلنی باہمی محبت و ہمدردی کا کیا حال تھا۔ زمین ہند کے کتنے وسیع رقبے ان کے ملک و تصرف میں تھے۔ ہر شہر، قصبے اور گاؤں میں سر بنگلہ اور فراخ عمارتیں ان کے اقتدار کی شہادتیں دے رہی تھیں۔ دشمن مقابلہ کی ہمتیں نہ رکھتے تھے۔ اور ہندوستان کی قوتیں ان کے رعب سے کانپتی تھیں۔ مسافر نوازی، عزت پروری، ناداروں کی دیکھ بھال، ہمسایوں کی اعانت مسلمانوں کا عام شیوہ تھا۔ صدق و دیانت اور حق و انصاف کے لئے مسلمان غریب و نیاز مند تھے۔ امر اور سادہ پابند مشرع تھے۔ جن لوگوں کی عمر پچاس سال سے زیادہ ہے۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے منظر دیکھے ہیں۔ مگر جب سے اس نام نہاد ترقی کا دور دورہ شروع ہوتا ہے اور ہندوستان پاک و ہند کا گوشہ گوشہ ترقی کے فطلوں سے گونج اٹھا ہے۔ ترقی مآب لیڈروں کی مساعی کا جال ہندوستان بھر میں پھیلتا ہے۔ اس وقت سے مسلمان روز بروز تباہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کروڑوں روپیہ کی جائیدادیں ان کے قبضہ سے نکل کر سالانہ اغیار کے پاس پہنچی رہتی ہیں ان کے ذرائع معاش دم بدم کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ان کا اثر و اقتدار دنیا سے اٹھا جاتا ہے۔ ان کی نیک صفات ان سے منہ موڑ لیتی ہیں۔ ہمدردی و اخوت کی جگہ ان میں حدود عداوت اور بغض و نفاق کے شراب سے بلند ہوتے ہیں اور اس جدید عہد ترقی میں بیسیوں نئے مذہب اور جدید فرقے پیدا ہو کر مسلمانوں کے شیرازہ کو منتشر کر دیتے ہیں دین داری کا یہ حال رہ جاتا ہے کہ مدعیان سیادت یعنی لیڈران نماز، روزے اور اسلامی شکل و صورت سے اجنبی اور نا بلند ہو جاتے ہیں۔ پنجاب سالہ ترقی کی صداؤں اور گونجوں کو شوشا کا یہ انجام ہے۔ اب خواہ اس ترقی پر ناز کیسے یا اس کو امیدوں کا قبلہ گاہ سمیٹے مگر نتیجہ اس کا یہی ہے جو آپ کے سامنے ہے۔

انسان سے فطری ہونا کچھ عجیب نہیں۔ دانا و فرزانه انسان بسا اوقات فطرت پاک غلیظوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن جب دیکھتے ہیں کہ ان کی کوششوں کے نتائج برعکس نکلے اور ان کی عیروں سے بجائے نفع کے نقصان ظاہر ہوا تو وہ اپنے عمل کو روک دیتے ہیں اور

اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں اور حصول مقصد کے لئے دوسرے طریقہ عمل اختیار کرتے ہیں مگر رنج اس بات کا ہے کہ ہمارے حامیان ترقی اور قدائیان افزہ نیت پچاس برس غلطی میں رہ کر بھی بیدار نہ ہوئے۔ قوم تباہ ہو گئی اور ان کی آنکھ نہ کھلی۔ مسلمان مٹ گئے اور انہیں ہوش نہیں آیا۔ دولتیں غیروں کے پاس پہنچ گئیں اور انہیں اب تک اپنی غلطی کا اعتراف نہ ہوا۔ مغلوب قومیں غالب ہو کر چہرہ دستیاب کرنے لگیں اور انہوں نے عظیم و ستم کا طوفان بپا کر ڈالا مگر ہمارے لیڈروں کی خود رانی میں ذرا فرق نہ آیا۔ انہیں اپنی غلط روی کا احساس نہ ہوا۔ انہوں نے اپنی روشش نہ چھوڑی اور ایک لمحہ کے لئے اس پر نظر نہ ڈالی کہ ان کی کوششوں نے ان کے طرز عمل سے، ان کی مزعوم (خیالی) ترقی نے مسلمانوں کو کچھ فائدہ نہیں پہنچایا بلکہ ان کی حالت روز بروز بدتر ہوتی چلی گئی اور جب تک یہ لیڈروں سے اجنبی اور مذہب سے نا آشنا رہیں گے۔ اس وقت تک کامیابی کی صورت نظر نہیں آسکتی۔ ہر قوم اپنی خصوصیات و امتیازات کی حمایت و حفاظت میں اپنی پوری طاقت صرف کر دیتی ہے اور اس میں اس کی بقا و ترقی کا داز مضمر ہے۔ ہندوؤں کو دیکھئے وہ اپنی راہ پر رسم پر کس مضبوطی سے قائم ہیں انگریزی تعلیم اور یورپ د امریکہ کی سیر میں ان کے سروں سے چوٹی کا ایک بال بھی دور نہ کر سکیں ہندوؤں کی چوٹی تو نہ کٹی۔ مگر مسلمانوں کی ڈاڑھی اس جدید ترقی کے استرے سے مُنڈ گئی۔ ہندوؤں کے دماغ سے گاڈ پرستی کا خیال تک نہ مٹ سکا۔ مگر ہمارے جنٹلمین اپنے فرائض چھوڑ بیٹھے۔ ہندوؤں نے جس قدر اپنے رسم و آئین کی حفاظت کی ہمارے لیڈر اتنا ہی دین کی مخالفت میں سرگرم رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو بڑھتے گئے۔ انہیں کامیابی ہوتی گئی۔ انہوں نے اردو کی جگہ مری ہوئی ہندی کو رائج کر لیا اور ہمارے لیڈر اپنا ہی گھر برباد کرنے کو ترقی سمجھتے رہے۔ کبھی پردہ کی مخالفت پر اصرار ہے۔ کبھی سود کے جواز پر بحث و تکرار ہے۔ علما کی توہین اور علوم اسلامیہ کے رواج کا بند کر دینا تو لیڈروں کا مقصد اعظم ہے۔ عمریں علما پر تبرا کرتے گزر گئیں۔ اور روزانہ اخباروں میں برسوں تک اس مبارک ارد پاک گروہ کو کوسلسہ۔ یہ ان حضرات کے اصول ترقی ہیں۔ آج کل جبر یہ تعلیم کے مد اس جا بجا کھل رہے ہیں۔ ان کی دینی تعلیم حتیٰ کہ قرآن پاک کی تعلیم بھی لازمی قرار نہیں دی گئی مگر جنٹلمین حضرات جو مسلمانوں کی نیابت کے

ندی تو بن بیٹھے ہیں۔ اور مسلمانوں سے وودٹ حاصل کرنے میں بہت سرگرمی دکھایا کرتے ہیں وہ سب خاموش ہیں ان کے دل میں درد نہیں اٹھتا۔ کہ وہ قرآن پاک کی تعلیم لازمی سمجھتے جانتے کہ لے اپنی فرتی صرف کریں۔ نہ اس کے لئے جلتے ہوتے ہیں نہ ریزولوشن پاس کئے جاتے ہیں۔ نہ ایڈیٹران اخبار اس پر کوئی آواز بلند کرتے ہیں۔ ترقی کے ولدادوں کے لئے یہ مسئلہ قابل التفات ہی نہیں ہے۔ ریلوے اپنے جدید سٹاف کی وردی میں بعض علاقوں میں ہیٹ (پمبے دلر ٹوپی) رکھی ہے۔ مدد مسلمان جو اس محکمہ میں ملازم ہیں وہ ٹوپی اوڑھے پھرتے ہیں۔ نہ اس پر کوئی احتجاج کیا گیا۔ نہ ریلوے لورڈ سے استدعا کی گئی کہ وہ مسلمانوں کو اس ٹوپی سے مستثنیٰ کرے۔ یہ ٹوپی مسلمانوں کے لئے ناجائز ہے۔ نہ اس پر کوئی جلسہ کیا گیا۔ نہ کسی اخبار نویس نے کوئی توجہ کی۔ نہ حامیان ترقی کو اس پر کوئی آواز اٹھانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کسی نے نہ سوچا کہ ہماری وضع میں تغیر کی ابتدا ہو رہی ہے اور آج ایک محکمہ ہیٹ رائج کرتا ہے تو دوسرے محکمے بھی یہی راہ چلیں گے۔ مگر لیڈروں کو کیا وہ تو خود انگریزی وضع کے شیدائی ہیں اور نوجوانوں کو رغبت دیتے ہیں۔ سکھ اپنی دستار کی حفاظت کر سکتے ہیں مگر مسلمان نہیں کر سکتے۔ حامیان ترقی مزمعوم (خیالی ترقی) تو شاید اپنے خیال میں اس کو عین ترقی سمجھتے ہوں گے۔ ان کے خیال میں تو خواہ کھانے کی روٹی نہ ہو۔ رہنے کو گھر نہ ہو فیشن ہو۔ نو بس ترقی کی انتہائے معراج کو پہنچ گئے مگر حقیقت شناس جانتے ہیں کہ یہ ترقی نہیں بربادی ہے۔ ترقی یہی ہے کہ ہماری حالت پہلے سے بہتر ہو اور اس میں سب سے اول مرتبہ اپنے ذاتی و صفاتی افعال کا ہے۔ مسلمان پاکیزہ صفات سے متصف ہوں۔ ان کے افعال بہتر اور عمدہ ہوں۔ شریعت کی زندگی اختیار کریں اسلامی شان اور اسلامی صورت اور اسلامی انداز ان سے ظاہر ہوں تو یہ اصلی ترقی ہے اور جس دن مسلمان ایسے ہو جائیں پھر دنیا انہیں پامال نہیں کر سکتی۔ حسن خلق، حسن صفات، حسن افعال وہ ملک نہیں جو تغیر (ماکت) کیا جاسکے۔ انجام کار یہ قوت تمام طاقتوں پر غالب

سلہ اس کی وجہ سے معلوم ہوتی ہے کہ اس کو چنے ہوئے آدمی نازا نہیں کر سکتا کیونکہ پیشانی کا زمین پر لگنا سجدہ میں

مزدوری ہے اور ہیٹ پہن کر پیشانی زمین پر نہیں لگ سکتی۔ ۱۳

(ناشر)

marfat.com

Marfat.com

آتی ہے اور ہر فوج کو حُسنِ صفات کے لشکر کے مقابل ہتھیار رکھ دینے ناگزیر ہوتے ہیں مسلمان اگر واقعی ترقی کے خواہاں ہیں تو مسجدیں آباد کریں۔ دیانت و امانت صدق و راستبازی میں اپنے اسلاف کا نمونہ بنیں۔ زیر دستوں اور ضعیفوں کی ہمدردی اپنی راحت سمجھیں دینداروں سے محبت کریں اور جنہیں دین داری سے نفرت ہے انہیں اپنے اخلاقی دباؤ سے دست کریں۔ دوث دینے کا وقت آئے تو یہ دیکھیں کہ جس کو اپنا نمائندہ بنا رہے ہیں وہ شریعت کا کتنا پابند ہے۔ اس کو مسجد کی حاضری توہین تو معلوم نہیں ہوتی۔ اگر ایسے اجنبی کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تو وہ مسلمانوں کی دینی زندگی کی کیا پروا کرے گا۔ ترقی کا پہلو دنیوی ہے علمیان ترقی جو پلیٹ فارموں پر پڑا زور و شور مچایا کرتے ہیں۔ ایک فہرست تو بتائیں کہ انہوں نے اپنے پینچاہ سالہ عہد میں مسلمانوں کو کتنا دنیوی فائدہ پہنچایا۔ مہربانی کر کے سکولوں کالجوں لائبریریوں اور کلبوں کے لئے چندے مانگنے کو ترقی کی فہرست میں شمار نہ کریں بلکہ یہ بتائیں کہ کتنے اجڑے ہوئے گھر آباد ہو گئے۔ کتنی ضائع شدہ جائیدادیں واپس آگئیں۔ آج سے پچاس سال قبل جو مسلمانوں کی مالی حالت تھی۔ اس عہد ترقی میں ان کی دولت کتنی زیادہ ہو گئی۔ خزیب مسلمانوں کی امداد کے لئے آپ نے کیا کیا۔ سد ہا نو تعلیم یافتہ نوجوان نکریں مارتے پھرتے ہیں اور مدعیان ترقی میں سے کوئی انہیں سہارا دینے والا نہیں ہے۔ مسلمانوں! ہشیار ہو جاؤ اور ان لفظی ترقی کی پکار کرنے والوں پر اعتبار نہ کرو۔ جن کے نزدیک ترقی کا معیار یہی ہے۔ کہ سر پر انگریزی ٹوپی رکھ لیں، جانگیا پہن لیں، عورتوں کے بال کٹوا دیں، انہیں برہمنہ بھرائیں اور اپنی مرضی سے انہیں موقع دیں کہ وہ غیروں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالیں۔ اس جیاسوز ترقی پہانت بھیجو۔ اسلامی آئین و وضع کو اختیار کرو جو اس وضع کے خلاف نظر آتے۔ اس کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اگر ہمارا یہ دستور العمل رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ بگڑے ہوئے سنبھل جائیں گے۔ خدا کرے کہ مسلمان اپنے دین کی حمایت و حفاظت کو ترقی سمجھیں اور یہی ان کا نصب العین اور مطمح نظر ہو۔ آمین۔

جو عورت اپنی سلیقہ شعاری اور حسن خانہ داری سے میاں کی مرغوب

پردے کی برکات طبع اور منظور نظر ہے۔ اس کا گھر اس کا تخت گاہ ہے اور اس کا لہر

لم قلم و خانہ کے نعم و نسق کے لئے منقسم ہے۔ وہ گھر سے باہر نکلنے اور ادھر ادھر پھرنے کا وقت ہی نہیں پاتی۔ مگر اس کی عمل داری ہے۔ اس کا عصار عافیت ہے۔ اس کا مقام امن ہے وہ یہاں نہ صرف اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے حاضر رہنے پر مجبور ہے۔ بلکہ بیرونی مشرور اوقات سے بچنے کے لئے بھی اس کا گھر میں رہنا لازم ہے۔ اس لئے شریعت نے عورت کو پردے میں رہنے کا حکم دیا ہے اور یہ عورتوں کے اعلیٰ درجہ کے اوصاف میں سے ہے اور ان کے لئے بڑے افتخار کا باعث ہے۔ جس قدر وہ ستر و پردہ کی پابندی میں کامل ہوں اتنا ہی زیادہ فخر کر سکتی ہیں۔ جس طرح کہ کسی نفیس شے کو لوگوں کی نظروں سے بچایا کرتے ہیں اور کسی کو نہیں دکھلاتے اور کئی پردوں میں چھپا کر رکھتے ہیں۔ اسی طرح سے پردہ سے بھی مقصود یہ ہے کہ عورتوں کی حفاظت کی جائے۔ انہیں ہر کس و ناکس نہ دیکھ سکے نہ یہ کہ جیسا بعض نادان خیال کیا کرتے ہیں کہ عورت کے ساتھ بدگمانی کرنے کی وجہ سے اس کو پردے میں رہنے پر مجبور کیا جاتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا۔ تو عورتوں پر کسی طرح اعتبار نہ کیا جاتا۔ بلکہ انہیں گھر میں داخل کر کے باہر قفل لگا دیا جاتا اور قفل بھی سر مبر کر دیا جاتا۔ یہ خیال کرنا بھی بے جا ہے جیسا بعض کم فہم خیال کرتے ہیں کہ عورتوں کو پردہ میں لکھنا انہیں قید میں ڈالنے کی مثل ہے ان پر بڑی تنگی کی جاتی ہے۔ جس سے ان کی آزادی میں خلل پڑتا ہے۔ حالانکہ شریف عورتیں بالطبع پرہیز کو پسند کرتی ہیں۔ پھین سے لگن پر حیا و شرم اس قدر غالب ہوتی ہے کہ پردہ مرغوب طبع اور بے پردگی بار خاطر ہوتی ہے۔ گویا پردہ ان کی فطرت میں راجل ہے۔ انہیں یہاں تک پردہ کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اس سے انس و محبت کرنے لگتی ہیں اور اسے ایسا ہی ضروری خیال کرتی ہیں جیسا اور اپنی طبعی عادات کو۔ حتیٰ کہ جو عورتیں اس میں ذرا کوتاہی کرتی ہیں انہیں شرم دلانے پر آمادہ ہو جاتی ہیں۔ انہیں بے شرم اور بے باک قرار دیتا ہے۔

علاوہ بریں یہ سمجھ کر کہ پردہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ اسے خوشی سے قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی عطا اور ثواب کی امیدوار بن جاتی ہیں۔ پس جب یہ حالت ہو تو کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ شریعت محمدی نے عورت کو مظلوم و قیدی بنا رکھا ہے ظلم تو تب ہونا کہ اسے اپنی خوشی سے اختیار نہ کرتی۔ مگر من شریعت کے موافق پردہ کرنے میں ظلم کا کوئی ثبوت نہیں مل سکتا۔

حق تو یہ ہے کہ تمام ادیان و مشرانع کی نسبت شریعت محمدیہ میں عورت کی بڑی عزت ہے۔ اس لئے اس نے عورت کی کمال حفاظت کی ہے۔ بدکاروں اور بد معاشوں کی نظروں سے خوب بچایا ہے۔ علاوہ ازیں لغواتے اِنَّ النَّفْسَ الْكَامِرَةَ بِاللَّسْوَةِ بَعْضِ عَوْرَتِوْنَ كَاشِرِ نَفْسٍ مِّنْ مَّغْلُوبٍ ہونا بھی ممکن ہے۔ ایسی صورت میں پردہ ان کے لئے ضرور و مفاسد سے پورا پورا بچاؤ ہے اور پردے میں عورت کی نسبت کسی قسم کی خیانت کا مشکل سے خیال ہو سکتا ہے۔ اس کے خاوند کو اپنی نسل کے متعلق پورا اطمینان رہے گا۔ بخلاف اس صورت کے جبکہ عورت بے پردہ ہو کر باہر نکلتی ہو اور غیر مردوں سے ملتی جلتی ہو۔ تو شکوک و شبہات کا پورا امکان ہے۔

اگر تعصب اور نفس پرستی کو چھوڑ کر عقل سلیم سے کام لیا جائے تو بوجہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ عورت کے لئے پردہ نہایت ہی عمدہ احکام میں سے ہے۔ زن و شوہر دونوں کا اس میں سراسر فائدہ ہے۔

دوسرا حصہ شرعی بحث

بادیے اولے

ملکہ شریکے کے ایک بیان کا جواب

کی شرمناک تہذیب اور جیاسوز آزادی کے شیدا ہو سنا ہی مسلمان کہلانا اور
یورپ سے مسلمانوں کی طعن و تشنیع سے بچنا بھی چاہتے ہیں۔ اپنے دعویٰ کو قرآن و
حدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ آیات و احادیث کے مطالب و معانی
کی نہایت دیدہ دلیری سے کتر بیہوشی کرنے کے مرتکب ہوتے ہیں چونکہ ان ظاہر المعانی احکام
کی تعمیل کرنا کوئی خالہ ہی کا گھر نہیں ہے لہذا ان مباحث میں ان کا تکلف و تصنع نہایت مضحکہ خیز
ہوتا ہے۔ ان سے بھی زیادہ عجیب و غریب وہ لوگ واقع ہوتے ہیں جو ان مباحث کی
کشمکش اور لوگوں کی تضحیک و تخریب (مذاق اڑانا اور بیوقوف بنانا) سے بیجا پھرتے کے لئے
کہہ دیتے ہیں کہ احکام شرع میں پردہ ثابت نہیں ہوتا۔ موجودہ پردہ بالکل مابعد کی ایجاد
ہے۔ چلو قصہ ہی تمام ہوا۔

قبل اس کے کہ ہم پردہ کے متعلق شریعت کے احکام کی تفصیلات بیان کریں مناسب
معلوم ہوتا ہے کہ منکرین پردہ کے ان اقادیل باطلہ کا نمونہ بھی ناظرین کو دکھلا دیں۔ جن میں وہ
اپنی مطلب پراری کے لئے احکام شرع کی تخریب و تضحیف (تبدیل کرنا اور مٹانا) کیا
کرتے ہیں اور اس قسم کے مضامین میں سے ہمارے نزدیک ملکہ افغانستان شریا بیگم کا وہ بیان
سبب نقل کر دینا زیادہ پر لطف ہو گا۔ جو اپنے مدلل و مسکت جواب سمیت رسالہ اصلاح
باغبانپورہ میں ہمارے مکرم دوست مولانا مرزا محمد نذیر عیسیٰ کے قلم سے شائع ہو چکا ہے یہ
بھی واضح رہے کہ یہ مضمون اس وقت لکھا گیا تھا جب غلامی امان اللہ خاں تخت کابل پر

برسر اقتدار اور رفع حجاب آزادی نسواں اور منہج تعدد ازدواج وغیرہ اصلاحات کئے پورے زور کے ساتھ ساعی تھے۔ قبائل کی بغاوت کا ابھی کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔ ایسے حالات میں واقعات موجودہ سے جن نتائج ممکنہ کی پیش گوئی اس مضمون میں کی گئی ہے اور وہ جس طرح من و عن پوری ہوتی وہ بھی قابل توجہ ہے وہ پونہ۔

یہ حقیقت عالم آشکار ہو چکی ہے کہ تحت کابل کے جوان بخت شہر پارلے یورپین طرز زندگی کے دلدادہ ہو کر قدیمی اسلامی شعار کو خیر باد کہہ دینے کا ہتھیہ کر لیا ہے۔ اور ان بعض محض المذہب مراسم و آداب کو حرف غلط کی طرح مٹا دینے کا عزم مصمم کر لیا ہے جن کو یورپ کی تقلید میں حاصل ہونے والی مادی ترقیات کے لئے خارج سمجھا گیا ہے۔ ترکان انگورہ بھی اس ذہنیت میں ان کے ہم عنان بلکہ ان سے دو دو قدم آگے ہیں۔ مگر کابل اور انگورہ کی حیثیتوں میں اس قدر فرق ہے کہ موخر الذکر جماعت میں صدیوں تک یورپ کی ہمسائیگی میں رہنے کے باعث مذہب کی طرف سے خاص آزادی و مطلق العنانی سرانت کر چکی ہے اور اگر وہاں کچھ مذہبی تاثرات کے آثار باقیہ پائے جاتے ہیں۔ تو وہ براستے نام ہیں۔ جن کو معقول و معدوم (کمزور اور زخم) کرنے کے لئے مہوڑی سی قوت کا مظاہرہ کافی ہے۔ بخلاف اس کے افغانستان آج تک مذہبی استقامت کا گوارا رہا ہے۔ وہاں کھلم کھلا اسلامی شعار و آداب کی مخالفت کرنا ایک عظیم الشان مذہبی طاقت کو مقابلہ کئے چیلنج دینا ہے۔ جو بڑی سے بڑی حربی قوت کے آگے بھی سر تسلیم خم کرنے والی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انگورہ آج کل یورپ کی تقلید میں جو کچھ کر رہا ہے وہ علائقہ بلخ و بلخاں مذہب اور بلا خوف مخالفت کر رہا ہے مگر کابل جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس کو مذہبی تاویل کا رنگ دینے پر مجبور ہے۔

الضہ و نون علیا حضرت ملکہ افغانستان شریا خانم نے پردے کے خلاف کسی نمائندہ اخبار کے سامنے بعض خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ جن کو مذکورہ فرقہ حیثیت کے ماتحت محض یہ تکلف مذہبی روشنی میں لانے کی کوشش کی ہے۔ مخالفین پر وہ جو بڑھم خود اسکو دنیوی ترقیات کا مانع سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی دنیوی مقاصد کو دینی مصالح پر ترجیح بھی دینا چاہتے ہیں تقاضائے صداقت تو یہ ہے کہ انہیں بر ملا کہہ دینا چاہیے کہ جو مذہبی رسوم ہمیں دنیوی و مادی ترقی

سے روکتی ہے۔ اگرچہ دین اسلام اس کی کتنی ہی تائید کیوں نہ کر رہا ہو۔ اس کو ہم ہرگز اختیار نہیں کر سکتے مگر ملکہ محدود اس طرح صاف گوئی سے اپنا اصلی مافی الضمیر ظاہر نہیں فرماتیں بلکہ جو ارشاد ہے وہ اس انداز میں ہے گویا آپ کو ہر طرح اسلام کا پاس نہ نظر ہے۔ چنانچہ فہر ماتی ہیں :-

”موجودہ پردے کا آغاز اسلام میں خلیفہ عباس کے عہد میں ایرانی رواج کے زیر اثر ہوا تھا۔ ہسپانیہ کے مسلمانوں نے کبھی پردہ نہیں کیا اور ان کی عورتیں مدارس میں جلسہ ہائے عام میں اور تقریروں وغیرہ میں شامل ہوتی تھیں“
اس فقرہ سے بظاہر یہ مترشح ہوتا ہے کہ گویا پردے کے مخالفین اسلام کے اس قدر خیر اور احکام اسلام کے اس قدر پابند ہیں کہ وہ کسی غیر اسلامی رواج کو اختیار کرنا گوارا نہیں کر سکتے وہ پردہ کے مخالف اس لئے ہیں کہ یہ ایک غیر اسلامی رسم ہے جو قرون اولیٰ کے بعد بطور بدعت جاری ہوئی اور سابقین اولیں میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ یہ طرز استدلال جس قدر بوجہ اور پادہ ہوا ہے۔ اسی قدر اس میں احکام اسلام کی کھلی ہوئی توہین اور آئمتہ دین کے ساتھ صاف استہزاء بھی ہے۔

موجودہ پردہ سوائے اس کے اور کیا ہے کہ عورتوں کو گھروں میں اقامت پذیر رہنے اور بلا ضرورت شہید کے گھر سے باہر نہ نکلنے کا حکم ہے اور اس بات کی پابند رہنا ان کا فرض ہے کہ سینا، تعویذ وغیرہ تماشے دیکھنے نہ جائیں۔ بازاروں، مندلیوں میں نہ جائیں۔ گلی کوچوں میں کھے بندوں نہ پھریں۔ نامحرم مردوں کے سامنے برا فگندہ نقاب (نقاب اٹھائے نہ آئیں۔ ان پر اپنی زیب و زینت ظاہر نہ ہونے دیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر اس قسم کا پردہ تعلیمات اسلام پر مبنی نہیں اور محض ایرانی رواج کے زیر اثر پیدا ہوا ہے تو پھر آیت قرآنیہ کے معنی کیا ہوں گے۔ وَقُرْآنَ فِیْ بُیُوتِكُمْ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْأُولَى (سورہ احزاب رکوع ۴)

یعنی راتے بیویا گھروں میں جمعہ بیٹھے رہو۔ اور جاہلیت کے زمانہ کے
سے بناؤ سنگار نہ بناؤ بیٹھے۔

نیز اس آیت قرآنیہ کا کیا مطلب ہو گا۔

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْنَضْنَ مِنْ أَعْيُنِهِنَّ مِنَ الذَّكَوَاتِ وَيَحْفَظْنَ فِي رُءُوسِهِنَّ
 وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا بِضُرُوبِهَا مِنْ حَيْثُ رَجَعْنَ مِنَ الْمَدِينِ
 کہو کہ وہ بھی اپنی نظریں نیچے رکھیں اور اپنی سرنگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر
 نہ ہونے دیں۔ مگر جو اس میں سے یا مجبوری ظاہر ہوتا رہتا ہے (معاف ہے) اور اپنے سینوں
 پر دوپٹوں سے بکھل ماسے رہیں۔ مگر اپنے خاندنوں پر یا اپنے باپ دادا پر۔ الخ (پہاڑی ۱۰۷)
 اَلرَّكُورَاتُ فِي بُيُوتِكُنَّ وَاللَّائِبَاتُ مِنْ زِينَتِهِنَّ اَوَّلُ وَكَيْفِيَّتُهُنَّ
 بِحَضْرَةِ عِنْدَ جُودِ عَيْنِ عَالِمِ رُءُوسِ كَارِوَجِ جُو آج کل مسلمانوں میں جاری ہے اسلامی
 تعلیمات کا اثر نہیں۔ بلکہ کسی ایرانی حرمازدا کی ایجاد ہے۔ تو کیا عورتوں کا کھلے سینوں اور برہنہ
 پنڈلیوں کے ساتھ برا فگندہ نقاب اغیار و اجانب ربے نقاب اغیار اور اجلیوں، اسکے
 سامنے آنا اور ان کیل تماشوں میں آزادانہ شامل ہونا جہاں نامحرم ایکٹ اور جیباختہ عشق و
 حس کے غایت سوز ایکٹ دکھا دکھا کر ناظرین و ناظرات کو مسحور و مفتون رفتے ہیں مبتلا
 کرتے ہیں۔ کسی ایسی پیغمبری تعلیم میں داخل ہے۔ جو آج تک تمام آئمہ دین کی دسترس علی
 سے تو باہر رہی۔ مگر صرف اس زمانے کے یورپ پرست اشخاص کے ذہن پر القا ہو گئی۔

لبوغت عقل زحیرت کہ این چه بوالعجبی است

اگر عورتوں کا ستر و حجاب اور ان کی خانہ نشینی ایسا جلی رواج ہے۔ جو اسلام میں
 زبردستی داخل کر دیا گیا تو پھر اس صحیح حدیث کا مطلب کیا ہو گا، صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا
 اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا وَسَلَاةُهَا فِي مَخْدَعِهَا اَفْضَلُ مِنْ
 سَلَاةِهَا فِي بَيْتِهَا اَوَّلُ اَلْبُؤَدَا اَلْبُؤَدَا اَلْبُؤَدَا اَلْبُؤَدَا اَلْبُؤَدَا اَلْبُؤَدَا اَلْبُؤَدَا اَلْبُؤَدَا
 سے بہتر ہے اور اس کا ترجمہ خانے میں نماز پڑھنا گھر کے اندر نماز پڑھنا صحیح میں نماز پڑھنے
 سے بہتر ہے اور اس کا ترجمہ خانے میں نماز پڑھنا گھر کے اندر نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

اگر عورت کی خانہ نشینی ایرانی رواج کے زیر اثر پیدا ہوئی ہے اور وہ احکام اسلام
 کی رو سے باہر آنے جانے میں قطعاً آزاد ہے تو پھر اس فرمان نبوی کی کیا تاویل
 کی جاسکتی گی کہ الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ قَدْ اَخْرَجَتْ اَسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ (مسئلہ)

یعنی عورت تو سر اپنے عورت یعنی قابل ستر و حجاب ہے۔ جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ موجودہ پردہ کھینچتا اسلامی اصول پر مبنی اور اسلامی تعلیمات کے زیر اثر ہے۔ اس کو غیر اسلامی کہنا محض اتباع ہوا اور اسلام پاک کی تحریف اور اس کے ساتھ کمال بے وفائی ہے۔ جس کی تم میں اپنے دین و مذہب کی تخریب کے بعد افریقی معاشرت کی تعمیر کا لائحہ عمل کار فرما ہے۔

اگر سپانیہ کی مسلمان عورتوں کا پردہ نہ کرنا صحیح ہے تو کیا ان لوگوں کا یہ طرز عمل اسلام کے کسی مسلمہ اصول پر لڑا انداز ہو سکتا ہے۔ خصوصاً ان لوگوں کا طرز عمل جو قرونِ اولیٰ سے صدیوں بعد گزرے ہیں اور جن کے رسم و رواج پر یورپ کا قرب و جوار لڑا انداز ہو چکا تھا۔ پھر ارشاد ہے: "اگر پردہ اسلامی فریضہ میں داخل ہوتا تو ایک مسلمان کو پردہ نہ کرنے پر شریعت اسلامیہ کی طرف سے یہی سزا دی جاتی جیسی کہ دیگر مکروہ افعال کے لئے دی جاتی ہے۔ ابھی تک یہ کبھی سنانے میں نہیں آیا کہ فلاں مسلمان عورت کو اس لئے سزا دی گئی ہے کہ وہ بے پردہ ہو گئی تھی۔"

حیرت کی بات ہے کہ شرک و بیہوشی اور و لیسٹریٹس اور بیخسٹریٹس وغیرہ وغیرہ کھلے کھلے احکامِ خداوندی کی موجودگی میں پردہ سے مسلمان فریضہ ہونے میں کون سا شک باقی رہ جاتا ہے۔ جس کے لئے مذکورہ فلسفی استدلال سے کام لینے کی ضرورت ہے یہ استدلال منطقی شکل میں یوں مرتب کیا جاسکتا ہے کہ:

بے پردگی پر کوئی شرعی سزا مقرر نہیں اور جس کام پر شرعی سزا نہ ہو وہ مباح ہے۔ پس بے پردگی مباح ہے۔

حالانکہ اس استدلال کا مقدمہ ثانیہ جس پر نتیجہ کا مدار ہے غلط ہے یعنی یہ کلیہ صحیح نہیں کہ جس کام پر شرعی سزا مقرر نہ ہو وہ مباح ہوتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ خدا کی رحمت سے تا امید ہونا، خدا کے غضب سے بتر ہونا، کسی صغیرہ گناہ پر اصرار کرنا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، چغلی کھانا، یتیم کا مال کھانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا وغیرہ قسم کے افعال گناہ ہیں یا نہیں۔ اگر گناہ

ہیں تو پھر بتائیے کہ ان پر کون سی شرعی سزا مقرر ہے۔ اگر آج تک سننے میں نہیں آیا کہ فلاں مسلمان عورت کو اس لئے سزا دی گئی کہ وہ بے پردہ پھرتی ہے تو فرمائیے کسی چغل خور کی زبان بھی اس لئے کافی گئی کہ وہ لوگوں کی چغلیاں کرتا تھا۔ سب جانتے ہیں کہ زنا کے لئے رجم اور جلد کی ہولناک سزائیں مقرر ہیں مگر کسی غیبت گو کو بھی پھانسی پر لٹکتے ہوئے دیکھا کہ گناہ بظہری نبوی الْغَيْبَةِ اَشَدُّ مِنْ الزَّانَا غَيْبَتِ زَنَا سے بھی سنگین ہے۔ شریعت میں خاص تمدنی و معاشرتی مصالح کی بنا پر جن جرائم پر سزائیں مقرر ہیں۔ ان کی تعداد سات آٹھ سے زیادہ نہیں۔ ان کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں ایسے افعال اور بھی ہیں جن پر عدالتی سزا تو مقرر نہیں مگر شرع کی زبان میں ان کو گناہ یا جرم کہا گیا ہے۔ کیا کوئی مسلمان یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ چونکہ ان افعال پر کوئی شرعی سزا مقرر نہیں لہذا وہ کام گناہ نہیں بلکہ مباح ہیں۔ پھر عورت کی بے پردگی کو جو قرن ہا قرن سے صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ عظام، علمائے کرام کے نزدیک ایک مستنکر و مکروہ کام اور خدا و رسول کی نارضا مندی کا باعث ہے۔ محض بائیں دلیل مباح بنا لینا کہ اس پر عدالتی سزا مقرر نہیں ہوگی۔ کہاں کی دانش مندی ہے؟

جو لوگ بے پردگی کو اس لئے مباح سمجھتے ہیں کہ اس پر کوئی شرعی سزا مقرر نہیں۔ انہیں چاہیے کہ بھوٹ، غیبت، چغلی وغیرہ کے مباح ہونے کا بھی اعلان کر دیں۔ کیونکہ ان جرائم پر بھی کوئی خاص سزا مقرر نہیں اگر وہ کہیں گئے ان جرائم پر آخرت میں سزا ہوگی تو عورت کی بے پردگی پر بھی آخرت کی سزا سن لیجئے۔

صحیح مسلم میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَنِسَاءٌ كَأَسِيَّاتٍ عَارِيَّاتٍ مُسَيَّلَاتٍ مَا مَلَأَتْ رُءُوسَهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَاقِلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحًا طَيِّبًا الخ یعنی اور (جہنم کے اندر) وہ عورتیں ہوں گی جو بظاہر پوشاک پہنے ہوئے ہیں مگر ایسی باریک گویا بعض اعضا، سینہ، پنڈلی وغیرہ اس طرح برہنہ رکھ کر کہ، شنگی کی ننگی ہیں۔ لوگوں کو (سرم عام چل پھر کر) اپنے اوپر مائل کرتی ہیں اور خود بھی ان پر جھکی پڑتی ہیں۔ ان کے سرناز سے اونٹوں کے عمدار کو بان کی طرح (جھکے ہوئے) ہیں وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی، نہ اس کی خوشبو یا سبکیں گی۔

جائزات نبوت میں سے ایک بات یہ ہے کہ اس حدیث کے آغاز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات فرماتے ہیں صِنْفَانِ مِّنْ اَصْحَابِ النَّارِ لَسَا رُھْمَا یعنی دو چیزوں میں دو ایسی جماعتیں ہوں گی۔ جن کو میں نے نہیں دیکھا۔ یعنی وہ لوگ آپ کے عہد میں نہیں تھے۔ آئندہ زمانے میں پیدا ہونے والے تھے جن میں ایک مذکورہ جماعت ہے۔ جس کے اوصاف یورپ کی عورتوں اور ان کی مقدمات دہریوی کرنے والیوں پر صادق آتے ہیں جو سر، چہرہ، سینہ، کلائی پھٹلی وغیرہ اعضاء کو اغیار و اجانب (غیروں اور اجنبیوں) کے سامنے برہنہ کرنا خلاف حیا نہیں۔ بلکہ داخل فیشن سمجھتی ہیں اور منظر عام پر اپنی طرام ناز سے چلتی ہوئی اہل نظارہ کے قلوب پر فارت گری کرتی ہیں اس سے آگے ارشاد ہے،

• اور یہ پڑھنے سننے میں آیا کہ خلفائے راشدین یا کسی اور بزرگ کے زمانہ میں مسلمان کے ذریعے سے یہ گوشش کی گئی کہ وہ پردہ پہر کر اس امر کی تبلیغ کریں کہ ہر مسلمان عورت کے لئے پردہ نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ پردہ کرانے کے لئے کوئی باقاعدہ پروپیگنڈہ نہیں کیا گیا۔

بے شک جو اصحاب پردہ کے مخالف ہیں۔ یہ بات ان کے پڑھنے اور سننے میں نہیں آئی ہوگی کہ عہد نبوت یا خلفائے راشدین کے زمانہ میں پردے کی ترویج کے لئے کبھی گوشش کی گئی ہے۔ اور اس کی وجہ محض یہ ہے کہ ان اصحاب نے کبھی کتب احادیث و سیرت کا مطالعہ نہیں فرمایا اور مطالعہ کیوں فرمائیں۔ جبکہ ان کے ساتھ دلچسپی ہی نہیں۔ جب ان کو کتب احادیث و سیرت کے ساتھ کوئی قلبی لگاؤ نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے احوال و اعمال کے متعلق کوئی بات ان کے پڑھنے اور سننے میں کیونکر آئے۔ لیجئے ہم عرض کرتے ہیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے پہلے اہل عرب کے اخلاقی خصائل شرم و حیا کی پابندیوں سے آزاد تھے۔ رجال و نساء۔ ذکور و اناث کا آزادانہ اختلاط تھا۔ قرابت قریبہ کی کسی عورت سے تعلق کرنا اور پھر مجلس میں اس پر غزبہ شعر کہنا معیوب و مکروہ نہیں سمجھا جاتا تھا اسلام نے آئے ہی اخلاق عامہ کی کاپیٹ دی۔ ان وسائل و ذرائع کا استیصال کر دیا۔ جو

ناجائز اختلاطات کے لئے ممد ہوتے تھے۔ بازاروں کو شترالاماکن اسب جگہوں سے بری
 نگہ قرار دیا۔ مردوں کے ساتھ تشبہ کرنے والی عورتوں کو مستوجب لعنت بتایا۔ گھر سے
 باہر نکلنے والی عورتوں کے متعلق فرمایا کہ شیطان ان کی تاک میں ہوتا ہے۔ بلکہ عورتوں کو حاجت
 ضروریہ کے لئے باہر جانے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہنے دی۔ اور گھروں میں رہتے ہوئے
 تعمیر کرتے۔ تا محرم مرد عورت کا ایک کمرہ میں تخلیہ قطعاً حرام قرار دیا۔ عورتوں مردوں سب
 کے غضب بصر کا حکم دیا نظر نیچی کرنے کا حکم دیا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اور
 ام المؤمنین میمونہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھی تھیں۔ اتنے میں
 ابن ام حکوم رضی اللہ عنہ جو نابینا تھے آئے اور آپ کے پاس پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں پردے میں ہو جاؤ۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کیا وہ نابینا نہیں ہیں کہ ہمیں دیکھ سکتے؟ آپ نے فرمایا۔ تم تو نابینا نہیں ہو۔
 کیا تم اسے نہیں دیکھتیں؟ اب فرمائیے اس سے بڑھ کر پردے کے لئے اور کسی تبلیغ
 کی ضرورت ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو مبارک قول نکلتا تھا وہ
 فوراً نقل و نقل صد ہا کالوں اور زبانوں کی منزلیں طے کرتا اقتضاتے ملک تک پہنچ جاتا تھا
 آپ۔ نہ عورت کے لئے غیر مرد پر نظر کرنا ناجائز قرار دیا۔ اور کافرا امت (ساری امت) نے
 یہ حکم سن لیا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا پروپیگنڈا ہو گا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ شیر و برکت کا زمانہ تھا۔ چند سال میں عام شرور و
 مفسد کا کافی سدباب ہو گیا تھا۔ غیر مردوں کا اختلاط یکسر نابود ہو چکا تھا۔ ہاں رات یا صبح
 کے اندھیرے میں عورتوں کو اجازت تھی کہ مسجدوں میں نماز پڑھنے چلی جائیں۔ لیکن آپ
 کی وفات سے محض تری مدت بعد جب زمانے کی ہوا کچھ بدلنے لگی تو حضرت عائشہ رضی
 اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ آج کل عورتوں نے جو زنگ ڈھنگ اختیار کیا ہے۔ اگر رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو ان کو مسجدوں میں جانے سے بھی منع فرما دیتے۔ اس سے
 عیاں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جن سے بڑھ کر تسوانی حیا مرد حجاب کے متعلق
 نبی الی اللہ لے نہیں ہو سکتا تھا۔ عورتوں کے پردے کی تدریجی اصلاح میں کس

قدر خرد برد رہتا تھا۔ کیا یہ پردے کی تبلیغ کی تجاویز ہیں یا کچھ اور؟
 جب خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک عہد میں عورتوں کے لئے اس قدر احتیاط
 کی ضرورت ہو گئی تھی اور پھر وہ بھی ان عورتوں کیلئے جو کسی متاثرہ گاہ میں اور کسی لمحہ لعیب
 کے لئے نہیں۔ بلکہ مسجدوں میں نماز پڑھنے کے لئے جائیں تو چاہیے کہ اس جو دھویں
 صدی میں عورتوں کا باہر نکلتا کسی قدر خطرناک ہے جو سر اسر مشر و فساد کا نشانہ ہے اور پھر
 ایسی عورتوں کے لئے جو مسجدوں میں نماز پڑھنے کے لئے نہیں بلکہ سینما اور تھیٹر دیکھنے کے
 لئے اور ان کے ذریعے اپنے اوپر اخلاقی تباہی کا دروازہ کھولنے کے لئے بنے تباہ ہوں امید
 ہے کہ ان چند معروف مسائل سے علیٰ حضرت اگر یہ کلمات پر کسی حد تک روشنی پڑے گی۔

باب دوم

پردے پر ابرو بیگم صاحبہ کی ایک بصیرت افروز تقریر

تاہم پانچوں انگلیاں یکساں نہیں۔ آج خواتین ملت میں اگر بعض دو پرودہ وغیرہ شعراء اسلام کے درپے تخریب ہیں تو ان کے مقابلہ میں بعض مبارک و مسعود ہستیاں ان کی تردید اور شعراء اسلام کی تائید میں اپنی قوت بیان اور زور قلم صرف کرنے میں بھی مصروف ہیں چنانچہ پچھلے دنوں مولانا ابوالکلام آزاد کی ہمیشہ محترمہ ابرو بیگم صاحبہ سیکرٹری لیڈیز کلب بمبئی نے خواتین کے ایک جلسہ میں ایک مدلل و پر زور تقریر کی جس میں انہوں نے اس بلند آہنگی سے مخالفین پرودہ کے دھادی بخینہ (بے ہودہ دعویٰ) اور دلائل (ریکھہ) (حیرت و ذلیل ویلوں) کا تار و پود بکھیر لیا ہے کہ اس کو پرچو کر روح ایمان تازہ ہو جاتی ہے۔ ناظرین و ناظرات (قاریں) کے استفادہ کے لئے اس تقریر کے بعض حصص یہاں نقل کئے جاتے ہیں آپ فرماتی ہیں:

پردے کی صرف ایک آیت حکیم میں صرف ایک آیت پرودہ کے متعلق ہے جس کو ہمارے علمائے سلف نے اپنے مفہوم کی فسطی سے غریب صنف نازک پر سخت کر دیا۔ ورنہ اسلام نے عورتوں کو ویسی ہی متجاوزہ آوازی، بے پردگی، جس ذکور سے اختلاط اور میل جول کا حکم دیا ہے جیسا کہ غیر قوم میں مستحسن ہے اور مغربی خواتین کے نقش قدم پر چلنے کی کوششیں جاری ہیں۔ اس لئے میرا یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ قرآن میں متعدد مقامات پر ہمارے پردے کا ذکر ہے اور میری مسلمان بہنیں اور بھائی کسی طرح بھی کلام ربانی کو نظر انداز نہیں کر سکتے پردہ کی اسلامی حقیقت کیا ہے اور پردہ کے شرعی حدود واقعی کیا ہیں۔ تاکہ یہ نا فہمی دور ہو جاسے کہ قرآن حکیم میں صرف ایک آیت ہے حالانکہ متعدد آیتیں ہمارے لئے شمع ہدایت ہیں۔

پردہ قرآنی قانون ہے پردہ یا عجاب ایک قرآنی قانون ہے جو امت اسلامیہ کے طبقہ نسواں کو حق تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے اس لئے سپرد کیا گیا ہے کہ اس قانون کے ذریعے وہ اپنی قدرتی عزت اور وقار کی واقعی قدر و قیمت اور ان کی اعلیٰ خصوصیات و کمالات اور قیمتی جذبات و سعادات کی حفاظت و تعظیم کر سکیں جو بطور پیدائشی حقوق کے ان کو خدا تعالیٰ کی جانب سے ملے ہیں۔ آج اسلامی گھرانوں میں زوجین کے تعلقات کی باہمی تعمیر و اعتماد و اطمینان کی جو مضبوط چٹانوں پر قائم ہیں۔ ایسا اعتماد و اطمینان جو ہر قسم کی آلائشوں اور بندگمانیوں سے مصفیٰ اور پاک ہے۔ زیادہ تر وہ اسی الہی قانون کے پاکیزہ نتائج ہیں۔ الحاصل چند در چند روحانی، اخلاقی، معاشرتی بلکہ جسمانی و طبعی اعراض و مقاصد کو سامنے رکھ کر کسی مرد و عورت نے نہیں بلکہ مردوں اور عورتوں کے خالق اور بنانے والے نے قانون کا ایک مجموعہ عورتوں کو عطا فرمایا ہے۔ جس کی اجمالی تعبیر پردہ یا عجاب سے کی جاتی ہے۔ اس وقت یہ موقع نہیں ہے کہ قانون کے عقلی پہلوؤں سے بحث کی جائے۔ اس لئے ان اعراض کی تفصیل سے قطع نظر کرتے ہوئے اس وقت صرف ترتیب کے ساتھ ان قوانین و احکام کو بیان کرتی ہوں۔ جو براہ راست اسلامی مستند کتابوں یعنی قرآن و حدیث اور فقہ سے حاصل کی گئی ہیں۔

عورتیں بھی خدا کی بندیاں ہیں میں عورتوں کو صرف یہ بتانا چاہتی ہوں کہ پردہ اس قسم پر زبردستی یا ان کو کمزور پاکر عائد نہیں کئے ہیں۔ میں ان کو نسوانی عقل و سمیت، شرافت و بزرگی پر بدترین حملہ سمجھتی ہوں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے احکام و قوانین کے براہ راست خطاب کے مستحق اپنے کو مرد سمجھتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ کتاب کے اس شرف و امتیاز سے عورتوں کو محروم کیا جائے۔ مرد اگر خدا کے بندے ہیں۔ تو ٹھیک اسی طرح عورتیں بھی خدا کی بندیاں ہیں اور مذاہب میں کچھ تفریق و امتیاز کیا گیا ہو تو کیا گیا ہو لیکن قرآن کریم کا اعلان عام ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :

یعنی میں تم سے کسی عمل کرنے والے کے
عمل اور کام کو برباد نہ کروں گا۔ وہ مرد ہوں یا
عورت۔ تم میں سے بعض بعض سے پیدا ہو سکتے ہیں

إِنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ
مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ تَعْضُكُمْ
بِشْنٍ بَعْضٍ ط سوره آل عمران ۳۰

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

یعنی جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور
وہ ایمان والے ہوں۔ تو میں انہیں پاکیزہ زندگی
کے ساتھ زندہ رکھوں گا۔ اور ان کے کاموں
کی مزدوری عطا کروں گا سوره نحل رکوع ۱۳۰

مَنْ وَعَمِلْ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ
أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ
حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ
بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

قرآن کریم اس قسم کی آیات سے معمور ہے
بہر حال اب میں اس مسئلہ کی طرف آپ
کو متوجہ کرتی ہوں کہ انسانی زندگی کے اور بہت سے شعبے ہیں اور ہر شعبہ کے متعلق اسلام میں مختلف
مسائل ہیں۔ ان میں چند مسائل یہ بھی ہیں۔

۱۔ انسانوں کے باہمی میل یا سوسائٹی کا کیا اصول ہونا چاہیے؟

۲۔ مردوں اور عورتوں کے لباس کی نوعیت کیا ہونی چاہیے؟

۳۔ گھر میں رہنے اور باہر نکلنے میں کن ضوابط کی پابندی کرنی چاہیے؟

انہی مسائل یا سوالات کا تعلق صرف عورتوں سے نہیں ہے۔ بلکہ مردوں سے بھی ہے

ان کے متعلق تفصیلی احکام شریعت میں موجود ہیں البتہ انہی مسائل کے وہ دفعات جن کا

تعلق عورتوں سے ہے ان کی اجمالی تعبیر ادب میں لفظ پردہ یا حجاب سے کی جاتی ہے۔ لوگ

عموماً پردہ کے ان تفصیلی اجزاء و قوانین سے کسی ایک جزو یا قانون کو لے کر الجھ پڑتے ہیں۔

ہر ایک کے سامنے چونکہ ناقص مواد ہوتا ہے۔ اس لئے صحیح نتیجہ تک پہنچنے میں دشواری پیش

آتی ہے۔ ہر دفعہ کے متعلق اسلامی تصریحات کو جدا جدا عنوانوں میں آپ کے سامنے پیش

کرتی ہوں فَسَنُشَاقُّنَّ فُلْيُوْمِسْنَ وَنَسْنَ مِثْلًا ۚ فَلْيُكْفُرْ ۚ ۴ یعنی جس کا دل چاہے

کرے اور جس کا دل چاہے انکار کرے۔

اجنبی مردوں سے میل جول اور سوسائٹی کا مسئلہ یعنی جس طرح مرد مرد سے
 میل جول اور عورتوں میں عورتوں سے ملتی جلتی ہیں۔ کیا ٹھیک اسی طرح
 ان ہی آداب و مراسم کے ضوابط کے ماتحت عورتوں کو اجنبی مردوں سے ملنے کی اجازت ہے
 یہ سوال یوں بھی کیا جاسکتا ہے کہ ایک ماں جس طرح اپنے بیٹے سے ایک بیٹی اپنے باپ
 سے، ایک بہن اپنے بھائی سے یا ایک بیوی اپنے شوہر سے ملتی ہے۔ کیا اسی طرح وہ ہر
 غیر محرم اجنبی مرد سے مل سکتی ہے۔ کسی متعصب تنگ نظر ظالم مرد کا نہیں بلکہ عورتوں کے
 خالق رحمنی اور رحیم کے ارشادات و ہدایات کا سرف جس طرح مردوں کو حاصل ہے۔ اسی طرح
 عورتوں کو بھی ہے۔ ان احکام کی تصریحات ملاحظہ فرمائیے۔

اول حکم ہے کہ مردوں کی نگاہ عورتوں سے اور عورتوں کی نگاہ مردوں سے علیحدہ رکھنے
 چنانچہ سورۃ نور رکوع ۲۴ میں ہے۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ
 الْبَصَارِ لَعَلَّ لَمْ
 وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ
 مِنْ أَبْصَارِهِنَّ

یعنی ایمان والے مردوں سے کہو کہ اپنی
 نگاہیں نیچی رکھیں اللہ
 اور ایمان والی عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی
 نگاہیں نیچی رکھیں۔

بیانی کے احساس کو باہم ایک دوسرے سے جدا رکھنے کی مخرج اس حدیث میں
 ہے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین ام سلمہ اور میمونہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما کو ایک نایینا سے اپنی نگاہ کو جدا رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ابوداؤد ترمذی میں اس حدیث
 کا مشہور جملہ یہ ہے کہ حضور نے عورتوں کو مخاطب کیے فرمایا: اَفْعُمِّيَا وَارْتَأْتُمَا الْكُفْرَ
 تَبْصُرُ اَيْهٍ یعنی کیا تم دونوں عورتیں بھی اندھی ہو۔ کیا تم اسے نہیں دیکھتی ہو۔

یہ ارشاد نبوی اس موقع پر ہوا تھا جب کہ ابن ام مکتوم صحابی نابینا رضی اللہ عنہ حضور
 کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے بیویوں سے فرمایا۔ تم ہٹ جاؤ۔ بیویوں نے کہا کہ یہ تو اندھا
 ہے ہم کو کیا دیکھے گا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم تو اندھی نہیں ہو۔

(۲) نہ صرف نگاہ کے واسطے بلکہ قرآن پاک میں یہ بھی حکم ہے کہ اپنے زیورات کی آواز کو بھی

مردوں کے کانوں سے بچاؤ۔ چنانچہ سورۃ نور میں ارشاد ہے:۔

وَلَا يُضْمِرُونَ بِأَن يُصَلُّوا
لِيُغْلِبُوا مَا لِيُخْفِينَ مِنْهُ
زَيْنْتِ هِثْ ط (پا ۱۸ ۱۰۶)

یعنی عورتیں اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں
جس سے زینت ظاہر ہو جائے۔ یعنی ان کی
پازیب وغیرہ کی آواز مردوں کے کان میں نہ پہنچے؛

(۳) صرف بیانی اور شنوائی کے ہی احساسات نہیں ہیں۔ بلکہ حدیث صحیح میں بتصغیر کا وجود
ہے کہ عورتیں اپنی خوشبو کو بھی مردوں کی ناک سے جدا رکھیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

ایہ امراة بن استعطرت فموت
علی قوم یجد وارمیھا زانیة۔
یعنی ہر وہ عورت جس نے عطر ملا ہوا مردوں
کے پاس سے گزرے تاکہ اس کی خوشبو لوگ
سونگھیں تو ایسی عورت زانیہ ہے۔

(۴) جب دور کے احساسات و تاثرات کے متعلق اتنے احکام ہیں تو ان سے سمجھا جاسکتا
ہے کہ باہم اجنبیوں کا ایک دوسرے سے مصافحہ کرنے اور بدن کے چھونے کی اسلام نے
کیسی ممانعت کی ہوگی۔ حدیث شریف میں صاف موجود ہے۔ چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے:۔

لأن یطعن فی راس احدکم
بمغیظ من حد ید خیر لہ
من ان یصت امراة لا تغل لہ

یعنی تم میں سے کسی کے سر میں سوتی چھبوتی
جائے تو بہتر ہے اس سے کہ وہ کسی ایسی
عورت کو چھوتے جو اس کیلئے حلال نہیں۔

الغرض ان نصوص کا صاف و صریح اقتضایہ ہے کہ اجنبی عورتیں غیر محرم مردوں سے
جس حد تک جدا رہ سکتی ہیں۔ ان کو جدا رہنا چاہیے اس کا خلاصہ اس روایت میں ہے۔

عن علیؑ انه کان عند النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فقال ای شیء
خیر للنساء فسکتوا قال فلما
رجعت قلت لفاطمة ای شیء
خیر للنساء قالت الامر من الرجال
ولا یرونہم مذکورہ حدیث

یعنی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے حضور
نے پوچھا کہ عورت کے لئے سب سے اچھی
بات کون سی ہے لوگ چپ رہے۔ علی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں گھر آیا تو فاطمہ رضی

صلی اللہ علیہ وسلم
 فَقَالَ فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي
 الخ

اللہ عنہا سے سوال کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا
 کہ عورتوں کے لئے سب سے بہتر یہ ہے
 کہ نہ مرد عورتوں کو دیکھیں اور نہ عورتیں مردوں
 کو دیکھیں صلی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا فاطمہ میرے
 بدن کا ایک حصہ ہے۔

بہر حال اجنبی مردوں اور عورتوں کے باہمی میل جول کے اصل احکام یہی ہیں اور مسلمانوں
 کی شریف عورتیں جو اسلام اور قرآنی قوانین کی پابند ہیں۔ ان کا ابتداً اسلام سے اس وقت تک
 ان ہی احکام پر عمل ہو رہا ہے۔ جس کی بنیاد نہ کسی ملک کے رواج پر نہ کسی غیر قوم کی تقلید
 پر قائم ہے بلکہ قرآن و حدیث کے بالکل کھلے ہوئے الفاظ کی اطاعت ہے۔ مثلاً اگر کسی اجنبی
 عورت سے کوئی چیز مانگنی ہو۔ یا لین دین کا معاملہ ہو تو حکم ہے،

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ
 مِنْ وَرَائِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ
 أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَ
 قُلُوبِهِنَّ (سورہ احزاب)

یعنی جب تم کوئی چیز عورتوں سے مانگو تو
 پردہ کے پیچھے سے مانگو۔ یہ تمہارے اور ان
 کے لئے پاک طریقہ ہے۔

عورتوں کو بغیر نذر مردوں سے گفتگو کرنے کی اجازت ہے لیکن قرآن پاک نے
 اس میں یہ شدید شرط لگا دی ہے کہ اجنبی مردوں سے نزم اور شیریں لہجہ میں گفتگو نہ کرو بلکہ اس
 میں سختی ہوئی چاہیے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :-

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ
 الْإِدْبِيُّ فِي قَلْبِهِ مَسْرَعًا (سورہ نزلہ)

یعنی بات کرنے میں نرمی نہ کرو ورنہ جس کے
 دل میں بیماری ہے وہ للہجہ کرے گا۔

علاج و معالجہ کے موقع پر اجازت ہے کہ طبیب عورت کے اس مقام کو دیکھ اور چھو
 سکتا ہے جہاں مرض ہو مثلاً ہڈی ٹوٹ گئی ہو یا پھوڑا نکلا ہو۔ اسی طرح دینی ضروریات کے لئے
 اس قانون میں نرمی پیدا کی گئی ہے۔ مثلاً حج کے موقع پر عورتوں کے جمیع کو مردوں سے دور اور

لگ رکھا جاتے۔

مسئورات کا مسجدوں میں آنا اجازت کے ساتھ حکم تھا کہ عورتیں بچوں کی صف سے بھی پیچھے رہیں کہ **أَخْرَجُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجْنَا اللَّهُ مَعْنَى عَوْرَتُوْنَ كَوَيْحِيَّ رَكُوْبِكُمْ** خدا نے ان کو پیچھے رکھا مگر یہ حکم بجز درت تھا۔ اس لئے کہ نماز کے متعلق اصل حکم عورتوں کے واسطے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ:

صَلَاةَ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ
 مِنْ صَلَاةِ الْمَرْأَةِ فِي حَيْثُ رَتَبْنَا وَصَلَاةَ الْمَرْأَةِ
 فِي مَسْجِدِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ الْمَرْأَةِ
 فِي بَيْتِهَا

یعنی عورتوں کی نماز کو طہری میں بہتر ہے بہ نسبت
 گھر کے صحن کے۔ اور کو طہری در کو طہری کی نماز
 بہتر ہے۔ کو طہری کی نماز سے۔

اس لئے قرن اول ہی میں عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مشورہ دیا:

كُوَيْبَرِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 مَا أَخَذَتْ النِّسَاءُ لَمَنْعَهُنَّ
 الْمَسَاحِدَ رَوَاهُ الْمُسْلِمُ

یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے
 ان باتوں کو جو عورتوں نے پیدا کی ہیں تو ان کو
 مسجدوں میں آنے سے روک دیتے۔ لہذا جو ان
 عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا۔

سہر حال جو کچھ ہوا۔ ابتدائے اسلام میں ہوا عرب میں ہوا قرن اول میں ہوا۔

عورت اگر جوان ہے تو اس کو چاہیے کہ اپنے گریبان کو اوڑھنی سے اچھی طرح ڈھانکنے لے
 اور اپنے بناؤ سنگار اور زیب و زینت کی چیزوں کو لاہر نہ کرے۔

سورہ نور رکوع ۴ میں ہے **وَالْيُسْبُلِيْنَ زَيْنْتُهُنَّ**
إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ
عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ (یعنی عورتیں اپنا بناؤ سنگار ظاہر نہ کریں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں

سہ اس مسئلہ پر مزید دال دل دیکھنے کا شوق ہو تو فضل بریلوی مرحوم کا رسالہ جمل النور فی نہی النساء عن زیارة القبور

دیکھتے اس میں تمام مشکوک و شبہات اور اعتراضات کے جواب بڑی تحقیق سے دیئے ہیں۔ (دانش)

marfat.com

Marfat.com

کو اور صحنی سے ڈھانک لیں، اس چیز سے ڈھانک لیں؛ اس کی تصریح بھی قرآن پاک نے کر دی ہے کہ جلیب ابڑی چاکھری ہوئی یا بے سلی اپنے اوپر ڈال لیں۔ چنانچہ سورہ احزاب رکوع، میں ارشاد ہوتا ہے:-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَ تَلْبَسُ الْجِلْبَابَ
وَمِنْ ثَمَّكَ وَنِسَاءُ الْمُؤْمِنِينَ
يَكْتُمِينَ عَلَيْنَّ مِثْرًا
جَلَابِيبُهُنَّ -

یعنی اسے نبی اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں
اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے
اور پرچہ اور ڈال لیا کریں۔

قرآن مجید کا جلیب ابڑی ہے جو سہل کر اس زمانہ میں برقع ہو گیا ہے اور یہ سلی چادر برقع کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ اس کا رواج عہد رسالت میں بھی تھا۔ چنانچہ ابو داؤد میں ہے کہ ام خلاء ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نقاب ڈال کر آئی۔ اس کا لڑکا شہید ہو گیا تھا۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ اس کا بیٹا مارا گیا لیکن اسے اپنے نقاب کی پڑی ہوئی ہے اس نے جواب دیا کہ اگر مجھ پر بچہ کی مصیبت آتی ہے تو میری شرم و حیا پر تو مصیبت نہیں آتی ہے۔

احادیث میں ایسے آثار بکثرت مل سکتے ہیں جن سے عہد نبوت میں نقاب اور برقع کا رواج ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔

یہ تو جوان عورتوں کے بیرونی لباس کا اصل حکم تھا۔ عورت اس لباس
سنگار اور زیب و زینت پر کسی حد تک اضافہ کر سکتی ہے۔ اس اضافہ کی اسلام نے کوئی
حد مقرر نہیں کی ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ عورت پھپھنے کی چیر ہے۔ عورت
جس قدر بھی چھپا سکتی ہے، اپنے آپ کو پھپھانے لیکن ضروریات پر نظر کرتے ہوئے خدائے
تعالیٰ نے اس قانون کو نرم کر دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا الْأَمَّا ظُهُرُ مَنِّهِنَّ۔ لیکن سنگار میں سے

سے اس برقع سے پڑنا برقع مراد ہے جو سر سے پاؤں تک عورت کو ڈھانپ لیتا ہے معصوم علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں موجودہ طرز
کے برقعے نام و نشان کو نہ تھے۔ آج کل کے برقعے پردے کے لئے نہیں ہیں بلکہ یہ تو بطور فیشن پہنے جاتے ہیں۔ ان
برقعوں کو پردہ سے کوئی واسطہ نہیں اللہ تعالیٰ اس بے حیاتی اور بے شرمی کے فتنے سے مسلمان عورتوں کو محفوظ رکھے۔ آمین

جو خود کھل جائے۔

مطلب یہ ہے کہ عورت زیب و زینت کو جہاں تک ممکن ہو چھپائے۔ لیکن اگر زینت کا کوئی حصہ خود بخود کھل جائے تو مضائقہ نہیں خود بخود کھل جانا ایسی چیز ہے۔ جس کی بنیاد ان کے مشاغل کی نوعیت پر ہے۔ جن میں عورت معروف ہو مثلاً ایک امیر عورت گھر سے اس لئے نکلتی ہے کہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں چلی جائے۔ اس وقت وہ زیادہ سے زیادہ جس چیز کے کھلنے پر مجبور ہے وہ آنکھ ہو سکتی ہے تاکہ راستہ دیکھتی جائے۔ اسی طرح ایک مزدور عورت بازار سے سودا یا کنویں سے پانی لانے کو گھر سے نکلتی ہے بظاہر ہے کہ ان کاموں کو صرف آنکھوں کے کھولنے سے وہ انجام نہیں دے سکتی۔ لہذا بعض صحابہ مثلاً عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی کرم اللہ وجہہ اور فقہائے حنفیہ نے بیرونی لباس کی حد یہ مقرر کی ہے کہ ان حالتوں میں عورت چہرہ اور ہتھیلیوں کو کھلا رکھ سکتی ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں دونوں پاؤں کو بھی شریک کر لیا ہے۔ یہ تمام باتیں فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں جو مختلف مشاغل کے لحاظ سے اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں۔

اس حد تک عورتوں کو اجازت کی نوعیت بالکل ایسی ہے۔ جیسا کہ مردوں شرعی لباس کے لباس کی کم از کم حد ناف سے گھٹنوں تک مقرر ہے یعنی ہر حالت میں کم از کم اتنا حصہ جسم کا چھپا رہنا ضروری ہے۔ عجیب بات ہے کہ عورتوں کے اس کم از کم لباس کو جس کی اجازت مجبوری اور ضرورت کی بنا پر ہے، بعض لوگ شرعی لباس قرار دیتے ہیں اور اس پر اضافہ کو غیر مشروع کہتے ہیں۔ گویا اس سے زیادہ لباس پہننا عورتوں کو شرعاً ممنوع ہے میں ان حضرات سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ اگر عورتوں کے لئے شرعی لباس کی حد یہی ہے تو کیا مردوں کا اسلامی لباس ناف سے گھٹنوں تک صرف ایک اونچی دھونی یا صرف ایک فکرت ہے؟ (جو ناف سے لے کر گھٹنوں تک جسم کو چھپالے)

مشاغل کے لحاظ سے ظہور کی حد عورتوں کے لئے جو آہنری ہو سکتی تھی۔ فقہانے صرف اس کو متعین کر دیا ہے اور چونکہ لباس کا یہ کم از کم درجہ ہے۔ اس لئے اس کے پہننے والیاں جو عموماً غیر مستطیع طبقہ کی ہوتی ہیں۔ کتر درجہ کی عورتیں سمجھی جاتی ہیں۔ عہد نبوت کے بعد

تقویٰ اور پارہیزگاری کو معیاری طور پر مردوں کے ساتھ منہ چہرہ کھولنے سے روکی جاتے۔
 کا مشورہ دیا ہے وَفَقَدْ كَشَفَ الْوَجْهَ بَايَتِ الرِّجَالِ
 یعنی جو ان عورت لازمی طور پر مردوں کے ساتھ منہ چہرہ کھولنے سے روکی جاتے۔

یہ تو جو ان عورتوں کے بیرونی لباس کی حد تھی سن
سن رسیدہ عورتوں کا لباس رسیدہ عورتوں کے لباس میں قرآن پاک نے وسعت
 کر دی ہے۔ چنانچہ سورہ نور رکوع ۸ میں ارشاد ہوتا ہے :-

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي
 لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ
 جُنَاحٌ اَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ
 یعنی جو عورتیں نسوانی فرائض سے تھک چکی ہیں
 اور اب نکاح کی امید نہیں رکھتیں تو ان کے لئے
 مصلحتاً نہیں اگر وہ بیرونی لباس اتار دیں۔

اس سے برقع یا چادر کے بغیر نکلنے کی اجازت نکلتی ہے مگر ساتھ ہی لباس میں بناؤ
 سنگار اور زیب و زینت سے احتراز کی سخت تاکید بھی کی گئی ہے اس حکم بالا کے بعد یہ الفاظ
 ہیں غَيْرُ مُتَبَجِّجَاتٍ بِزِينَةٍ یعنی بناؤ سنگار کر کے اور بن عین کر باہر نہ نکلیں اور صرف یہی
 نہیں بلکہ بڑھی عورتوں کو بھی خدا کا مشورہ یہ ہے کہ برقع یا چادر نہ اتاریں تو بہتر ہے وَارْتَدِ
 لِيُتَعَفَّفْنَ خَيْرٌ لَّهِنَّ یعنی اور اگر وہ عفت اختیار کریں تو ان کے لئے بہتر ہے۔

تیسرا سوال گھر میں آمد و رفت کا ہے۔ اس سوال کا تعلق عورتوں اور
گھر میں آمد و رفت مردوں دونوں سے ہے۔ گھر میں انسان بے تکلفی کے ساتھ امن
 اور راحت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ جس آزادی سے وہ گھر میں رہ سکتا ہے۔ باہر نہیں رہ سکتا
 اس لئے گھر میں آنے والوں پر خاص قسم کے قیود عائد کرنے ضروری ہیں۔

لباس کے ذیل میں کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے عورتوں کے لباس کی دو
 قسمیں ہیں خانگی اور بیرونی۔ خانگی لباس میں چونکہ عورتوں کو وسعت دی گئی ہے۔ اس لئے
 گھر کا وہ حصہ جہاں عورتیں اپنے اسس لباس میں آزادی کے ساتھ رہتی ہوں۔ تولدے
 محرم مردوں کے اور کسی کو اس میں جانے کی اجازت نہیں۔ قرآن پاک میں صاف طور پر یہ
 تصریح موجود ہے کہ

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ
 أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ
 یعنی اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔ مگر
 صرف اپنے شوہروں باپ اور اپنے
 شوہر کے باپ بیٹوں اور شوہروں کے
 بیٹوں پر۔ (سورہ نور ۶۲)

اور قرآن مجید ہی نہیں بلکہ احادیث نبویہ میں بھی اس کی تفصیل موجود ہے۔ چنانچہ
 بخاری شریف میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خبردار! عورتوں میں نہ گھسا کر وہ یہ تو گھروں میں آنے کے متعلق تھا
 اس کے بعد اب ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ اسلام نے گھر سے نکلنے کے لئے بھی عورتوں پر کچھ حدود
 عائد کئے ہیں یا جس طرح مرد بے روک ٹوک گھر سے باہر جاسکتا ہے اسی طرح عورت کو بھی
 اجازت ہے؟

جہاں تک اسلامی تصریحات کا تعلق ہے۔ عورت کا تعلق گھر سے
 عورت کا گھر سے نکلنا
 بہ نسبت مرد کے زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ اسی بنا پر عورت کو
 اب البیت گھر والی کہا جاتا ہے۔ گویا گھر کی مالکہ وہی ہے گھر کے اس خصوصی انتساب کو اس زیادہ
 میں قید اور گھر کو عورت کا زندان یا قفس کہا جاتا ہے۔ بہر حال عورتوں کے متعلق یہ صاف
 حدیث طبرانی میں موجود ہے لَيْسَ لِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ فِي الْخُرُوجِ إِلَّا مُصْطَرَّةً
 اسی کی طرف دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے الْمَرْءَةُ عَوْرَةٌ إِذَا خَرَجَتْ
 اسْتَشَارَ فَهِيَ الشَّيْطَانُ یعنی عورت پھپھانے کی چیز ہے جب وہ نکلتی ہے تو شیطان
 اسے جھانکتا ہے۔

قرآن پاک میں اس قانون کا جہاں ذکر ہے وہاں بجائے عام عورتوں کے امہات
 المؤمنین کو براہ راست مخاطب فرمایا ہے اور اس لئے بعض لوگ اس قرآنی حکم کو صرف
 امہات المؤمنین کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ جن الفاظ میں
 خداوند تعالیٰ نے اس حکم کو ارشاد فرمایا ہے اس سے اس خصوصیت کا پتہ نہیں
 چلتا۔ وہ الفاظ یہ ہیں :-

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ
وَلَا تَبَرَّحْنَ بِتَأْوِيلِ الْجَاهِلِيَّةِ
الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ
الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

یعنی گھروں میں ٹھہری رہو اور پہلی جاہلیت
کے رواج کے مطابق بن ٹھن کرنے نکلا
کرو۔ نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، اور اللہ
اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

رَسُولَهُ وَسِرَّةَ احْتِطَابِ

۷۷

امہات المؤمنین اور عام مستورات
اس آیت میں چند باتوں کا حکم ہے :-
۱۔ گھر میں ٹھہرے رہنا ۲۔ جاہلیت اولیٰ
کے سے بناؤ سنگار نہ کرنا ۳۔ نماز قائم کرنا ۴۔ زکوٰۃ دینا ۵۔ اللہ اور اس کے
رسول کی اطاعت کرنا۔

ان میں سے آخری چار باتیں امہات کے ساتھ قطعاً مخصوص نہیں۔ کیا زینت
جاہلیت سے احتراز، نماز و زکوٰۃ کی ادا۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت صرف آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے ساتھ مخصوص ہے؟ کیا تمام مسلمان عورتوں پر اس کی تعمیل
واجب نہیں؟ اور جب ایسا نہیں ہے تو ایک سلسلہ کے صرف ایک حکم کو محض لہمات
کے ساتھ مخصوص کر لینے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ خصوصاً جب کہ حدیثوں سے عورتوں
کے گھر سے بے ضرورت نکلنے کی ممانعت عام ہوتی ہے۔ آخر کس بنیاد پر اس حکم کو
ازواج مسلمات کے ساتھ مخصوص کیا جاتا ہے۔ البتہ قرآن ہی سے اتنا ضرور معلوم
ہوتا ہے۔ کہ یہ احکام ان اعلیٰ اور بلند خیال عورتوں کے لئے دیئے جاتے ہیں جو اپنی
زندگی کو تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ گزارنے کا ارادہ رکھتی ہیں جیسا کہ اس آیت کے
ابتدائی الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لَسْنَا بِكَ كَأَسَدٍ**
مُتَرَبِّئِ النِّسَاءَ إِنَّ النِّسَاءَ لَفَتَنَاتٌ۔ یعنی اسے نبی کریم کی بیوی! تم معمولی عورتوں
کی مانند نہیں ہو۔ اگر تقویٰ کے ساتھ رہنا چاہتی ہو۔

کیا تقویٰ کی ضرورت امہات المؤمنین کو حتیٰ جملہ مسلم خواتین کو نہیں؟ کیا زینت جاہلیت
سے احتراز جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں بناؤ سنگار کے ساتھ عورتیں میلوں تماشوں میں شریک

ہوتی تھیں۔ اس سے ممانعت خاص ازواجِ مطہرات لکھتے ہیں۔ جن کے مطہر ہونے کی سند قرآن حکیم میں موجود ہے۔ ان کو دوسرے شیطان یا اتہام مخالفین کا اندیشہ تھا معاذ اللہ! اور ہم لوگ اس سے پاک ہیں۔ ہم کو کوئی خطرہ نہیں۔ ہمیں ضرورت احتراز نہیں۔ یا قیام نماز اور ادا کرنا زکوٰۃ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت۔ یہ سب حکم ہمارے لئے نہیں بلکہ اہمات المؤمنین کے لئے تھے؛ ایسا ہرگز نہیں بلکہ یہ احکام سب مسلمان عورتوں کے لئے ہیں۔

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اب مسلمان بھی مقدس قرآن کی ویسی تاویلیں کر رہے ہیں جیسا کہ غیر اقوام نے تورات اور انجیل کے پاک حکموں کو بدل ڈالا ہے۔

مستورات ضرورتاً باہر جا سکتی ہے جس طرح پردہ کے تمام واقعات میں استثنا کے لحاظ سے استثنا کیا گیا ہے چنانچہ بخاری شریف میں ہے۔ اِذْ نَکُتُ اَنْ تَخْرُجْنَ حَوَائِجَ کُنَّ لِعِیْنِ تَمَّ عَوْرَتُوْنَ کُوْا اِجَازَتٌ دِیْ گئی ہے کہ ضرورت کے لئے باہر نکل سکتی ہو۔

ضرورت کے وقت مسلمان عورتوں کا یہ طبقہ ہمیشہ باہر نکلتا رہا ہے۔ حج کے لئے تیرہ سو سال سے انہی گھرانوں کی عورتیں ہر سال مکے میں جاتی ہیں۔ جب کبھی ضرورت پیش آتی ہے تو عورتوں نے جنگ کے موقعوں پر مردوں کے علاج معالجہ اور سپاہیوں کی خدمت انجام دی ہے لہذا گھر سے نکلنے کے لئے ہر حال میں ہم پر اپنے جسم کو چھپانے کی ضرورت مند بہ زیادہ ہے۔

رہا سواری کا مسئلہ تو وہ استطاعت پر موقوف ہے۔ جب صاحب عورتوں کی سواری استطاعت مرد بھی گھروں سے کسی نہ کسی سواری پر نکلتے ہیں۔ تو عورتوں کو باوجود استطاعت کے محض پردہ کی ضد میں بغیر سواری کے نکلنے پر اصرار کرنا عجیب سی بات ہے۔ یہ ضرور ہے کہ عورتوں کا گھر سے نکلنا چونکہ صرف ضرورت اور مجبوری پر مبنی ہے۔ جس کی تصریح احادیث سے کی گئی ہے اور عورت اپنے تمام اعضا کے لحاظ سے چھپانے کی چیز ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان ہوا۔ سواری کا رواج بھی کوئی نیا رواج نہیں عرب میں اسلام سے پیشتر بھی کپڑے منڈھے ہوتے ہو دو جوں کا جن کو مہل کتے ہیں رواج تھا اسلام نے بھی اس رواج کو قائم رکھا۔ احادیث میں کثرت سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ

ازواجِ مطہرات اور دوسری عورتیں عملوں میں سفر کرتی تھیں۔ پردہ کا قانون جو اپنے مختلف دفعات کے لحاظ سے اس وقت مسلمانوں میں مروج ہے وہ قرآن و حدیث اور فقہ کی رو سے مختلف طبقات اور حالات کے لحاظ سے اسلامی پردہ کہلاتا ہے اور اس پردہ کو ہمارے چند روشن خیال بھائی خارجِ تعلیم و تعلیم سے روکنے والا اور مانع ترقی خیال کرتے ہیں۔ اور ان کی یہ آواز برصغیر کے ہر گوشہ میں گونج رہی ہے کہ مسلمانوں کے زوال کا سبب عورتوں کا پردہ ہے (حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے)۔

چاک نقاب سے نعمتوں کا حصول ہماری قوم کے اسبابِ زوال ایسے نہیں ہیں جن ہو سکیں۔ ظاہر ہے کہ ہماری قوم صدیوں سے فقیرِ جہالت میں گرفتار رہی۔ مذہب جس کی پرستش سے مسلمانانِ سلف عروجِ کمال کو پہنچے تھے اسے ہم نے پس پشت ڈال دیا۔ ذخیرہ علوم و فنون اور تجارت و زراعت سب کچھ کھو دیا۔ کیا اب یہ سب گم شدہ نہیں جھلے قومی بھائیوں کو ہمارے صرف نقاب چاک کر دینے سے حاصل ہو جائیں گی۔ جن قومی بنوں نے پردہ قطعی ترک کر دیا۔ اپنی قومی اور ملی توانائی کو ان سے نہ مات انجام دیں اور مثل خواتینِ سلف کس کو درسِ فقہ و حدیث دے رہی ہیں۔ کیونکہ ایک سخت مشکل جس نے مسلمانوں کو پردہ کی طرف راغب کر رکھا ہے۔ قانونِ حکمت میں عورت کے کامل وقار کا فقدان ہے۔ سوسائٹی تمدن و معاشرت کا زیادہ تر حصہ اس کے مناسب حال نہیں۔ تعمیرِ سینما رقصِ سرور و تمدن کا جزو ہے۔ بے عصمتی کا ارتکاب کوئی جرم نہیں ہے۔ بے بجا بی کے مرکز، شہر اور قصبہ میں قائم ہیں۔ اقلیجِ حکومت کے لئے ان مراکز کا خاص اہتمام و انتظام ہے اور سول میریج ایکٹ جس کی رو سے ایک مومن و مشرک اور مشرک و مومنہ کا ازدواج بہ آسانی ہو سکتا ہے۔ جو مسلمانوں کے لئے قطعی حرام ہے۔ جس کی تازہ مثالیں دہلی پنجاب

نے سول میریج ایکٹ

اور مدراس میں موجود ہیں۔ خواتین! کیا ایک مسلمان کی عظمت مذہبی اسس کو رد کر سکتی ہے کہ ایسے ملک اور ماحول میں رہ کر اپنی مشرف خواتین کو ایسی سوسائٹیوں میں شریک کریں جو اسلامی حیا کے خلاف ہیں۔

اسلام نے اس بے حیائی سے عورت کو بچا کر کامل آزادی عطا کی ہے پردہ میں آزادی اور ایک مسلمان عورت مواضع زینت کو مستور کر کے اپنے کاروبار اور مزدوروں کے لئے نکل سکتی ہے اور ہر قسم کے تمدنی و معاشرتی کاموں میں شریک ہو سکتی ہے لیکن اس کو یہ اجازت نہیں کہ وہ غیر مردوں کے ساتھ آدا انہ میل جول رکھے۔ صاحب مقدر خواتین کو قطع نظر کر کے غیر مستطیع خواتین اگر نقاب و برقع کے ساتھ مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے پیادہ بھی جاتیں تو اسلامی پردہ کے ہرگز خلاف نہیں۔ جو گروہ جاہل مسلمانوں کا اس طریقہ کے خلاف ہے اور مانع تعلیم و تہذیب ہے۔ ہم اس پردہ کو اسلام کی توہین اور مردوں کی زیادتی سے تعبیر کرتی ہیں۔ مسلمانوں کا ہر طبقہ خواہ وہ امراء ہوں یا غریب تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہر طرح مذہباً آزاد ہے۔ ہر مسلمان عورت کو شرعی پردہ کے ساتھ زیور ہنر سے اپنے کو ایسا مزین کر لینا فرض ہے کہ وہ بوقت ضرورت شرافت و عصمت کے ساتھ اپنی اور اپنے بچوں کی پرورش کر سکے۔ میں اس کے تسلیم کرنے سے قاصر ہوں کہ پردہ خارج تعلیم ہے کیونکہ تجربہ اور مشاہدہ بالکل اس کے خلاف ہے۔ ہم پردہ کے ساتھ دائرہ نسوانیت کے اندر شوہر کی ہر معاونت اور قومی بلکہ ملکی خدمت بھی انجام دے سکتی ہیں۔ اس کی تائیدی مثال میں علیا حضرت بیگم صاحبہ جو پال کی ذات بھی موجود ہے۔

ضروریات البتہ اس کی ہے کہ ہماری صاحب مقدر بہنیں مسلمان خواتین کو جو بوجہ کم استطاعت ہونے کے برقع کے ساتھ تحصیل علم کریں یا وہ مصیبت زدہ خواتین جن کا کوئی کفیل یا ذریعہ معاش نہیں۔ یا وہ ستم رسیدہ قابل رحم ہسبیاں جن کے شوہر نان و نفقہ نہیں دیتے۔ اگر پردہ کے ساتھ محنت و مشقت کریں تو ان کو ہماری صنم کی سوسائٹی نگاہ تذلیل سے نہ دیکھے بلکہ اپنے مذہبی احکام کے بموجب اپنی مجالس میں ان کا احترام رکھا جائے۔ کیونکہ مستورات اسلام کا اصلی پردہ مواضع زینت کا مستور

رکھنا ہے۔ ڈولی، موٹر گاڑی، بجلی لازماً سے نہیں ہے۔ اس کی پابندی استغنا عمت اور
حالت کی ضرورت پر مبنی ہے۔

زہے نصیب جو دنیا بشر کو جنت ہو
وہ زن علوم کی شوقی ہو جس کے دامن میں
رخ بیچ پہ ہو جس کے خزانہ اخلاص
اگرچہ لاکھ محنت ہو ہو طوفانی
کبھی کسی کی برائی کی، آرزو نہ کرے
خدا بڑھائے جو دولت گئے سزور اس کا
شگفتہ دیکھ کے شوہر کو باغ باغ ہے
اگر ہو صاحب اولاد تو یہ لازم ہے

زہے نصیب جو ہوسا تم نیک بیوی کا !
وہ زن پسند ہو جس کو علوم کا گستا
سیاہ آنکھوں میں جس کے ہوشرم کا سرا
چراغ عفت و عصمت کبھی نہ ہو ٹھنڈا
حسد کے رنگ سے ہو صاف آئینہ دل کا
خدا بڑھائے جو کلفت کرے وہ شکر خدا
طوائف دیکھ کے شوہر کو ہو ملول سدا
خیال بچوں کی تعلیم کا ہو حسد سے سوا

جو درس گاہ کو جائیں تو پہنیں کپڑے صاف
جب آئیں گھر میں تو پاتیں غنڈا بھی پاکیزا

تکلیف ، غم زدہ

باب سوم

ممنہ ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کے پوشیدہ رکھنے کے دلائل

نقصِ روشنی کے نوزہاں اور ان کے ہم خیال دنیا پرست مولوی عام جلسوں میں یہ کہتے ہوتے سنے گئے ہیں کہ علمائے متقدمین نے پردہ کی حقیقت کے سمجھنے میں بڑی فاش غلطی کی ہے کیونکہ انہوں نے ممنہ، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کو بھی پردے میں داخل کر لیا ہے۔ حالانکہ پردہ محض جسم کا ہے۔ چنانچہ اس دعویٰ کو آیات اور احادیث سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاہم اس غلط فہمی اور خانہ ساز آیات و احادیث کی تفسیر کا شرح و بسط کے ساتھ قلع قمع کیا جاتا ہے۔ تاکہ انصاف پسند اصحاب ان اوراق کو پڑھ کر حق کی داد دیں اور غلط کار لوگ راہِ راست پر آجائیں اور دوزخ کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔

لفظِ عورت اور زینت کے مقامات کی تشریح پیشتر اس کے کہ ہم پردہ کے وجوب پر دلائل شرعیہ کے لحاظ سے روشنی ڈالیں یہ مناسب ہے کہ لفظِ عَوْرَة اور زینت کی تحقیق لغوی کر لی جائے تاکہ قارئین کرام سمجھ سکیں کہ عورت کو عورت کس غرض سے کہا جاتا ہے۔

۱۔ منہی الارب میں ہے کہ عورت بالفتح انڈام شرم مردم لفظِ عورت کی لغوی تحقیق وما بین السرة الى الركبة و ہرچہ از دیدن آن شرم آید۔ یعنی عورت زبانِ عربی میں انسان کے اس حصہ بدن کو کہتے ہیں جس کے دیکھنے سے شرم

علاجی ہو اور اس کا بے پردہ کرنا اور دیکھنا دکھانا موجب ننگ و عار ہو۔

۲۔ مفردات امام راعب میں ہے: العورة سؤة الانسان وذلك كناية
 واصلا من العار وذلك لما يلحق في ظهه هوره من العار اي السذمة
 ولذلك سمى النساء عورة يعني عورت انسان کی شرم گاہ کا نام ہے اور یہ مشتق ہے عار
 سے۔ اس واسطے کہ اس کے ظاہر کرنے سے انسان کو شرم لاحق ہوتی ہے۔ اسی وجہ
 سے عربی میں عورت کا نام عورت رکھا گیا۔

پس جب عورت کو عورت اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ از سر تا پا پوشیدہ رکھنے
 کی چیز ہے تو انصاف سے فرمائیے کہ اس کا چہرہ اور دست و پا کا کھلا رہنا کیونکر گوارا
 ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ بہ نسبت باقی تمام جسم کے عورت کا چہرہ
 زیادہ تر موجب فتنہ و فساد ہوتا ہے۔ اسی لئے شعرا۔ بھی چہرہ ہی کو زیادہ تر اشعار میں
 بانٹتے ہیں۔ مثلاً اس کا چاند سا چہرہ ہے۔ اس کے رخسار گلاب کے پھول ہیں۔ اس کے
 ابرو تلوار ہیں۔ اس کے لب تیغ آب دار ہیں وغیرہ لہذا عرفاً بھی ثابت ہے کہ چہرہ بالخصوص
 واجب الشتر ہے۔

لفظ زینت کی لغوی تحقیق زینت لغت میں اسباب آرائش یعنی زیور لباس وغیرہ کو
 کہتے ہیں چنانچہ مفردات امام راعب میں علامہ امام راعب
 اس کو تین اقسام پر منقسم کرتے ہیں، وَالزَّيْنَةُ بِالْقَوْلِ الْجَمَلِ ثَلَاثُ زَيْنَةٍ نَفْسِيَّةٌ
 كَالْعِلْمِ وَالْإِعْتِقَادِ الْحَسَنَةِ وَزَيْنَةٌ بَدَنِيَّةٌ كَالْقُوَّةِ وَطَوْلِ الْقَامَةِ
 وَزَيْنَةٌ خَارِجِيَّةٌ كَالْمَالِ وَالْجَاهِ یعنی زینت نفسیہ، زینت بدنہ،

کے لئے علم و اعتقاد حسن کی ضرورت ہے۔ زینت بدنہ کے لئے حسن و جمال و خرد و جمال
 و قوت و قدموزوں لازمی ہے۔ زینت خارجیہ کے لئے مال و جاہ کی احتیاج ہے۔

قرآن مجید میں لفظ زینت باختلاف بیغ مختلف معنوں کے لئے مستعمل ہوا ہے
 چنانچہ سورہ اعراف میں ہے: يَسْبِيحُ الدَّامِ خُدَّوْا زَيْنَتِكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

اس کے اسباب نزول میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت

میں مستورات برہنہ بدن طواف کرتی تھیں تو حکم ہوا کہ ہر مسجد کے قریب تم کپڑے پہن کر آیا کرو۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما فرماتا ہے
 کیا یا جمالت میں مردوں کو برہنہ طواف کرتے تھے اور شب کو عورتیں **فَأَسْرَهُمُ اللَّهُ لَعَلَّ الْمُنَافِقِينَ**

يَلْبَسُوا ثِيَابَهُمْ وَلَا يَتَغَيَّرُوا وَاللَّهُ تَعَالَى لَمْ يَحْكَمْ فَرِيَا كَمَا أَهْلُ كِبْرِيَا كَمَا أَهْلُ كِبْرِيَا كَمَا أَهْلُ كِبْرِيَا
 برہنہ نہ رہو۔ ان کے لئے یہ ہدایت نازل ہوئی۔ مگر کیف خذل و لَزِيْنَتِكُمْ كَمَا أَهْلُ كِبْرِيَا كَمَا أَهْلُ كِبْرِيَا
 اس امر کو بتا رہا ہے کہ زینت سے مراد یہاں کپڑے پہنتا ہے جس سے عورت مستور ہو سکے۔
 عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں **الزَّيْنَةُ زَيْنَتُ ابْنِ زَيْنَةَ**
ظَاهِرَةٌ وَزَيْنَةُ بَاطِنَةٌ لَا يَرَاهَا إِلَّا السَّرْوَجِيُّ. **فَأَمَّا الزَّيْنَةُ الظَّاهِرَةُ**
فَالثِّيَابُ. **وَأَمَّا الزَّيْنَةُ البَاطِنَةُ فَالْكحلُّ وَالسَّوَارُ وَالْعَاتِقُ وَنَعْتُ ابْنِ جَبْرِ**
فَالظَّاهِرَةُ مِثْلُهَا الثِّيَابُ وَمَا يَخْفَى وَالثَّخَلُّ لَأَبْنِ الْعَرِطَانِ وَالسَّوَارُ ابْنِ
 زینت دو قسم کی ہے۔ ایک ظاہری اور ایک باطنی کہ سوائے خاوند کے کوئی نہیں دیکھ سکتا
 اس لئے کہ زینت ظاہری لباس ہے اور زینت باطنی سرمہ۔ زیور، انگلیں ہیں اور بروایت
 ابن جریر جہانجی بالیاں، کنگن وغیرہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **وَلَا يَسْبِرُونَ زَيْنَتَهُنَّ** یعنی اور نہ ظاہر کریں اپنی
 زینت۔ اگرچہ یہ عام حکم ہے زینت ظاہری و باطنی کے لئے مگر چونکہ آگے **إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا**
 ارشاد فرما کر زینت ظاہریہ کا استثناء فرمایا ہے اس لئے اس حکم سے مراد زینت باطنی ہے
 جس میں کنگن، ہار، بالیاں، جہانجی وغیرہ ہیں۔ ان کا چھپانا عورت پر نص صریح سے فرض ہے اور
 بموجب تاویل ابن مسعود چادر اور برقع مستثنیٰ ہے یعنی ان کا چھپانا فرض نہیں۔ یہی علمائے
 کرام کا ارشاد ہے کہ عورت کو اپنی باطنی زینت کا چھپانا فرض ہے البتہ چادر اور برقع کے ساتھ
 بضرورت شدید گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔ برقع اور چادر کے ظاہر کرنے میں گناہ نہیں اس
 لئے اگر یہ بھی ممنوع قرار دیا جاتا تو تکلیف بالاطلاق و طلاق سے باہر آتی۔ مگر آیت مذکورہ سے
 یہ ہرگز مستفاد نہیں ہوتا کہ عورت بے نقاب چہرہ کھول کر باہر گلگشت رباغ کی سیرا کرے۔
إِلَّا مَا ظَهَرَ کا استثناء صاف بتا رہا ہے کہ جس زینت کا چھپانا محال ہے وہ معاف ہے۔
 اور زینت کے لفظ سے ظاہر ہو گیا کہ لغت زینت کا اطلاق اسباب آؤٹش و زیبائش پر
 ہوتا ہے عام اس سے کہ زینت نفسیہ ہو یا بدنیہ یا خارجیہ۔

ذینت نقیہ تو یوں ظاہر ہو سکتی ہے کہ اپنے اعمال و عقائد کو سلاست تحریر میں لاکر ظاہر کرنے
 اب رہی ذینت بدنیہ تو وہ بغیر شوہر کسی پر ظاہر کرنا جائز نہیں۔ اور ذینت خارجیہ مثل لباس
 برقع جلیب لب و عاوردینو کے کہ جس کا اجانب سے پوشیدہ کرنا اس کے لئے معتقد و مشکل
 ہے۔ بنا علیہ پس بنا علیہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اجابت دے دی اور الاما ظہر فرمادیا
 مگر اس سے یہ فائدہ حاصل کرنا کہ مستورات بازاروں میں بے حجاب و بلا نقاب اجانب
 کو اپنی صورتیں دکھاتی پھریں اور اغیار و نامحرم انہیں دیکھیں محض تفسیر بالرائے ہے اور مقصد
 شرع کے قطعی خلاف۔

حقیقت یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ عورتیں بلا ضرورت
 داعیہ کھلے بندوں باہر پھریں۔ صحابہ کرام کی ازواج کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ خود بعض ازواج
 مطہرات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصوص قرآنیہ کا مفہوم پردہ موجود تھا چنانچہ جب
 آیہ کریمہ دَقْرٰنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ وَ کَلٰتُ بَرَجٰنَ تَبْرُجِ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُولٰٓئِکَ اَنْزَلَ ہُوْنِی۔ تو
 ام المؤمنین سو وہ بنت زمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہی سمجھا کہ گھر سے باہر قدم رکھنا بھی
 ناجائز ہے۔ چنانچہ تفسیر روح البیان میں ہے کہ آپ اس آیتہ کریمہ کے نزول کے بعد حج و
 عمرہ اور نماز پنجگانہ کے لئے بھی حجرہ سے باہر تشریف نہ لائیں۔ حتیٰ کہ عہد فاروقی میں آپ
 کا جنازہ ہی باہر آیا۔ جب کسی نے آپ سے عرض کیا کہ حج و عمرہ کے لئے بھی آپ گھر سے
 باہر تشریف نہیں لائیں تو آپ نے فرمایا تو ہمیں گھر میں ٹھہرنے اور آرام کرنے کا حکم ملا ہے۔

دیکھیے ازواج مطہرات جو ام المؤمنین ہیں۔ ان کا تو یہ اہتمام ہے کہ دروازہ حجرہ تک
 قدم نہیں رکھتیں اور حج و عمرہ اگرچہ ان پر فرض نہ بھی ہو۔ مگر موجب ثواب ضرور تھا۔ لیکن اس
 کے لئے نکلتا بھی انہوں نے گوارا نہ کیا اور جب صحابہ کرام نے عرض کیا تو فرمادیا۔ قَبِیْلَ لَنَا
 دَقْرٰنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ یعنی کیسے نکلیں۔ ہمیں تو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے گھروں کو لازم
 پکڑیں اور گھروں میں آرام کریں۔

اس جواب سے ہر ذی فہم بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ام المؤمنین سو وہ رضی اللہ عنہا کا یہ
 فصل بالکل مطابق حکم الہی تھا اور اس عرض سے اس کی پابندی تھی کہ عوام اس سے سبق لیں۔

مسلمانو! ام المؤمنین جو مقام مسلمانوں کی ماں ہیں ان کے لئے یہ حکم اور اس پر ان کا یہ عمل ہے تو ماؤشمار ہمیں اور تمہیں اکو پابندی کی کتنی ضرورت ہے۔
 زیبگانگان چشم زن کو رباد پوں بیرون شد از خانہ در گور باد
 افسوسے آج فضا عالم اس قدر تنگ و تاریک ہے کہ توبہ ہی جلی۔ آذادی کی آذھیلا
 ہر طرف سے چل رہی ہیں۔ شعار مذہبی کی قدیم عمارتیں گرانے کو تحریکات کی اندانی ہے اللہ
 کریم رحم کرے اور ہمارا پردہ رکھ لے (آمین)

قرآن مجید سے عورتوں کو اجانب اور نامسوم سے پردہ کرنے کا حکم

اللہ تعالیٰ سورہ احزاب رکوع ۶ میں ارشاد فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ يَعْنِي أَلِ الْيَمَانِ وَالْوَالِدِ
 ہمارے محبوب کے شانہ اظہر میں بلا اجازت حاصل کئے داخل نہ ہو۔
 اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ اگر مستورات کو اجانب سے چہرہ چھپانا
 نہ ہو تو آپ کے گھروں میں بھی اجانب کا بلا اجازت داخلہ جائز ہوتا۔ مگر چونکہ گھر میں
 کھلے چہرے رہنا جائز ہے اور اجانب سے چہرہ پوشیدہ کرنا ضروری۔ بنا بریں حکم ہوا کہ
 اجازت لے کر گھروں میں آؤ تاکہ عورتیں مستور ہو جائیں۔

وَإِذَا سَأَلْتُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنَ مَا فِي بُيُوتِنَا فَاسْأَلُوا حَتَّىٰ تَسْمَعُوا جَوَابًا
 یعنی اور جب تم ان سے کوئی چیز طلب
 کرو پردہ کے باہر سے مانگو۔
 مسلمانو! درآئے حجاب کو ذرا سمجھ لیں کہ یہ کیا بنا رہا ہے۔ آیا بے نقاب و
 بلا حجاب اجانب سے دوید و گفتگو اجازت دے رہا ہے یا پردہ میں اس سے
 زیادہ صاف و مرتع اور کیا حکم ہوگا۔

تفسیر احمدی اور نور الانوار میں اس آیت کریمہ کے تحت مرقوم ہے
 هَذِهِ الْآيَةُ صَحِيحَةُ الْاَلْفِيَةِ الْاَلْفِيَةِ
 یعنی یہ وہی آیت ہے جس سے
 یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اغیار و
 النساء من الرجال

اجاب غیر محرم اشخاص سے پردہ کریں۔ اگرچہ اس آیت کریمہ کا نزول ازواج مطہرات کی شان میں ہے۔ لیکن بموجب قاعدہ مسلمہ الْعِبْرَةُ بِعَمُورِ الْكَلْفَاتِ لَا بِمَخْصُوصِ السَّبَبِ حکم عام ہے اور

تمام مومنہ عورت پر حاوی۔ تفسیر احمدی میں ہے،

لِأَنَّ مَوْرِدَهَا إِن كَانَ نَحَاصًا
فِي مَجَىٰ أَزْوَاجٍ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
لِلَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُنْ
الْحُكْمُ عَامٌ يَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ
فِيهِمْ مِنْهُ أَنْ يَتَّجِبَ
جَمِيعُ النِّسَاءِ مِنَ الرَّحْبَالِ
وَلَا يَسْتَلِيمُنَّ النَّفْسُ مِنْ عَلَيْهِمْ

یعنی اس آیت کریمہ کا مورد اگرچہ خاص ہے۔ ازواج مطہرات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ مگر اس کا حکم ہر مومنہ عورت کے لئے عام ہے۔ اس آیت سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ تمام عورتیں اجنبی مردوں سے پردہ کریں اور اپنے نفس کو ان پر ظاہر نہ کریں۔

سورہ نور کو ع ۴۷ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا
بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْذِنُوا
وَلتَسْتَأْذِنُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا۔
لے ایمان والو! سوائے اپنے مکانوں کے
کسی غیر کے مکان میں داخل نہ ہو جب تک
مسلم کر کے اجازت حاصل نہ کر لو۔

تَسْتَأْذِنُوا کے معنی تَسْتَأْذِنُوا ہیں اور قرأت ابی ابن کعب میں تَسْتَأْذِنُوا ہی آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا جنورا سنیہا سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ حصول اجازت کے لئے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ يَا الْحَمْدُ لِلَّهِ يَا اللَّهُ الْكَبِيرُ
کَبِيرٌ کہے۔ یا کُنْکَ رَسْمٌ دُكُلٌ سے آواز نکالے، تاکہ گھر واسے اجازت دیں۔ قُلْتُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ مَا الرَّاسِيْنَ قَالَ يَتَكَلَّمُ الرَّجُلُ بِالشَّجْحَةِ وَالتَّكْبِيرِ وَالتَّحْمِيلِ أَوْ يَتَخَرَّجُ
لِيُؤْذِنَ أَهْلَ الْبَيْتِ۔ دوسری حدیث میں بھی اسی کی تائید ہے التَّسْلِيْمُ أَنَا يَقُولُ
السَّلَامَ عَلَيْكُمْ أَوْ دَخَلَ قُلْتُ مَسْرَاتٍ فَإِذَا أُذِنَ لَهُ دَخَلَ وَالرَّجْعُ يَعْنِي السَّلَامَ
سے مراد ہے کہ آدمی اس طرح کہہ کر السلام علیک سے مراد ہے۔ کیا میں داخل ہو جاؤں۔ اس پر
اگر اسے اجازت مل جائے تو مسترد نہ دے پس لوٹ جائے۔

ان مترالوں سے صاف ظاہر ہے کہ اجنبی بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے کا مجاز نہیں اور اس کی علت صرف یہی ہو سکتی ہے کہ گھر میں استورات بے پردہ ہاتھ پیر منہ کھولے بے حجاب رہتی ہیں اور اجنبی سے پردہ و احتیاب لاپرواہی و لازمی ہے۔

سورہ نور رکوع ۳ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ لِيُغْضُوا صَدْرَهُمْ
الْبَصَارَ لَهُمْ وَيُحْفَظُوا أَنْفُسَهُمْ
ذَٰلِكَ أَرْكَانُ الْإِسْلَامِ الَّتِي اللَّهُ خَيَّرَ
بَيْنَ الصَّنَعَاتِ

یعنی اے محبوب! مومنین کو فرما دیجئے کہ وہ اپنی
نگاہیں نیچے کریں اور اپنے اندام خاص (شرم گاہوں)
کی حفاظت رکھیں یہ ان کلمے پاکیزگی اور صفائی کے امور ہیں
بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کیا کرتے ہیں۔

یہی سبب ہے کہ شریعت اسلامیہ میں اجنبیہ کا بلا ضرورت شرعی منہ ہاتھ دیکھنا ناجائز ہے
خاص کر اسس پر آشوب زمانہ میں کہ ہر طرف فتنہ و فساد کی آندھیاں چل رہی ہیں اور شاید ہی کوئی
نظر فتنہ سے خالی ہو۔

پھر جس طرح مرد کو اجنبیہ کی طرف دیکھنا منع ہے اسی طرح عورت کو حکم ہوا ہے چنانچہ

سورہ نور رکوع ۳ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ لِيُغْضِبْنَ
الْبَصَارَ لَهُنَّ وَيُحْفَظْنَ
ذَٰلِكَ أَرْكَانُ الْإِسْلَامِ الَّتِي
اللَّهُ خَيَّرَ بَيْنَ الصَّنَعَاتِ
الَّتِي اللَّهُ خَيَّرَ بَيْنَ الصَّنَعَاتِ
الَّتِي اللَّهُ خَيَّرَ بَيْنَ الصَّنَعَاتِ
الَّتِي اللَّهُ خَيَّرَ بَيْنَ الصَّنَعَاتِ

یعنی اے محبوب ایمان والی خواتین سے فرما
دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچے رکھیں اور اپنی
عصمت کی محافظت کریں اور اپنی آرائش نہ
دکھائیں یعنی پوشیدہ رکھیں مگر جو ضرورت
ظاہر ہوتی ہے اور اپنے سینوں پر دوپٹہ
ڈالے رہیں۔ اور اپنی آرائش نہ
دکھائیں۔ مگر اپنے شوہروں یا اپنے باپ
یا خاندان کے باپ یا اپنے بیٹوں یا خاندان
کے بیٹوں سے یا اپنے بھائیوں یا بھتیجوں
یا بھانجوں سے یا اپنی عورتوں یا اپنے

مملوکی، لونڈی، غلامانِ شرعی سے یا ان خدمت گاروں سے جن کو عورتوں کی حاجت نہ رہی ہو، جیسے خواجہ سرا یا شیخ فانی بہت بوڑھے، یا ان کم سن بچوں سے جو عورتوں کی پردہ کی چیزوں سے واقف نہیں اور اپنے پاؤں اس طرح نہ ماریں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جاتے اور تم سب اے مسلمانو! اللہ کی طرف رجوع کرو کہ فسلاح دارین حاصل ہو۔

أَوْ بَنِي أَخْوَابِهِمْ أَوْ ذِي مَهْرٍ
أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ
أَوْ السَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْأَرْبَابِ
مِنَ الرِّجَالِ أَوْ الْطِفْلِ الَّذِينَ
لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ
وَلَا يَضْرِبُونَ بِأَرْجُلِهِمْ
لِيُعْلَمَ مَا يَخْفَى مِنْ
زِينَتِهِمْ وَتَوْبُوا إِلَى اللَّهِ
جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

غرض آیات مذکورہ بالا میں صاف حکم ہے کہ طبقہ نسوانی یا مستثنیہ مستثنیات سب سے پوشیدہ رہے۔ بالخصوص ان کے سر سینہ کان چہرہ گردن کا پوشیدہ رہنا ضروری ہے یہی سبب ہے کہ آیات اظہار میں شہا فرما کر استثناء فرما دیا۔ اس لئے کہ زینت نام ہے خوبصورتی کا عام اس سے کہ وہ فطری ہو یا مصنوعی، لباس فاخرہ زیور وغیرہ سے ہو یا حسن و جمال خود و حال جسم سے۔

زینت ظاہری یہ ہے کہ جس کے پوشیدہ کرنے میں وقت ضرورت مشکل ہو جیسے انگوٹھی چاند اور برقع جس کے ظاہر ہونے میں بوقت ضرورت مانع شرعی نہیں۔ زینت باطنی جس کا پوشیدہ کرنا ضروری ہے وہ چہرہ، ہاتھ گتوں تک ہے جو اشد ضرورت پر ظاہر کرنا جائز ہے اور جن سے چہرہ چھپانا غیر ضروری ہے وہ سابقاً بیان ہو چکے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تو وہ زینت جس کے اظہار میں نقصان نہیں۔ وہ محض لباس ہے۔

الحاصل یہ ثابت ہو گیا کہ چہرہ ہاتھ لباس طیبوسہ اجانب کے آگے ظاہر کرنا ممنوع ہے۔ لیکن بوقت اشد ضرورت بقدر رفع ضرورت جائز ہے بشرطیکہ اس اظہار سے خوف فتنہ و فساد

نہ ہو۔ ورنہ کسی ضرورت پر بھی جائز نہیں۔

ناظرین ذرا غور کریں کہ شریعت مطہرہ پر وہ کو کس قدر مہتمم بالشان بنا رہی ہے اور علماء و فقہاء اور مفسرین کرام کی اکثریت اسی طرف ہے اور بعض کے نزدیک چہرہ ہاتھ قدم چھپانا، اس وقت غیر ضروری ہے جبکہ نظر بد سے امن ہو مگر اس تجویز سے اب ہم فائدہ نہیں اٹھ سکتے کیونکہ نظر بد سے امن نہیں چنانچہ اخبار میں حضرات کو اس کا زیادہ تجویز ہے۔

تفسیر احمدی میں ہے: **وَالِی الْحُرَّةِ الْأَجْنِبِيَّةِ مُطْلَقًا لِمَعْنَى مَسْنُوتٍ مِّنَ الشَّهْوَةِ وَمَا سَوَى الْوَجْهِ وَالْكَفَّيَاتِ أَيْ مِمَّنْ مِثْلَهَا** یعنی چہرہ اجنبیہ کی طرف نظر مطلقاً حرام ہے اگر شہوت امن نہ ہو اور اگر امن ہو چہرہ اور گتوں تک ہاتھ اور گتوں تک پاؤں دکھانا جائز ہے باقی ہر حصہ بدن کو دکھانا دیکھنا آنس پر نظر کرنا حرام ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں عورتوں کا بے نقاب پھرنا فتنہ سے خالی ہے یا موجب سخت فتنہ و فساد کا ہے آج کوئی خوش فہم، سنجیدہ مزاج مسلمان نہیں کہہ سکتا کہ مستورات بے نقاب کھلے بندوں پھریں تو نگاہ فساق و فجار سے محفوظ رہیں گی اور کوئی نظر بد ان پر اثر نہ کرے گی۔ بنا بریں بموجب اصول اذافات الشرطیات المشروطہ و وجوب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے، بعضیت علماً بھی اس موجودہ حالت پر اجازت نہیں دیتی۔ کتب فقہ و تفاسیر میں تمام تر روایات و عبارات اجازت قید عدم شہوت و عدم فتنہ کے ساتھ مقید ہیں۔ کہیں بھی مطلقاً اجازت و رخصت نہیں ہے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں: **الْأَظْهَرُ أَنَّ هَذَا فِي الصَّلَاةِ لِأَنَّ النَّظَرَ فِي كُلِّ سَبَدٍ مِنَ الْحُرَّةِ عَوْرَةً وَأَنَّ يَجِلُّ لِعَظْمِ الزَّوْجِ وَالْمَحْرَمِ النَّظَرَ إِلَى شَيْءٍ مِنْهَا إِلَّا لِقَاءَ وَرِيحَةٍ كَالْمَعَالِجَةِ وَتَحْتَمِلُ الشَّامِرَةَ** یعنی اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ حکم نماز میں ہے کہ عورت اپنا تمام بدن سوائے ہاتھ اور قدموں کے چھپائے۔ یہ نظر کا حکم ہی نہیں اس لئے کہ حرہ از سر تا پا واجب الستہ ہے۔ سوائے غاوند اور محرم کے کسی کو وہ اپنا بدن یا بدن کا حصہ نہ دکھائے اور اس کی طرف دیکھنا حرام ہے مگر بضرورت شدیدہ مثل معالجم وغیرہ اور تحمل شہادت کے۔ یعنی جب شاہد کو ضرورت ہو تو وہ، موضع شہادت کو دیکھ سکتا ہے۔

اس تحقیق کی بنا پر مشروط حفظ امن و عدم شہوت بھی بے کار ہے۔ بلکہ صاف طور پر ثابت ہے کہ عورت از سر تا پا عورت ہے اس کا کوئی حصہ غیر محرم کو دیکھنا جائز نہیں۔

یہی حکم ابن مسعود اور صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال سے مستفاد ہوتا ہے چنانچہ الْأَمَّا ظَهَرَ مِنْهَا كَيْ تَقْبِرَ فِيهَا كَيْ تَقْبِرَ فِيهَا قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ هِيَ

الْبِشَابُ يَعْنِي ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَرَمَاتُ هِيَ كَمَا آتَتْ فِي مَرَادِ ظَاهِرِي كَيْ تَقْبِرَ فِيهَا
وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هِيَ الْكُحْلُ وَالْخَاتَمُ وَالنَّحْطَابُ فِي الْكَفِّ يَعْنِي

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں زینت ظاہرہ سے مراد کاجل سر مرہ انگوٹھی اور ہاتھ کی مہندی ہے پھر فرماتے ہیں: فَمَا كَانَ مِنَ الزَّيْنَةِ الظَّاهِرَةِ يَجُوزُ لِلرَّجُلِ

الْأَجْنِبِيِّ النَّظَرَ إِلَيْهَا لِلضَّرُورَةِ مِثْلَ تَحْمِيلِ الشَّهَادَةِ وَنَحْوِهِ مِنْ الضَّرُورِيَّاتِ إِذَا تَوَيْعَفُ فِتْنَةً وَشَهْوَةً فَإِنَّ خَافَ مِنْ ذِي الْإِسْفِ

غَضَبِ الْبَصَرِ. مطلب یہ ہے کہ جو ظاہری زینت ہے (بقول ابن مسعود) کپڑا ہے اور بقول ابن عباس، کاجل، مہندی، انگوٹھی جو زینت ظاہرہ میں ہے۔ اس کی طرف اجنبی

شخص عند الضرورت دیکھ سکتا ہے مثل معالجه و تحمل شهادت وغیرہ کے بسطیکہ شہوت و فتنہ کا خوف نہ ہو اور اگر دیکھنے میں فتنہ و شہوت کا خیال ہے تو نظر بند رکھے اور زینت

ظاہرہ کو بھی نہ دیکھے (بحر الرأی)

کافیہ شرح ہدایہ میں ہے۔ الْأَمَّا ظَهَرَ مِنْهَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا الْمَرَادُ مِنْ قَوْلِهِ تَعَالَى الْأَمَّا ظَهَرَ مِنْهَا إِحْدَى عَيْنَيْهَا. وَقَالَ

ابْنُ مَسْعُودٍ الْمَرَادُ مِنْهَا خُفُّهَا وَمَسَلَابُهَا وَأَشَدُّ ابْنُ مَسْعُودٍ يَقُولُ عَلَيْهِ السَّلَامُ النِّسَاءُ حَبَائِلُ الشَّيْطَانِ بَعْدَ لَيْبِ الرِّجَالِ وَقَالَ

مَا تَرَكَتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَحْتَرَسُ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ يَعْنِي صَدِيقَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَرَمَاتُ هِيَ كَمَا آتَتْ فِي مَرَادِ ظَاهِرِي كَيْ تَقْبِرَ فِيهَا

ابن مسعود نے کہا ہے یعنی ضرورت ایک آنکھ سے تمام جسم و چہرہ اور میر کو پوشیدہ کر کے دیکھیں اس لئے کہ ضروریات ایک آنکھ سے پوری ہو سکتی ہیں۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ مراد زینت سے آیہ کریمہ میں عورت کا ظاہری کپڑا ہے یعنی موزے اور اوپر کی چادر اور وہ اس حدیث سے استدلال فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتیں شیطان کی ریشیاں ہیں کہ وہ ان کے ذریعے مردوں کا شکار کرتا ہے۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا۔ میں نے اپنے بعد عورتوں سے زیادہ نقصان دہ مردوں کے لئے کوئی فتنہ نہ چھوڑا۔ یعنی عورتیں محل فتنہ ہیں۔ اور اجانب کا ان کے فتنوں سے محفوظ رہنا ناممکن ہے لہذا عورتوں کو اجنبی مردوں سے قطعاً عجوب و مستور رکھنا چاہیے تاکہ فتنہ رکاوٹ نہ بن جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو یوں ارشاد فرماتے ہیں اور ہم اپنی ماں، بہن، بہو، بیٹی، ساس وغیرہ کو جلسوں اور میلوں میں لے جاتیں۔ حالانکہ علمائے عظام نماز پنجگانہ کے لئے مومنین کے ساتھ مسجد میں آنے کو بھی منع فرماتے ہیں۔ چنانچہ بدائع صمدی ص ۱۵۷ میں ہے وَلَا يُبَاحُ لِلشَّوَابِ مِنَہُمُ الخُرُوجُ إِلَى الْجَمَاعَةِ بِدَلِيلٍ مَادِرِي عَنْ عَمْرِو رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِنَّهُ نَهَى الشَّوَابَ عَنِ الخُرُوجِ وَبَيِّنَاتٍ خَرُوجُهُنَّ إِلَى الْجَمَاعَةِ سَبَبُ الْفِتْنَةِ وَالْفِتْنَةُ حَرَامٌ وَمَا أَدَّى إِلَى الْحَرَامِ فَهُوَ حَرَامٌ۔ یعنی جو ان عورتوں کو جماعت مسلمین میں نکلنا جائز نہیں۔ اس وجہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے جو ان عورتوں کو نکلنے سے منع فرمایا اس لئے کہ ان کا نکلنا جماعت کی طرف فتنہ کا سبب ہے اور فتنہ حرام ہے اور جوئے حرام کی طرف لجاتی ہو وہ حرام ہے۔ لہذا عورت کا مسجد میں ادا تے نماز کو بھی آنا حرام ہے۔

کتاب میں ہے وَجَزَى فِي مَجْلِسِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ مَا خَيْرُ مَا لِيَرَجَالٍ مِّنَ الْبَنَاتِ وَمَا خَيْرُ مَا لِلنِّسَاءِ مِّنَ الرِّجَالِ فَلَمَّا رَجَعَ عَلِيٌّ إِلَى بَيْتِهِ أَخْبَرَتْهَا طِمَّةٌ فَقَالَتْ خَيْرُ مَا لِلرِّجَالِ مِّنَ الْبَنَاتِ كَمَا يَرَوْنَ مِنْهُنَّ وَخَيْرُ مَا لِلنِّسَاءِ مِّنَ الرِّجَالِ أَنْ لَا يَرَيْنَهُمْ فَلَمَّا سَمِعَ أَخْبَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ قَالَ هِيَ لِبُضْعَةٍ تَمِيحُ۔ یعنی ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس اقدس میں یہ بحث تھی کہ استورات سے مردوں کے لئے کس

طرح بہتری مل سکتی ہے اور مردوں سے مستورات کو کس طرح؟ اس کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا۔ آپ نے فرمایا مردوں کو عورتوں سے اس میں خیر ہے کہ وہ عورتوں کو نہ دیکھیں اور عورتوں کے حق میں بہتری اس میں ہے کہ وہ مردوں پر نظر نہ ڈالیں۔ اس کا ذکر شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے دربار رسالت میں کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **يَبْصُرُ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ** (دیکھتا ہے وہ جو اس کے سامنے ہے) اور **يَسْمَعُ مَا خَلْفَ ظَهْرِهِ** (سن سکتا ہے وہ جو اس کے پیچھے ہے)۔

یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مردوں کو عورتوں سے اور عورتوں کو مردوں سے محبوب و مستور رہنے میں دارین کی فلاح و بہبود بیان فرمائی اور ان کے ارشاد کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پسند فرمایا۔

اسی حدیثوں کی بنا پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مستور رہنے کا حکم دیا اور **الرَّأْسُ ظَهْرٌ مِّنْهَا** سے چہرہ اور ہاتھ مراد نہیں لئے بلکہ صاف طور پر فرما دیا کہ **مَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَرَىٰ ظَهْرَ امْرَأَةٍ** یعنی برقع و چادر وغیرہ ہے۔

اس کے بعد صاحب کفایہ شارح ہدایہ فرماتے ہیں **قَدْ لَكَ أَنْتَ لَا يَبَاحُ النَّظْرُ إِلَىٰ شَيْءٍ مِّنْهَا وَلَا يَبَاحُ النَّظْرُ بِخَوْفِ الْفِتْنَةِ وَرَعَايَةِ مَا يَسْتَعْفَىٰ وَجْهَهَا فَخَوْفُ الْفِتْنَةِ فِي النَّظْرِ إِلَىٰ وَجْهِهَا أَكْثَرُ مِنْهُ إِلَىٰ مَا سِوَا الْأَعْضَاءِ** یعنی احادیث مذکورہ سے ثابت ہوا کہ عورت اجنبیہ کے کسی حصہ بدن کی طرف دیکھنا جائز نہیں کیونکہ حرمت نظر کی علت فتنہ و فساد ہے اور تمام حسن و جمال اور کمال خوبصورتی چہرہ میں ہے تو چہرہ کی طرف دیکھنا بہ نسبت دیگر اعضا کے زیادہ موجب فتنہ و فساد کا ہوا لہذا چہرے کی طرف دیکھنا قطعی ناجائز ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔ **وَيَخْرُجُ هَذَا مِنْ مَدَلِّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَكَانَتْ تَقُولُ لَمَّا لَاتَ جَدُّهَا مِنْ أَنْ تَشِيءَ فِي النَّظْرِ لِقَوْلِهَا مِنَ النَّسِ تَقْتَمُّ أَحَدًا عَيْنَيْهَا تَبْحَثُ النَّظْرَ لِقَوْلِهَا أَنْ تَكْشِفَ أَحَدًا عَيْنَيْهَا لِطَرَفِهَا الطَّرْفُ وَرَدَّ الشَّابِتُ بِالْقُرْآنِ وَلَا تَعْدُ مَوْضِعَ النَّظْرِ مُرَدَّةً**۔ یعنی یہی وہ قسم احادیث سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کشف و جہر کی حرمت پر استدلال

کیا۔ آپ فرماتی ہیں کہ بعض اوقات عورت کو باہر نکلنے کی ضرورت واقع ہو جاتی ہے اور راستہ پر چلنے کے لئے آنکھ کا کھولنا ضروری ہے لہذا وہ ایک آنکھ کھول کر چلے تاکہ راستہ نظر آجائے۔ پس قطع طریق کے لئے ام المؤمنین نے ایک آنکھ کھولنے کی عورت کو عند الضرورت (ضرورت کے وقت) اجازت عطا فرمائی اور جو چیز کسی خاص ضرورت کے لئے جائز قرار دی گئی ہو۔ اس کو قدر ضرورت سے متجاوز کرنا جائز نہیں۔

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ ان صحاف و صریح ارشادات فقہاء سے عورت کو چہرہ ڈھانکنا کیسی دشواری سے ثابت ہے اور درحقیقت اگر ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر انصاف سے کام لیا جائے تو آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہو جائے گا۔ کہ عورت کے تمام جسم میں فقط چہرہ ہی موجب فساد اور محل فتنہ اور وجہ قرینگی ہے۔ ہاتھ، پاؤں، قد و قامت کتنے ہی سوزوں ہوں۔ رفتار و گفتار کیسی ہی قیامت خیز ہو لیکن آنکھ آنکھ ہی اور ناک بہنکتے ہی پھٹکار بستی ہے۔ گو کوئی عضو بھی سبیل (خوب صورت) نہ ہو مگر چہرہ زیب جلایب نظر ہو۔ پھر دیکھنے جو مہنگا ہے پھیلا چہرہ شوار ہوتا ہے کہ نہیں۔ عورت سرتاپا مریض ہو لیکن ناک نہ ہو یا پتھم نہ ہو تو کتے بھونکنے لگتے ہیں اور اگر چہرہ جاذب نظر ہے۔ صراحی دار گردن ہے، سیمیں ذقن ہے، خندہ پیشانی ہے۔ تو اس کو دیکھ کر راہ چلتے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

چہرہ پر پھیلا چہرہ عورت پر مہنہ ہو جاتے تو اس کا ہر عضو مکروہ نظر آتے گا اور تمام جسم پر دھبیاں لپٹی ہوں فقط چہرہ کھلا رہے تو گو ڈڑی میں لعل کہیں گے۔ لباس کے نقش و نگار قابل پرستش نہیں لیکن حسن پرست چہرہ کے پرستار نظر آتے ہیں عزیزیکہ چہرہ ہی ہے جو دیکھنے والے کو متوالا و فریفتہ بنا دیتا ہے اور اس پر فتنہ زمانہ میں فحاشی لیڈر بعض نام نہاد خوشامد ملا بھی لیڈروں سے دب کر خود معزنی و مطلب برآری کی خاطر بعض حاکموں کی فلتا کاریوں کو بھی مطابق شریعت ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی تک زور صرف کر رہے ہیں اور روایات فقہیہ کی قطع و برید کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈال رہے ہیں۔ حالانکہ جس قدر روایات ہیں سب کی سب مقید ہیں۔ قید عدم شہوت و عدم فتنہ سے۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ فتنہ و فساد چہرہ دیکھنے سے والبتہ ہے اور اسی چہرہ کی ستم شاعرانہ زبان کے سبب کہتے ہیں کہ بعض سیریا

کو مدارس سے معطل ہونا پڑا۔ وَالْعَاقِلُ تَكْنِيهِ الْإِشَارَةُ ر عقل مند کو اشارہ ہی کافی ہے۔

اعترضات مع جوابات آج کل اخباروں میں رفع حجاب پر مفصلہ ذیل دلائل پیش کئے جاتے ہیں کہ جن میں چہرہ ہاتھ وغیرہ پوشیدہ نہ رکھنے کی اجازت پائی جاتی ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ذخيرة العقبے اور سابع سے منقول ہے النَّظَرُ إِلَى الْأَجْنَبِيَّاتِ فَتَقُولُ يَجُوزُ النَّظَرُ إِلَى مَا مَنَعَ الزَّيْنَةَ الظَّاهِرَةَ مِثْلَ وَذَلِكَ الْوَجْهُ وَالْكَفَّ فِي ظَاهِرِ الرَّوَابِيَةِ كَذَا فِي الذَّخِيرَةِ وَإِنْ غَلَبَ عَلَى ظَنِّهِ أَنَّهَا يَشْتَهَى فَهُوَ حَرَامٌ بِمَطْلَبِ يَهَى كَمَا جَنَّبِي عَوْرَتِ كِي لَرَفِ أَنْزَلُ كَرْنِي كِي مَتَلَقِ هَم كَلْتِي هِي كِي مَوَاصِيغِ زَيْنَتِ ظَاهِرِهِ كِي طَرَفِ دِيكْهِنَا جَانِزِي هِي اوردہ چہرہ اور کف دست ہے اور اگر ظن غالب ہو شہوت کا تو دیکھنا دکھانا حرام ہے۔

جواب: اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ خوف شہوت و فتنہ نہ ہونے کی صورت میں جائز ہے اور جہاں گمان شہوت ہو وہاں پوشیدہ رکھنا ضروری ہے اب قابل غور یہ امر ہے کہ اس سے ممانعت ثابت ہوتی ہے یا کہ اجازت؟ فتاویٰ سراجیہ میں ہے النَّظَرُ إِلَى الْأَجْنَبِيَّةِ إِذَا التَّوَكُّلُ عَلَى عَيْنِ شَهْوَةٍ لَيْسَ بِحَرَامٍ لَكِنَّهُ مَكْرُوهٌ يَعْنِي اجنبی عورت کے چہرہ کی طرف بغیر شہوت کے دیکھنا حرام نہیں مگر مکروہ ہے؟

جواب: اس سے بھی صاف واضح ہے کہ اگر خوف شہوت اور نظر بد ہو۔ تو اظہار حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔

فتاویٰ میں ہے يَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنَ الْحَرَمَةِ الْأَجْنَبِيَّةِ إِلَى الْوَجْهِ وَهَذَا إِجْتِزَافٌ زَمَانِيٌّ وَمَا فِي زَمَانِنَا فَمَنْعٌ مِنَ الشَّابَةِ يَعْنِي مرد اجنبی عورت کی طرف دیکھ سکتا ہے لیکن یہ اجازت زمانہ صحابہ و تابعین میں تھی۔

مگر ہمارے زمانے میں جو ان عورتوں کی طرف دیکھنا ممنوع ہے؟

marfat.com

جواب : علامہ قسستانی اپنے زمانہ کی نسبت فرما رہے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں جوان عورت کی طرف دیکھنا ممنوع ہے تو پھر اس زمانہ موجودہ میں بطریق اولیٰ ممنوع ہوا۔ اللہ تعالیٰ العفاف عطا کرے۔

شامی میں ہے۔ وَشُرْطُ لِحِيلِ النَّظْرِ إِلَيْهَا الْأَمْسُ يُطْرِقُ الْيَقِينِ عَنِ الشَّهْوَةِ يَعْنِي اجْتِنَابَ الْوَجْهِ مِنْ شَرَفِ الْأَمْسِ وَدَيْكُنَا جَائِزٌ هُوَ أَنَّ شَهْوَتَ يَقِينِي هُوَ - يَعْنِي نَظْرُهُ أَوْ خِيَالُ فَا سَدَ كَأَشَابِهِ مَبْنِي نَهْ هُوَ ؟
جواب : کیا آج کوئی ایمان سے کہہ سکتا ہے کہ ہم صاف باطنی سے غیروں کے چہروں کی طرف دیکھتے ہیں ؟

ہدایہ میں ہے إِنَّ كَانَ لَا يَأْمَنُ الشَّهْوَةَ لَا يَنْظُرُ إِلَى وَجْهِهَا إِلَّا حَاجَةً لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَنْ نَظَرَ إِلَى مَحَاسِنِ امْرَأَةٍ أَعْجَبِيَّةٍ عَنِ الشَّهْوَةِ صَبَّ فِي عَيْنِهِ الْإِفْكَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَإِذَا خَافَ الشَّهْوَةَ لَمْ يَنْظُرْ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ تَحَرُّماً زَائِعاً عَنِ الْحَرَامِ مَطْلَبٌ يَسْتَعِينُ بِهِ عَلَى الْوَجْهِ مِنْ شَرِّهِ نَهْ هُوَ - تُوَ اجْتِنَابِ عَوْرَتِ كِ چَهِرِ كِ طَرَفِ هَرِ كَرِ نَهْ دِي كِهِي مَ كَرِ كِ سِي مَ حَاجَتِ سِي كِي وَنَهْ كِي كِي وَنَهْ كِي كِي عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهْ فَرَمَا يَهْ - حَسْبُ نَهْ اجْتِنَابِ كِهِي مَحَاسِنِ وَنَهْ كِي طَرَفِ نَهْ شَهْوَتِ سِي دِي كِهِي - اس كِي آنكھوں ميں ہر روز قیامت كيسيہ گلا كَرِ ڈالا جاتے گا ؟
جواب : اس سے تو ہمارا دعویٰ صاف ثابت ہے۔

علامہ شامی بحوالہ تاتارخانیہ ایک اور عبارت نقل فرماتے ہیں جو ما سخن فیہ ہمارے تقریباً کی مرتبہ ہے اِنْفِي التَّارِخَانِيَةِ وَفِي شَرْحِ الْكَرْمَنِيِّ النَّظْرُ إِلَى وَجْهِ الْأَعْجَبِيَّةِ الْحَرَمِ كَيْسَ بِحَرَامٍ وَكَانَتْ يَكْتَرُهُ بِغَيْرِ حَاجَةٍ وَكَانَ الْكِرَاهَةُ وَكَانَتْ شَهْوَةٌ وَالْأَحْرَامُ أَيُّ إِنَّ كَانَ عَنْ شَهْوَةٍ حَرَامٌ وَأَمَّا فِي زَمَانِنَا فَمِنْهُ مِنَ الثَّابِتَةِ لِأَنَّ عَوْرَةَ بَلِّ بِجُودِ الْفَيْئَةِ - يَعْنِي تَاتَارْخَانِيَةِ أَوْ مَشْرُحِ كَرْمَنِي مِيں سَهْ كِهِي اجْتِنَابِ كِهِي چَهِرِ دِي كِهِي حَرَامِ مَبْنِي مَكْرُوهِ هُوَ أَوْ ظَاهِرِ هُوَ كِهِي مَكْرُوهِ مَبْنِي - حَكْمُ مَبْنِي شَهْوَتِ هُوَ - وَنَهْ حَرَامِ سَهْ - يَعْنِي اَكْرُ

ہے شہوت ہو تو حرام ہے لیکن ہمارے زمانہ میں جوان عورت کی طرف دیکھنا بوجہ خوف
فتنہ و شرکے ممنوع ہے۔

ناظرین! جملہ مگر ہمارے زمانہ میں بوجہ خوف فتنہ جوان عورت کی طرف دیکھنا
ممنوع ہے کی طرف نظر انصاف سے خور فرمائیں۔

بحر الرائق شرح كنز الدقائق میں ہے حُرِّمَ النَّظَرُ إِلَى دَجْهِهَا وَوَجْهِهَا
الْأَسْرَجِ إِذَا مَشَتْ فِي الشَّهْوَةِ قَالَ مَشَاتِنَا لَمَنْعِ الصُّورَةِ الشَّابَّةِ
مِنْ كَشْفِ دَجْهِهَا بَيْنَ الرَّجَالِ فِي زَمَانِنَا لِلْفِتْنَةِ يَعْنِي اجنبی عورت
اور خوب صورت بے ریش لڑکے کے چہرہ کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ اگر خوف شہوت ہو
مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ جوان عورت کو مردوں میں چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا
ہمارے زمانہ میں بوجہ فتنہ کے۔

الغرض مندرجہ بالا نصوص قرآنیہ۔ احادیث شریفہ اور عبارات فقہیہ سے عورتوں
کے کھلے منہ پھرنے کی حرمت و ممانعت ظاہر دیا ہر ہو چکی ہے اور ان کے منہ چھپا
رکھنے کی عزم معلوم ہو گئی ہے اور حق و باطل کا امتیاز بوجہ احسن ہو گیا۔ اب فیصلہ آپ
کے ہاتھ یا ضمائر پر ہے۔ انصاف کیجئے اور اپنے ناموس کی حرمت ملحوظ رکھئے۔

.....

باب چہارم

پردہ اور اس کے قیام

مسلمان عورت جو آزاد ہو، زر خرید یا باندی نہ ہو بالغ ہو چکی ہو یا بالغ ہونے کے قریب ہو، جوان ہو یا بوجڑھی۔ اس کے لئے اجنبی مردوں سے پردہ کرنے کے تین درجے ہیں :-

ایک یہ کہ بجز چہرے اور ہتھیلیوں کے اور بعض کے نزدیک سواستے پیروں کے بھی باقی تمام بدن کو کپڑے سے چھپایا جائے یہ ادنیٰ درجہ کا پردہ ہے۔
دوسرے یہ کہ چہرہ، ہتھیلیوں اور پیروں کو بھی برقع وغیرہ سے چھپایا جائے۔ اور یہ درمیانے درجے کا پردہ ہے۔

تیسرے یہ کہ عورت دیوار یا پردہ کے پیچھے آڑ میں رہے کہ اس کے کپڑوں پر بھی اجنبی مردوں کی نظر نہ پڑے۔ یہ اعلیٰ درجہ کا پردہ ہے۔

ادنیٰ درجہ کے پردہ کا ثبوت اللہ تعالیٰ سورہ نور رکوع ۴ میں ارشاد فرماتا ہے وَلَا يَبْدِيْنَ زِيْنَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهُنَّ
اپنے زینت کے مواقع کو ظاہر نہ کریں مگر جو ان میں سے غالباً کھلا ہی رہتا ہے جس کی تفسیر حدیث میں چہرہ اور ہتھیلیوں کے ساتھ کی گئی ہے کہ ان کا کھولنا ضرورت کی وجہ سے مستثنیٰ ہے اور پیروں کو قیاساً اس میں داخل کیا گیا ہے۔

ابوداؤد میں مردی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے يَا اَسْمَاءُ
ثَا السَّرَّاءُ اِذَا جَلَسْتَ الْمَحِيْضَ لَنْ يُعْلِمَ اَنْ يُّرَى مِنْهَا الرَّاهِدُ وَهَذَا

وَأَشَارَ إِلَى وَجْهِهِ وَكَفَّيْهِ يَعْنِي أَسْمَارَ جَبِّ عَوْرَتِ بَالِغٍ هُوَ جَانِبٌ تَوَسَّلَ
اس کے اور اس کے (اس سے حضرت نے اپنے چہرہ اور ہاتھ کی طرف اشارہ فرمایا) اور
کسی عضو کا اجنبی مردوں کے سامنے کھولنا ہاتھ نہیں۔

اللہ تعالیٰ سورۃ احزاب رکوع ۸ میں ارشاد فرماتا ہے
اوسط درجہ کے پردہ کا ثبوت **يُدْرِيْنَ عَلَيْهِمْ مِنْ جَلَابِيبِهِمْ** یعنی
عورتیں اپنے اوپر چادریں ڈال لیا کریں۔

صیحیح میں مروی ہے **قَالَتْ اِسْرَاؤِيلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِحْدَا اِنَّا لَيْسَ لَهَا
جَلَابِيْبٌ قَالَ لِيَتَلَبَّسَ فَاَصْلَحَتْهَا مِنْ جَلَابِيْبٍ** یعنی ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ
اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو عید کی نماز کو کیوں کر جاتے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ
والی اس کو اپنی چادر اور مٹھا دے۔

ابوداؤد میں مروی ہے **قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرْجِي (الْمَرْأَةُ
الْاِزَارَ) شَبْرًا فَقَالَتْ اُمَّ سَلَمَةُ اِذَا تَكْشِفُ اَقْدَامَهُنَّ قَالَ فَيُرْجِيْنَ ذِرَاعًا**۔
یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورت اپنی ازار کو پٹنٹلی سے ایک بالشت نیچے لٹکائے
تو ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ اس صورت میں ان کے سر کھلے رہیں گے۔ آپ نے
فرمایا تو ایک ہاتھ بھر لٹکایا کرے۔

اللہ تعالیٰ سورہ احزاب رکوع چار میں ارشاد فرماتا ہے
اعلیٰ درجہ کے پردہ کا ثبوت **وَقَسْرَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ** یعنی اے بیبیو! تم اپنے گھروں
میں رہا کرو۔

پھر اسی سورت کے رکوع ۷ میں حکم ہے **وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُّوهُنَّ
مِنْ ثَوْرَاتِكُنَّ حِجَابًا** اور جب تم عورتوں سے کوئی چیز استعمال کے لئے مانگو تو پردہ کی آڑ میں ہو کر مانگو۔
اور سورہ طلاق میں یوں فرمان نازل ہوا: **لَا تَخْرُجُوهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجُنَّ**
یعنی عورتوں کو ان کے گھروں سے باہر نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأُمِّ سَلَمَةَ وَمَيْمُونَةَ

اِحْتِجَابًا مِنْهَا مِثْلُ مِثْلِ ابْنِ اُمِّ مَكْتُومٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ اَلَيْسَ هُوَ
 اَعْمَى كَا يُبْصِرُنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْعَمِيَا وَان
 اَنْعَمَا السَّمْعَا تَبْصُرَانِه (رواه احمد والترمذى والبوداوى) يعنى رسول الله صلى الله
 عليه وسلم نے ام سلمہ اور میمونہ سے فرمایا کہ ان سے پردہ کر دو یعنی عبد اللہ بن ام مکتوم نابینا سے
 ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا وہ اندھا نہیں ہے جو ہم کو دیکھ نہیں سکتا
 تو پھر حضرت نے فرمایا کہ کیا پھر تم بھی اندھی ہو۔ کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں۔

صحیح بخاری میں ہے: ثم قال لسودة بنت زمعة اجتجبي منه
 لعمري من شبه لعتبة يعني پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سودہ بنت زمعہ
 سے فرمایا کہ تم اس سے یعنی زمعہ کے باندی زادہ سے پردہ کرو۔

حالانکہ آپ نے فیصلہ یہ کیا تھا کہ یہ لڑکا زمعہ ہی کا ہے کیونکہ اس کی باندی کے بطن
 سے ہے۔ مگر سودہ کو اس سے پردے کا اس لئے حکم دیا کہ حضرت نے اس لڑکے میں عتبہ
 کی مشابہت زیادہ پائی۔ اور عتبہ کا یہ دعویٰ تھا کہ یہ لڑکا میرا ہے جو قاتون شریعت سے
 رو کر دیا گیا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت کے اس حکم کے بعد اس لڑکے نے عمر بھر سودہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا کو نہیں دیکھا۔

ترمذی میں ہے الْمَرْأَةُ عُورَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ
 یعنی عورت پردے میں رہنے کی چیز ہے۔ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے۔
 اور اس کے درپے ہوتا ہے۔

ہر سہ اقسام پردہ کے وجوب کے مواقع

مذکورہ بالا آیات اور احادیث سے پردہ کے تینوں درجوں کا واجب و لازم ہونا ثابت
 ہو گیا اور نیز یہ کہ شریعت نے ان سب درجوں کے مطابق پردے کا حکم دیا ہے البتہ
 ان میں اتنا تفاوت ضرور ہے کہ پہلا درجہ اپنی ذات سے واجب ہے اور دوسرا تیسرا درجہ
 کسی عارض کی وجہ سے واجب ہے مگر اس تفاوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان تینوں میں

درجات کے تفاوت سے نفس و جوب پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جیسا فرض اعتقاد ہی اور فرض عملی میں درجہ کا تفاوت ہوتا ہے مگر فرض دونوں ہیں اور نفس فرضیت دونوں میں موجود ہے۔

چونکہ پہلا درجہ اپنی ذات سے واجب ہے۔ اس لئے اس کا حکم بھی جوان اور بوڑھی عورتوں سب کو عام ہے یعنی بجز چہرہ اور ہاتھوں کے باقی بدن یا سر کے کسی حصہ کا اجنبی کے سامنے کھولنا بوڑھی عورتوں کو بھی جائز نہیں اور دوسرے اور تیسرے درجہ کا پردہ چونکہ عارضی کی وجہ سے واجب ہے۔ اس لئے ان کے واجب ہونے کا مدار اس عارضی ہی پر ہے جہاں وہ عارضی موجود ہوگا وہاں یہ درجہ واجب ہوں گے اور جہاں عارضی موجود نہ ہوگا۔ وہاں یہ درجہ بھی واجب نہ ہوں گے۔ اور وہ عارضی فتنہ کا اندیشہ ہے۔ جس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: **اِسْتَشْرَفْنَا الشَّيْطَانَ** یعنی جب عورت باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی اس کی دلیل ہے **فَيَسْطِمْ الَّذِي فِي خَبِئِ قَلْبِهِ** **سَرَّضٌ** (پت ۱۶) یعنی جس کے دل میں خرابی ہے وہ ہو کس کرنے لگے گا۔

اب یہی بات کہ فتنہ کا اندیشہ کہاں ہے اور کہاں نہیں ہے۔ اس کی تعیین ہماری رائے پر نہیں رکھی گئی۔ بلکہ قرآن مجید میں اس کا فیصلہ بھی خود ہی فرما دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي
لَا يَزُجُّونَ بِنِكَاحِ فُلَيْسَ
عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ
يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ
غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ
وَ اَنْ يَسْتَغْفِفْنَ خَيْرٌ
لَّسَعْيٍ (سورہ نور کو ۱۸۴)

یعنی اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی کچھ امید نہ رہی ہو۔ ان کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے زانہ کپڑے اتار رکھیں۔ جن سے چہرہ وغیرہ پھپھایا جاتا ہے بشرطیکہ زینت کے مواقع کا اظہار نہ کریں اور اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے۔

حاصل اس کا یہ ہے کہ جو بڑھی عورتیں نکاح کے قابل نہ رہیں۔ ان کو زینت ظاہر کرنے کی تو اجازت نہیں۔ جس سے مراد تمام بدن ہے۔ ہاں چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ وَكَأَيُّسَدِّيقِينَ زَيْنَتُهُنَّ لِلْأَعْيُنِ مَبْهُوتَاتٍ۔

پس بڑھی عورتیں اگر ان زائد کپڑوں کو اجنبی کے سامنے اتار دیں۔ جن سے منہ ہاتھ پھپھایا جاتا ہے جیسے برف اور چادر تو اس میں گناہ نہیں اگر یہ بڑی بڑھی عورتیں اس سے بھی پرہیز کریں۔ اور دوسرے اور تیسرے درجہ کا پردہ اختیار کریں۔ تو مستحب ان کے لئے بھی یہی ہے وَانْ لَّيَسْتَعْظَمْنَ خَيْرٌ لَّسَهُنَّ كَمَا مَطْلَبُ يٰۤهِيَ۔

اس آیت نے بتلادیا کہ فتنہ کا اندیشہ صرف ان بڑھی عورتوں میں موجود نہیں ہے۔ جو نکاح کے قابل نہیں رہیں۔ اور ان کے سوا جو ان اور ادھر عورتوں سے اندیشہ فتنہ کی نفی نہیں کی گئی۔ بلکہ ان میں یہ اندیشہ موجود ہے اور یہی وہ عارض ہے۔ جس پر دوسرے اور تیسرے درجے کے پردے واجب ہونے کا مدعا تھا۔

جب شارع نے جو ان اور ادھر عورتوں کے بارے میں یہ حکم دیا کہ ان میں فتنہ کا اندیشہ موجود ہے۔ تو اب کسی کو اپنی رائے سے یہ کہنے کا اختیار نہیں کہ ان میں فتنہ کا اندیشہ موجود نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُتُوبِينَ وَلَا مُؤْمِنَاتٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِمَّا آتَاهُم مِّنْهُنَّ وَلَا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِمَّا آتَاهُم مِّنْهُنَّ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا ۚ وَتِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (سورۃ احزاب)

یعنی کسی ایمان دار مرد اور کسی ایمان دار عورت کو گنجائش نہیں جبکہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں تو ان کو اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے۔ یعنی اختیار باقی نہ رہے گا بلکہ اس پر عمل کرنا ہی واجب ہوتا ہے۔

یہ تفاوت تو ان درجوں میں احتمال فتنہ کے شرط ہونے اور شرط نہ ہونے کے اعتبار سے تھا۔ کہ پہلے درجہ کے واجب ہونے میں احتمال فتنہ شرط ہے ایک تفاوت ان درجوں میں اور ہے جس کے سمجھنے کے لئے اول اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ ہر درجہ کے ان تینوں درجوں میں یہ بات مشترک ہے کہ ضرورت کے مواقع ان سے مستثنیٰ ہیں

جس کی دلیل صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے :

عن عائشة قالت خرجت
مسورة بعد ما ضرب
الجباب لحاجتها التي قولها
فقلت يا رسول الله الخ
خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِي
فَقَالَ لِي مَسْرُكًا وَكَذَابِي
إِنِّي وَاللَّهِ مَا تَخْفِين عَلَيْنَا

یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی
ہے کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد مسودہ
رضی اللہ عنہا قصہ حاجت کے لئے نکلیں پھر
کچھ قصہ اس کا بیان کر کے فرمایا کہ (سودہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنی ایک حاجت
کے لئے باہر نکلی تھی تو مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے
ایسا ایسا کہا یعنی یوں کہا کہ اے سودہ خدا کی قسم تم ہم
سے چھپ نہیں سکتیں۔

مطلب یہ تھا کہ تم کو باہر نہ نکلنا چاہیے کیونکہ تم چادر برقع پہن کر بھی کسی سے چھپ نہیں
سکتیں۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد وحی نازل ہوئی اور آپ نے فرمایا کہ
اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے واسطے نکلنے کی اجازت تم کو دے دی ہے۔

مگر ان تینوں درجوں میں اس اعتبار سے تفاوت ہے کہ کون سی ضرورت کس درجہ میں
مותר ہے اور کس درجہ میں موثر نہیں۔ چنانچہ پہلا درجہ جو کہ جوان، ادھیڑ اور بوڑھی سب عورتوں پر
واجب ہے اس سے بہت سخت مجبوری کی مستثنیٰ ہے۔ جیسے علاج معالجہ کی ضرورت یعنی
بغیر ایسی سخت ضرورت کے اجنبی کے سامنے بدن کا کھولنا نہ جو ان اور ادھیڑ کو جائز ہے نہ
بوڑھی عورتوں کو اور دوسرے درجے سے جو کہ صرف جوان اور ادھیڑ عورتوں پر واجب ہے بوڑھیوں
پر واجب نہیں۔ سخت مجبوری کی صورت مستثنیٰ ہے۔ گو بہت سخت مجبوری نہ ہو یعنی اجنبی
مرد کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کا کھولنا بوڑھی عورتوں کو تو جائز ہو گا گو چھپانا ان کو بھی مستحب ہے
اور جوان اور ادھیڑ عورتوں کو بدوں سخت مجبوری کے اجنبی کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کھولنا حرام
ہو گا۔ چنانچہ در مختار میں ہے: **دَلَّمْنَعُ الشَّامَةَ وَجُوبًا عَنْ كَشْفِ الْوَجْهِ بَيْنَ
الرِّجَالِ كَالِأُنْثَى عَوْرَةً بَلْ لِيُخَوِّبَ الْفَيْشَةَ** یعنی اور جوان عورت کو مردوں کے سامنے

چہرہ کھولنے سے وہ سب کے درجہ میں منع کیا جائے گا۔ نہ اس وجہ سے کہ چہرہ بالذات ستر میں داخل ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ جو ان عورت کے چہرہ کھولنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے تو ستر لعارض ہوا۔ سخت مجبوری کی حالت میں چہرہ اور ہاتھ کا کھولنا جائز ہو گا۔ بشرطیکہ کوئی دوسرا مانع نہ پایا جائے۔ جیسے اجنبی مرد کا اس کو چھونایا یا اجنبی مرد کو گھورنا یا اجنبی مرد کے ساتھ بیٹھنا ملنا کہ ان سب کی حرمت شریعت سے ثابت ہے اور اس سخت مجبوری کی صورت میں اگر کوئی مرد اس کو گھورنے لگے تو اس سے عورت کو گناہ نہ ہو گا۔

حدیث میں جو آیا ہے لَعْنَةُ النَّظَرِ وَالْمَنْظُورِ الْيَهُودِ (مشکوٰۃ شریف) یعنی فتنہ گاروں نے دیکھنے والے پر بھی لعنت کی ہے اور اس پر بھی جو دیکھا جائے: "تو یہ لعنت عورت پر اسی صورت میں ہے جب کہ اس نے بدوں سخت مجبوری کے اپنا چہرہ وغیرہ کھولا ہو۔ ورنہ اگر سخت مجبوری سے اس نے کھولا اور پھر کسی مرد نے اس کو گھورا تو اس عورت کو گھورنے سے گناہ نہ ہو گا۔ اور تیسرے درجہ میں مجبوری کی حالت مستثنیٰ ہے گو سخت مجبوری کی صورت نہ ہو۔ مگر مجبوری کا درجہ موجود ہو۔ اس مجبوری کے معنی یہ ہیں کہ اگر گھر سے یا پردہ سے نہ نکلیں تو کوئی غیر معمولی نقصان یا حرج لاحق ہو جائے۔ ایسی ضرورت میں تمام بدن چھپا کر برقع کے ساتھ گھر سے نکلنا جو ان اورادھیر عورتوں کے لئے جائز ہو گا اور بدوں ایسی مجبوری کے برقع کے ساتھ تمام بدن چھپا کر بھی ان کو نکلنا جائز نہ ہو گا۔

اس دوسرے اور تیسرے درجے کے پردہ میں مجبوری اور سخت مجبوری کے وقت جو آسانی کی گئی ہے۔ اس میں چونکہ فتنہ کا بھی احتمال ہے۔ گو ضرورت پر نظر کر کے آسانی کر دی گئی اور تنگی منہ کی گئی مگر اس احتمال کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ بلکہ خاص خاص احکام سے اس کا انسداد بھی کر دیا گیا۔ مثلاً عورتوں کو عطر و خوشبو لگا کر باہر نکلنے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے إِنَّ الْمَنَاءَ إِذَا سْتَعْطَرْتِ فَمَسَتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَأَنَّكَ ذَا عِيسَى عَوْرَتِ جَبَّ عَطْرُ لَهَا كَرَسِي مَجْلِسٍ سَعَى كَرَسِي تَوَهُوَ أَيْسَى أَيْسَى ہے یعنی زانیہ ہے۔ (ترمذی و ابوداؤد)

ابوداؤد میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَلَكِنْ لِيَخْرُجْنَ

اَوْهَنَّ تَعْبَادَاتُ يَسْنِي لَيْكِن عَوْرَتُون كُو مِي لے كھیلے كپڑوں ميں ضرورت كے وقت باہر نكلنا چاہیے۔
 خلاصہ ان سب احكام كا یہ ہوا كہ پڑھی عورتوں پر پہلا درجہ قردا اہلب ہے اور دوسرا اور
 تیسرا اور چہرہ مستحب ہے اور بہت سخت مجبوری كی حالت ميں پہلے درجہ ميں بھی ہو كہ واجب
 ہے كچھ سہولت و وسعت كر دی گئی اور ادير اور جوان عورتوں كے لئے پہلا درجہ بھی واجب
 ہے اور بہت سخت مجبوری ميں اس ميں كچھ سہولت اور وسعت بھی ہے اور دوسرا اور تیسرا درجہ
 بھی ان پر واجب ہے اور بہت سخت مجبوری سے كم درجہ كی مجبوری اور ضرورت كے مواقع
 ميں كچھ سہولت اور وسعت بھی ثابت ہے يعنی مجبوری كی حالت ميں گو بہت سخت مجبوری
 نہ ہو۔ چہرہ اور تعليلياں كھونا اجنبی كے سامنے ان كو جاتر ہے بشرطيكہ فتنہ و فساد كے احتمال
 كا انداد بھی كر لیا جاتے۔ يعنی سر، كلاتی اور پنڈلی وغیرہ كے كھولنے سے پرہیز ہے۔
 اسی طرح زيب و زینت كے ساتھ اجنبی كے سامنے آقا حرام ہو گا۔ اور اگر سخت مجبوری كے
 درجہ سے كم ضرورت ہو مگر مجبوری متحقق ہو محض خيالی مصلحت نہ ہو تو اس صورت ميں برقع كے
 ساتھ باہر نكلنا جوان عورت اور ادير عورت كو جاتر ہے مگر چہرہ اور ہاتھوں كا كھولنا حرام ہو گا
 اسی طرح زيب و زینت كے كپڑوں پہن كر نكلنا حرام ہو گا۔

پردہ كے مواقع و وجب كی تعین اور مستثنیات

جن احكام كا مدار اندیشہ فساد و فتنہ كے ہونے یا نہ ہونے پر ہے یا ضرورت كے ہونے
 یا نہ ہونے پر ان ميں حالات كے بدلنے سے یا ایک ہی حالت ميں راستے كے اختلاف سے حكم
 شرعی بدل سكتا ہے اور اس قسم كے احكام دوسرے اور تیسرے درجہ كے پردہ ميں ہیں۔ كيونكہ
 پہلے درجہ ميں تو شریعت ہی نے خود اس كی تعین كر دی ہے كہ فتنہ كا اندیشہ کہاں ہے
 اور ضرورت كا درجہ كون سا ہے۔ اس ميں کسی كی راستے اور فہم كا كوئی دخل نہیں۔ مگر جن احكام
 ميں راستے اور فہم كو دخل ہے۔ ان ميں اس كا فیصلہ كرنے كا حق كہ فتنہ كا اندیشہ ہے یا نہیں
 اور ضرورت كا تحقق ہے یا نہیں۔ ان ہی كو ہے جن ميں فتویٰ دینے كی لیاقت و قابلیت موجود
 ہو اور اس كے ساتھ ان كی راستے اور فہم بھی صحیح ہو۔ نا اہلوں كی بات اس بارے ميں

ہرگز نہ سنی جائے گی۔

عزمن حالات کے بدلنے یا راستے کے بدلنے سے جو احکام بدل جاتے ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ احکام شرعیہ زمانہ اور وقت کے تابع ہیں جیسا کہ بعض نادانوں کا خیال ہے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ شارع نے خاص قید کے ساتھ حکم کو بیان کیا تھا کہ اگر یہ قید پایا گئے تو یہ حکم ہے نہ پائی جائے تو دوسرا حکم ہے۔ اب حالات یا راستے کے اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ اس قید کے وجود یا عدم میں اختلاف ہے۔ جس نے قید کو موجود پایا، ایک حکم کر دیا جب اس قید کو موجود نہ پایا دوسرا حکم کر دیا اور یہ دونوں حکم دراصل شارع ہی کے ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کے لئے مساجد اور عید گاہ میں جانے کی اجازت کا اور صحابہ کے زمانہ میں اس سے ممانعت ہو جانے کا وہی قاعدہ پر ہے۔ جس کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

لَوَ اَدْرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اخْدَثَتِ النِّسَاءُ لَمَذَّهِنَّ كَمَا مَنَعَتْ نِسَاءَ بَنِي إِسْرَائِيلَ زُرُوهَا مُسَلِّمَاتٍ
یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت کا مشاہدہ فرمالتے۔ جو عورتوں نے آپ کے بعد اختیار کی ہے تو یقیناً آپ ان کو مساجد و عید گاہ میں جانے سے روک دیتے جیسا بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے اخیر وقت میں عورتوں کے لئے اسی کو پسند فرمایا اور اسی کی ترغیب دی ہے کہ وہ نماز کے لئے مسجدوں میں نہ جایا کریں چنانچہ ارشاد ہے:

لَفَضْلٍ مِنَ صَلَوَاتِنَا فِي بَيْتِهَا
أَفْضَلُ مِنْ صَلَوَاتِنَا فِي
حُجْرَتِهَا وَصَلَوَاتِنَا فِي
بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ
صَلَوَاتِنَا فِي بَيْتِهَا وَرَأَى الطَّبْرَانِي فِي الرَّسُولِ
یعنی عورت کا گھر کے اندر نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور کوٹھڑی میں نماز پڑھنا گھر کے اندر پڑھنے سے افضل ہے۔

مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف برعینہ پر اکتفا فرمایا۔ سختی کے ساتھ عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے نہیں روکا۔ کیونکہ اس وقت عورتوں کو باہر نکلنے کی ضرورتیں زیادہ تھیں اور عام طبائع میں شکی کا قلبہ اور سزا کا خوف ایسا تھا جس کی وجہ سے فتنہ و فساد کا احتمال کمزور تھا اور بعد میں عام طور پر حالت بدل گئی۔ جس میں عورتوں کی حالت بدلنے کو بھی خاص دخل تھا اور اسی قاعدے پر فقہائے متاخرین کا یہ فتویٰ مبنی ہے۔ جس میں امنوں نے بعض محرموں کو نامحرموں کی مثل ٹھہرایا ہے **وَدَيُّكَوْرَةُ الْخَلْوَاتِ بِالصَّهْرِ فَسْرَةَ الشَّابَةِ لِفَسَادِ الزَّمَانِ** یعنی اور جوان ساس کے پاس تنہائی میں بیٹھا مکروہ ہے کیونکہ زمانہ فساد کا ہے اور اس احتیاط کی اجازت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔ **لِحْتَجَاجِي مِنْهُ يَا سُوْدَةَ** یعنی حضور نے سوودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے باپ کے باندی زادہ سے پردہ کا حکم دیا۔ جس میں بطور احتیاط کے شرعی محرم سے پردہ کا حکم ہے کیونکہ وہ باندی زادہ شرعاً سوودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی تھا۔

غرض فقہاء کا فتویٰ نص کا مقابلہ اور حکم شرعی کی مخالفت نہیں بلکہ حکم کی علت پر نظر کر کے اس فتویٰ میں نص ہی کا اتباع کیا گیا ہے اور اسی کی نظیر فقہاء کا یہ قاعدہ ہے کہ علت کے ختم ہو جانے سے حکم بھی ختم ہو جاتا ہے۔ جس کا اعتبار **ثُمَّ لَفَّ الْقُلُوْبُ** کے بارے میں کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض مالدار نو مسلموں کو باوجود مالدار ہونے کے محض دلجوئی کی غرض سے زکوٰۃ وغیرہ میں سے حصہ دیا جاتا تھا۔ حضور کے بعد یہ حکم باقی نہیں رہا کیونکہ اب ان مالداروں کی ولداری اور دلجوئی کی ضرورت باقی نہیں رہی جبکہ ان کے دل میں اسلام مضبوط ہو گیا۔

غرض اسی قاعدے پر اہم صاحب اور صاحبین کا یہ اختلاف مبنی ہے کہ اہم صاحب نے بوطعی عورتوں کے لئے صرف صبح اور مغرب و عشاء کے وقت مسجد میں آنے کی اجازت دی ہے اور صاحبین نے پانچوں وقت آنے کی اجازت دی ہے اور ہر ایک قول کی جدا جلت بیان کی گئی ہے اور جوان یا ادھیڑ عورتوں کے لئے بالاتفاق سب اوقات میں مراعت ہے (پہلی)۔

پنجم باب

پردے کے متفرق احکام

اسلام سے پیشتر پردے کی حالت ایام جاہلیت میں ملک عرب میں پردے کا بائبل ہی رواج نہ تھا۔ شرفاً کی بوہٹیاں لباس پاکیزہ اور زیورات فاخرہ پہن کر کھلم کھلا بازاروں میں پھرا کرتی تھیں۔ کسی طرح کی حیا اور شرم نہ تھی۔ چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائے نبوت میں بھی یہی حالت تھی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَدَّمُ عَلَيَّ بِأَجْحَرِيَّ وَالْحَبْشَةَ يُلْعَبُونَ بِالْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ تَرْمِي بَرْدًا لِأَنْظُرَ إِلَى لَعْبِهِمْ بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَغَالِقِهِ ثُمَّ يَتَرَمَّمُ مِنْ أَجْلِي حَتَّى أَكُونَ أَنَا النَّبِيُّ أَنْصَرِفُ فَاقْدُرُوا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيثَةَ السِّنِّ الْحَبْرِيَّةِ عَلَى النَّبِيِّ - (متفق عليه)

صحیح بخاری و مسلم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہما کہ اللہ تعالیٰ کی قسم تحقیق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہونے دیکھا اور حبشی مسیحیوں کے برہمنوں کے ساتھ کھیلتے تھے (اس لئے کہ ان کا کھیلنا برہمنوں سے سامانِ بہاد سے تھا لہذا وہ تیراندازی کی طرح عبادت ہوا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادری کے ساتھ میرا پردہ کر رہے تھے تاکہ میں حضرت کے کندھوں اور کانوں کے درمیان سے ان کے کھیل کی طرف دیکھوں پھر حضرت میری خاطر کھڑے رہے یہاں تک کہ میں خود بخبری اور بس نہ کیا آپ نہ پھرے۔ پس اندازہ کرو۔ نہایت سے

مقدار کھڑے رہنے لڑکی کے کہ صغیر سن حرم کرنے والی کھیل پر ہو یعنی خیال کرو کہ لڑکیاں خوردسال کس قدر حرمیں ہوتی ہیں کھیل کے دیکھنے پر اس قدر میں کھڑی رہی اور حضرت بھی میری خاطر کھڑے رہے

اس واقعہ سے دنیا پرست مخالفین پر وہ کے ایک زبردست اعتراض کا جواب ملاؤں نے اپنے دعوے

کی تائید میں جناب صدیقہ پر بھی (اجانب) نامحرم کے دیکھنے کی تہمت لگائی ہے۔ حالانکہ حدیث کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ آپ ان کے بدن کو نہیں دیکھتی تھیں بلکہ ان کی تلواروں کے کرب یا ہاتھوں کو دیکھتی تھیں۔ چنانچہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں امام قسطلانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:-

وَالْأَيْتُهُمْ لَا إِلَى ذَوَاتِهِمْ إِذْ
نَظَرُوا الْجَنَابَةَ إِلَى الْجَنَابَةِ
غَيْرُ حَبَائِزٍ۔
یعنی ان کے آلات تلوار وغیرہ کی طرف دیکھتی تھیں
ان کے جسم کی طرف نہیں اس لئے کہ عورت اجنبیہ کو
اجنبی مرد کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

جو لوگ کرب دکھاتے ہیں یا پھری گنگہ پست لکڑی کا کھیل کھیلتے ہیں ان کی نظریں تلواروں اور اطراف بدن پر ہوتی ہیں۔ اور دیکھنے والوں کی نظریں ان کی حرکات و آلات کی طرف۔ بلکہ اس وقت تو ان کا دیکھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ نہایت سرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ اُم المؤمنین نو و لعب میں کیوں مصروف تھیں اس کا جواب امام قسطلانی نے یہ دے دیا کہ وہ کھیل ایسا نہ تھا کہ جس میں اضاعت وقت کے سوا کچھ فائدہ نہ ہو بلکہ وہ جہاد میں کام آنے والے کرب تھے۔ اور آپ کو اس غرض سے دکھائے گئے کہ آپ ان تلواروں کے ہاتھوں کو ضبط کر لیں اور پھر مستورات کو سکھائیں۔ چنانچہ امام قسطلانی فرماتے ہیں:-

لَعْنَةُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
سَرَّكَهَا تَنْظُرُ إِلَى الْعَيْبِهِمْ
لِتَضْبُطَهُ وَتَنْقُلَهُ لِمَعْلَمَةٍ
بَعْدَهُ۔
شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
عائشہ صدیقہ دیکھنے کی اجازت دیدی تاکہ
وہ انکے کھیل کو دیکھ کر اسے اچھی طرح یاد رکھ
لیں اور اس طریقہ کی نقل کریں اور سکھائیں۔

اور علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں:-

فِيهِ جَوَازُ اللَّعِيبِ بِالسَّلَاحِ
لِلشَّدِيدِ عَلَى الْحَرْبِ وَ
التَّشْيِيطِ عَلَيْهِ وَجَوَازُ نَظَرِ
النِّسَاءِ إِلَى فِعْلِ الْأَجَانِبِ وَ
وَأَمَّا النَّظَرُ مِنَ إِلَى وَحْبِهِ
الْأَجْنَبِيِّ فَإِنْ كَانَ بِشَهْوَةٍ
فَحَرَامٌ إِنْ تَقَادَرْنَا كَانَ
لِغَيْرِهَا فَالْأَصَحُّ التَّحَرُّيُّ
وَقِيلَ كَانَ مَهْدًا قَبْلَ
نَزُولِ قَوْلِ لِّلْمُؤْمِنَاتِ
يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ

اس میں اسلحہ کیساتھ لڑائی کرنے کی تربیت
دینے اور اس پر حرمت دلانے کا جواز ہے
اور اجنبیوں کے کام کی طرف عورتوں کے
دیکھنے کا بھی جواز ہے لیکن اجنبی کے چہرے
کی طرف دیکھنا۔ اگر شہوت کیساتھ ہو تو
بالاتفاق حرام ہے اور اگر شہوت کے بغیر ہو
تو پھر بھی صحیح یہ ہے کہ حرام ہے۔ اور بعض
نے کہا ہے کہ یہ واقعاً بیت قلم المؤمنات
دلے نبی مومن عورتوں سے فرما دو کہ وہ اپنی
نگاہیں نیچی رکھا کریں۔) کے نزول سے
پہلے کا ہے۔

یعنی اس واقعہ سے چند فوائد حاصل ہوئے ایک تو تلوار وغیرہ آلات حرب سے کھینچنے
کا جواز تاکہ شوق و رغبت علی الجہاد پیدا ہو۔

ثانیا عورتوں کو اجانب کے افعال کی طرف دیکھنا جائز ہوا۔ لیکن عورتوں کو اجنبی مردوں
کے چہرہ کی طرف بشہوت دیکھنا تو بالاتفاق حرام ہے اور بلاشہوت بھی بنا بر قول اصح حرام ہے۔
مظاہر حجت میں ہے کہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ قبل نزول حجاب کا ہے
اس قول کی بنا پر تو مخالفین پر وہ کا استدلال بالکل باطل ہو جاتا ہے۔ اگر امام قسطلانی کے قول
کو اختیار کیا جائے۔ کہ یہ واقعہ بعد نزول حجاب کا ہے۔ تب بھی مخالف کو اصلاً مفید نہیں۔
جبکہ اس میں اجانب کی طرف نظر کرنے کا قطعی انکار اور ان کے آلات کی طرف دیکھنے کا اقرار ہے
بخاری شریف میں عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے :

كَانَ الْفَضِيلُ رَدِيفَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ
امْرَأَةٌ تَامِسٌ خَشَعَتْ فَجَعَلَ
يَعْنِي فَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ حَضَرَتْ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا فِي بَيْتِ سَوَارِي
سَوَارِي تَحْتَهُ. أَيْ عَوْرَتِ قَبِيلِهِ خَشَعَتْ كَمَا فِي

الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ
إِلَيْهِ وَجَعَلَ التَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْطِفُ وَجْهَهُ
الْفَضْلَ إِلَى الشَّقِ الْأَخْرَافِ

آئی۔ حضرت فضل اس کی طرف دیکھتے
تھے۔ اور وہ ان کی طرف تو حضور نے فضل
کے چہرہ کو دوسری طرف پھیر دیا۔

.....

پس اگر جانب مردوزن کو چہرہ دیکھنا ممنوع نہ ہوتا تو حضور کیوں فضل کا چہرہ پھیرتے
اور دوسری طرف کرتے۔

اسلام میں پردہ کی ابتدا

پردہ کا سب سے پہلا حکم ۵ ہجری میں نازل ہوا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا سے عقد کیا اور ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ مومنین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں۔ اور کوئی ضروری بات کہنی ہو تو پس پردہ کہیں جس کی تعمیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام ازواج مطہرات کے دروازوں پر پردے ڈلوادیتے جو اس سے پہلے نہ تھے اور غیر محرم کو اندر جانے سے منع کر دیا گیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا چچا زاد تھا، عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملنے سے روکا تھا جس پر وہ ناراض ہو گیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ سب سے پہلے آپ کی ازواج مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم ہوا چنانچہ

کہ سورۃ احزاب رکوع میں ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ
وَلِنَفْسِكَ وَلِلسَّائِرِ الْمُؤْمِنِينَ
يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن
جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ
يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ط

اے پیغمبر کہہ دیجئے اپنی بیویوں سے اور صاحبزادوں
سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیویوں سے
کہ نیچے ٹسکا لیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی
اپنی چادریں۔ اس سے جلدی پہچان ہو
جایا کرے گی تو آزاد نہ دی جایا کریں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں شہر کے اندر پانچ خانہ عجمی، نہ

شان نزول ہونے کے باعث شریف زادوں کو بھی قصائے حاجت کے لئے ملے۔ شہر سے باہر جانا پڑتا تھا۔ بدکردار لوگ (غنڈے) عوام کیا خواص عورتوں کو بھی آتے جاتے تھے کہ ان سے ہنسی مذاق کیا کرتے تھے۔ جب ان سے دریافت کیا جاتا کہ تم کیوں شرفا زادوں سے ہنسی کرتے ہو تو وہ کہتے کہ ہم ان کو لونڈیاں سمجھے ہیں ورنہ ہماری مجال نہیں۔

ایک دفعہ سووہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قضائے حاجت کے لئے بستی سے باہر جانے کا اتفاق ہوا۔ راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چونکہ سووہ رضی اللہ عنہا جسم کی بیماری بھر کم تھیں فوراً پہچانی گئیں۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اسے سووہ رضی اللہ عنہا تم فوراً پہچانی جاتی ہو۔ ذرا سمجھ کر گھر سے آیا کرو۔ پس جب وہ باہر سے گھر تشریف لائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام قصہ عرض کیا۔ اسی وقت وحی نازل ہوئی۔ اور یہ آیتیں اتریں:

اے پیغمبر کہہ دیجئے اپنی پیغمبیوں سے اور صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیویوں سے کہ نیچے ٹٹکالیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی۔

مطلب یہ کہ ضرورت کے باعث قضائے حاجت کے لئے شہر سے باہر جانا تو جائز ہے لیکن گھونگھٹ نکال لیا کرو تاکہ لوگ پہچان لیں کہ شریف زادی ہے لاونڈھی باندھی نہیں یا یہ پہچان لیں کہ نیک بخت ہے بدکار نہیں تو پھر نہ کوئی من سے الجھے گا۔ نہ ان کو کوئی پھڑکے گا۔ اس آیت شریف میں تعلیم ہے گھر سے باہر نکلنے کے ضابطہ کی جو کسی ضرورت سے واقع ہو۔ کہ اس وقت بھی بے پردہ نہ ہو بلکہ اپنی چادر کا پلہ اپنے چہرے پر ٹٹکائیں تاکہ چہرہ کسی کو نظر نہ آئے۔ لہذا اب اس میں کلام نہیں ہے کہ چہرہ کا چھپانا ایک واجب شرعی ہے۔ نص قطعی دلالت قطعی۔

اہمات المؤمنین کو گھر میں پردے سے رہنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اہمات المؤمنین کو پھر گھر سے باہر نکلنے کی بائبل ممانعت کر دی چنانچہ سورہ احزاب میں ارشاد فرماتا ہے:

وَقَسْرُنَ فِي بُسُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ
تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ
یعنی اور قرار رکھو اپنے گھروں میں اور اظہار کرتی
نہ پھر در پہلے زمانہ جہالت کی طرح۔
(سورہ احزاب رکوع ۵)

جیسے کفر کی حالت اور اگلے زمانہ کی جاہلیت میں دستور تھا کہ عورتیں بے پردہ بناؤ سنگار دکھاتی پھرا کرتی تھیں۔ ایسا نہ کرو بلکہ پردہ میں بیٹھو اور گھروں میں قرار پکڑو۔

اس آیت میں گو خطاب ازدواج مطہرات کو ہے لیکن سیاق و سباق میں اس کے متصل لگے اور پچھلے کئی حکم عام ہیں مثلاً **فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ** یعنی دب کر بات نہ کہا کرو **وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا** یعنی اور کہا کرو معقول بات **وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ** یعنی اور قائم رکھو نماز **وَأَتِينَ الزَّكَاةَ** یعنی اور دیتی رہو زکوٰۃ **وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ** طاعت یعنی اور فرمانبردار رہو اللہ اور اس کے رسول کی۔

پس اس صورت میں اس کو **مِنْ كُلِّ الْوُجُوهِ** خاص کہنا نہ صرف مستبعد بلکہ بعید از عقل ہے کیونکہ خود آیت ہی میں غور کرنے سے خصوصیت کا احتمال نہیں رہتا۔

جائے غور ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازدواج مطہرات کو جو مومنوں کی مائیں میں گھروں میں رہنے کا حکم ہوا ہے تو بجملا عام عورتوں کو تو بدرجہ اولیٰ حکم ہوگا۔ کیونکہ ان میں فتنہ عظیمہ کا احتمال ہے۔

عورتوں کو گھر سے باہر نکلنے اور سڑکوں کے درمیان چلنے کی ممانعت

عورتوں کو گھروں سے باہر نکلنا نہیں چاہیے اور نہ ہی سڑکوں کے بیچ میں چنانچہ حدیث شریف میں ہے :-

عَنْ ابْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لِلنِّسَاءِ نَضِيبٌ فِي الْخُرُوجِ إِلَّا مَضْطَرَةً إِلَى قَوْلِهِ وَلَيْسَ لهنَّ نَضِيبٌ فِي الطَّرِيقِ إِلَّا الْحَوَاشِي (رواه الطبرانی في الكبير)

یعنی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عورتوں کے لئے گھر سے باہر نکلنے میں کچھ حصہ نہیں مگر یہ کہ مجبور و مضطر ہوں داسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ عورتوں کیلئے رستوں میں چلنے کا کوئی حق نہیں سولتے کناروں کے (اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے)۔

بغیر اجازت خداوند کے کسی کو گھر میں آنے کی ممانعت
ہر ایک دین دار عورت کو
ضروری ہے کہ وہ کسی آدمی

کو اپنے گھر میں آنے نہ دے۔ ہاں اگر خداوند سے اجازت لے لے تو پھر مضان تک نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے :

عَنْ مَعَاذِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ تَوَسُّعٌ بِأَمَلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تَأْذِنَ فَمَا بَيَّتَ رُوحُهَا إِلَّا بِأَذْنِهِمْ وَوَلَاتِ خُرْمِجٍ وَحُورٍ كَارِهِهُ وَلَا تُطِيعُ مِنْهُ أَحَدًا رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَالْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي السَّنَنِ

یعنی معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت کو جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ جائز نہیں کہ اپنے شوہر کے گھر میں بغیر اس کی اجازت کے کسی کو آنے دے نیز عورت کو شوہر کی مرضی کے خلاف گھر سے باہر نکلنا بھی جائز نہیں اور اس بارے میں کسی کی اطاعت بھی جائز نہیں۔

اکیلی عورت کے گھر میں جانے کی ممانعت
یا اس کا خداوند کہیں گیا ہوا ہو تو اس

کے گھر میں جانا منع ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے :

عَنْ جَابِرِ بْنِ الشَّيْبَانِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلْبَسُوا عَلَى الْمُغْنِيَّاتِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنْ أَحَدِكُمْ جَرَى الدَّمِ قُلْنَا وَمِنْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ كَرِهْتُمْ ذَلِكَ اللَّهُ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَاَسْلَمُوا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

یعنی ترمذی شریف میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر داخل نہ ہو جن کے خاندان میں اس لئے کہ شیطان تمہاری رگ رگ میں پھرتا ہے۔ ہم نے کہا اور آپ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اللہ میں بھی لیکن اللہ نے میری مدد کی ہے شیطان پر پس میں سلامت رہتا ہوں۔

وَلَقَدْ أَسْلَمُوا صِغَةً مَامَنِي كَسَامَةٍ بَعْضُ رَوَايَاتٍ فِي آيَاتِ

ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ شیطان مسلمان ہو گیا ہے۔

غیر محرم مرد و عورت کا تحلیہ میں بیٹھنا ممنوع ہے۔ ایک ہی کمرے میں غیر محرم مرد اور عورت کا تنہا بیٹھنا ممنوع ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَخْلُوتُ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ بَيْنَهُمَا الشَّيْطَانُ (رواه الترمذی)

یعنی ترمذی شریف میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی مرد کسی عورت کے پاس تنہا جگہ میں بیٹھے گا تو تیسرا ان کا شیطان ضرور ہوگا۔

یعنی شیطان ان دونوں کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ ان کی شہوت کو جوش میں لاتا ہے یہاں تک کہ وہ دونوں کو زنا میں ڈالتا ہے۔

اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ نامحرم مرد و عورت کا تنہا جگہ بیٹھنا حرام ہے اور اگر پردہ نہ ہو تو عادت اور مشاہدہ شاید ہے کہ ہرگز اس میں احتیاط نہ کی جائے گی۔ بالخصوص آج کل کے بے باک اور آزاد طبائیس سے یہ امر یقینی ہے پس بے پردگی ذریعہ ہوگی اس تنہائی کی اور یہ تنہائی حرام تو اس کا ذریعہ یعنی بے پردگی بھی حرام پس پردہ مرد و عورت واجب۔

کتب فقہ میں مرقوم ہے کہ اگر کوئی مرد کسی نامحرم عورت کے پاس تحلیہ میں بیٹھے اور وہاں تیسرا شخص نہ ہو تو اس عورت کا مہر اس مرد پر پڑ جاتا ہے خواہ انہوں نے آپس میں سوائے گفتگو کے اور کوئی ناجائز کام نہ کیا ہو۔ مگر ان کی یہ خلوت صحیحہ زنا کے حکم میں ہوگی۔ پس جو لوگ اپنی چچا زاد بہن یا بیوہ چچی یا مامی یا ماموں زاد بہن وغیرہ کے ساتھ خلوت میں بیٹھتے ہیں۔ وہ بھی اسی حکم میں ہیں۔ مگر اس زمانہ میں اس کا رد لاج عام ہے اس کو کوئی معیوب نہیں سمجھتا۔

ساتل اور مستول کو پردہ کرنے کا حکم اگر کسی مرد کو کسی غیر محرم سے یا کسی عورت کو کسی غیر محرم مرد سے کچھ مانگنا ہو تو اس حالت میں بھی پردے کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ امہات المؤمنین کے ذکر میں سورہ

احزاب رکوع ۷ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا

یعنی اور جب تم پیغمبر کی بیویوں سے کوئی

marfat.com

فَسَلُّوْهُنَّ مِنْ ذَرَّآءٍ جَبَابِثٍ
ذَلِكَ لِأَنَّكُمْ لَبِئْسَ قُلُوبًا مِّنْ جُنَّةٍ

پیزہ لگنے لگو تو اس پر دسے کے پیچھے سے مانگو اس
میں زیادہ پاکی ہر تمہارے دلوں کی بھی اور ان کے دلوں
کی بھی۔

اس آیت سے ملاحظہ ثابت ہوتا ہے کہ حجاب جس کی حقیقت متعارف ہے بہت
مزدہی اور اہتمام کے قابل ہے۔ باوجودیکہ چیز مانگنا ایک گونہ ضرورت بھی ہے لیکن اس ضرورت
کے ساتھ بھی بے پردگی کی اہلالت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس حالت میں بھی وسیعہ امر کے ساتھ بکوشش غاؤ
عقلاً و جوب کو مفید ہوتا ہے حفاظت حجاب کا خطاب کیا گیا۔ تو بھلا جہاں یہ ضرورت بھی نہ ہو یا
اس سے خفیف ضرورت ہو۔ جیسے ہوا خوری یا تو وسیع معلومات دنیا۔ تو وہاں بے حجابی کی اجازت
کب ہوگی؟

اس حضرت سے غیر محرم عورتوں کا پردہ کرنا
حضور علیہ السلام سے بھی
حدیث شریف میں ہے :

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَوْمِتْنَا مَرَّةً
مِنْ رَدَائِئِ مَثْرِبٍ سِيدِيهَا كِتَابُ
الْحَارِ وَمَسْئُولِ اللَّهِ مَسْئَلَةَ اللَّهِ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ (رواه البوداد والناجی)

یعنی البوداد اور نسائی میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت
کے ہاتھ میں خط تھا اس نے پردے کے پیچھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کو دینے
کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو اپنے
سائے نہ آنے دیتے تھے پس جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے پردہ کرا لیں تو پھر
ان سے بڑھ کر کون سا بزرگ یا پیر اور کون سا شہسوار نیک نظر ہو سکتا ہے۔ جس سے
بے حجابی جائز ہو سکتی ہے۔

پردے کے سبب مطلقہ عورتوں کو گھر سے باہر جانے کی ممانعت
میں عورتوں کو
طلاق مل جائے

سے ان کو سخت پردہ کرنے کا حکم ہے چنانچہ سورہ طلاق میں ارشاد ہوتا ہے ،
 لَا تَخْرُجُوهُنَّ مِمَّنْ بِيَدِيهِنَّ
 وَلَا يَخْرُجُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِغَلِيظَةٍ
 مُّبَيِّنَةٍ لَهُ وَقَدْ حَدَّدَ اللَّهُ
 وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ
 ظَلَمَ نَفْسَهُ لَهُ
 یعنی ان طلاق دی ہوئی عورتوں کو ان کے
 رہنے کے گھروں سے مت نکالو اور نہ وہ
 نکلیں مگر یہ کہ کھلی جے حیاتی اختیار کریں (تو
 اور بات ہے) اور یہ خداوندی ضابطے ہیں اور
 جو خدا تعالیٰ کے ضابطوں سے ادا ہوا ہر گیا۔ اس
 نے اپنا ہی نقصان کیا۔

.....

اس آیت میں طلاق والی عورتوں کو گھر میں رہنے اور رکھنے کی تاکید پائی جاتی ہے۔
 اور اس جس کو سزائے طلاق تو کم نہیں سکتے۔ کیونکہ اگر کسی صورت میں طلاق نازیبا ہے تو
 وہ فعل مرد کا ہے۔ عورت کو سزائے جس کیوں دی جائے تو بالضرور کتنا پڑے گا۔ کہ عورت
 کی وضع فطری کا مقتضا یہی ہے کہ گھر میں رہا کرے اور یہ وضع اور یہ مقتضا قبل طلاق
 بھی اسی حالت پر تھا۔ لیکن طلاق کا اس میں دخل ہونا جیسا کہ آیت سے معلوم ہوا وہ نفس
 و جوب حجاب میں نہیں۔ بلکہ زیادت حجاب میں ہے اور وجہ اس زیادت کی یہ ہے کہ قبل
 طلاق چونکہ یہ عورت ایک مرد کے لئے نامزد تھی۔ اس لئے ظالمین رشتہ کی طمع رکھنے
 والے، کی طمع کسی قدر منقطع تھی اور اب بوجہ آزاد ہو جانے کے ظالمین کے قلوب میں زیادہ
 میلان ہو سکتا ہے اس لئے زیادہ حفاظت کی ضرورت ہوتی۔ پس جو ضرورتیں جواز خروج
 کے لئے قبل طلاق کافی تھیں۔ اب ان کے مقابلہ میں موجبات حجاب میں زیادہ شدت ہو
 گی اور وہ سابق ضرورتیں جواز کے لئے نا کافی سمجھی جاتی ہیں۔

اس تراویح : اگر کوئی یہ کہے کہ عدت کے گزر جانے کے بعد نکلنے کی کیوں اجازت ہے حالانکہ
 اس وقت اس طمع میں اور قوت ہو جاتی ہے؟

جواب : اس فرق کے دو سبب ہیں :
 اول : یہ کہ اس وقت کی طمع کا تدارک نکاح سے ممکن ہے بخلاف حالت عدت کے کہ دوسرا

نکاح بھی حرام ہے۔

marfat.com

دوم یہ کہ اس وقت کوئی اس کا کفیل نفعہ نہیں۔ اس لئے ضرورت کے لحاظ میں دسوت کی گئی مگر عفت میں طلاق دہندہ کے ذمہ اس کا نفعہ ہے لہذا اس وسعت کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور اس تاکید کی حکم کو اور زیادہ مؤکد دس سے کیا گیا کہ اس کو مجملہ حدود التہیہ فرمایا اور تعدی حدود اصد کو کورنے پر وعید سنائی۔

غرض صرف شرعی مزدت سے جو بہت ہی شدید ہو اجزاج کو گوارا کیا اور ماسوا ضرورت شدید میں اصل حکم جس فی البیوت ہی باقی رہا۔

عورت کا سر سے پاؤں تک پردہ کرنا

عورت کو سر سے پاؤں تک پردہ کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے

یعنی صحیح ترمذی میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

عنه سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے کہ عورت قابل ستر ہے یعنی سر سے

پاؤں تک پوشیدہ رہنے کے قابل ہے جب وہ

پہنے پردہ سے نکلتی ہے یعنی جب وہ باہر نکلتی

ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے مردوں

کی نظروں میں اچھا کر کے دکھانا ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَرْأَةُ

عَوْنَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ أَسْتَشْرَفْنَا

الشَّيْطَانَ (رواه الترمذی)

.....

.....

.....

غرض عورت کو ایسے پردے میں رہنا چاہیے۔ جیسے اعضائے مخصوصہ کو پردہ میں رکھا جاتا ہے اور جیسے اعضائے مخصوصہ کا لوگوں کے سامنے کھولنا معیوب اور گناہ ہے ایسے ہی عورت کا غیر محرم لوگوں کے سامنے ہونا مذموم اور جرم ہے۔

پردے کے بارے میں صحابہ کا دستور العمل صحابہ کرام پردہ کرنے میں زیادہ
الابراہم مرقوم ہے

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ

دیواروں کے بھر دو کون اور سوراخوں کو بند

كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ عَلَيْهِ

السَّلَامُ يَسُدُّونَ الثُّقُبَ وَ

الکَلْبَىٰ فِي الْوَيْطَانِ لِمَا تَطْلَعُ
النِّسَاءَ عَلَى الرِّجَالِ -
کر دیا کرتے تھے۔ تاکہ عورتیں مردوں
کو نہ جھانکیں۔

بوڑھی عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم
چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي
لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ
جُنَاحٌ اَنْ يَضَعْنَ شَيْئًا مِنْ
غَيْرِ مَتِّ بَرِيئَةٍ وَ اَنْ
يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ (سورہ نور)

یعنی وہ جو عورتیں ایسی ہار گئی ہیں کہ ان کو نکاح
بچنے کا احتمال بھی نہیں رہا یعنی جو بوڑھی ہیں
اور نکاح کی توقع نہیں رکھتیں ایسوں کو اس
بات میں کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے خاص خاص
کپڑے اتار کر رکھیں بشرطیکہ زینت کے مواقع
ظاہر نہ کریں اور اس سے بھی بچیں تو اور بھی بہتر ہے

.....

الضخاص کپڑوں سے مراد زائد کپڑے ہیں جن سے منہ اور ہاتھ وغیرہ چھپایا جاتا
ہے کیونکہ بجز وجہ و چہرہ اور کفین (ہتھیلیاں) کے باقی بدن کا چھپانا تو جوان بوڑھی سب
ہی کے واسطے فرض ہے۔ چنانچہ اسی آیت میں بھی یہ شرط لگادی ہے غَيْرِ مَتِّ بَرِيئَةٍ
بَرِيئَةٍ ط اور زینت میں سارا بدن داخل ہے باستثنائے مزدوی الْأَمَاظِطِ مَتِّهَا
کے جس کی تفسیر وجہ اور کفین ہے جیسا کہ سابقہ آیت میں مذکور ہے۔ پس وہ آیت اس
آیت کی تفسیر ہو جائے گی۔ زائد کپڑوں سے یقیناً وجہ اور کفین کے چھپانے والے کپڑے
مراد ہوں گے۔

پھر اس میں تخصیص کی گئی بہت بوڑھی عورتوں کی جس سے صاف معلوم ہوا کہ جو
عورت ایسی نہ ہو۔ بلکہ نکاح کے قابل ہو یعنی جوان ہو یا میانہ عمر ہو تو کسی کے سامنے ان
زائد کپڑوں کے اتارنے کی اس کو بلا ضرورت اجازت نہیں تو وجہ اور کفین کا واجب الستر
ہونا بدالالت واضح اس سے مفہوم ہوا۔ البتہ چونکہ ان کا وجوب ستر لغیرم ہے۔ اور وہ
غیر نساء قواعد میں مرفوع ہے۔ لہذا ان کو انکشاف کی اجازت ہوگی۔ لیکن اجازت ہی
کے ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ اس سے بھی بچیں تو اور بہتر ہے۔ جس سے متیقن ہو گیا کہ یہ

پس جب بڑھئیوں تک کے لئے یہ حکم ہے تو بھلا نوجوان عورتوں کو کہاں اجازت ہوگی کہ وہ دور دور کے رشتہ داروں کے سامنے بے دحرک آیا جیادیا کریں۔

پردہ کے متعلق فقہی مسائل

جس عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو اس کے منہ کو دیکھنا جائز ہے۔ اگرچہ شہوت کا خوف ہو مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ممنوع ہے ایک روایت میں بشرط اذن جب نزدیکی کا حساب آتی ہے۔

طیب اور خاتمی کو جائز ہے کہ بیہ ہمتی و مریضہ کی اندام نہانی پر نظر کرے جب کہ کوئی ننگ طیبہ اور خاتمی نہ ملتی ہو اور مرض کی زیادتی کا خوف ہو۔ اس صورت میں طیبہ کو لازم ہے کہ حتی المقدور آنکھ بند کر کے علاج کرے اور مریضہ کو بھی چاہیے کہ سولے مرض کے مقام کے تمام بدن کو چھپانے کے لئے لَانَمَا يَنْبَغُ بِالضَّرْوَةِ يُتَعَدَّدُ بِتَعَدُّهَا۔ یعنی جو چیز ضرورت کے واسطے جائز ہوئی وہ ضرورت کے موافق عھرائی جاتی ہے (سراجیر)

تفسیر کبیر میں مرقوم ہے کہ اگر کوئی اجنبیہ عورت پانی میں ڈوبتی ہوئی یا آگ میں جلتی ہوئی نظر پڑے تو اس کے نکلنے کے واسطے اس کو دیکھنا اور چھونا جائز ہے۔

تغزیر کے وقت زن حُرٌّ کنیزک کا حکم رکھتی ہے جیسا کہ مروی ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عورت نوحہ کرنے والی کو دوسرے سے مارا یہاں تک کہ اس کے سر سے برقع گر پڑا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ اسے امیر المومنین ایہ عورت بے ستر ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ شریعت میں اس کی حرمت ساقط ہو گئی۔ اب یہ باندیوں کی مانند ہے (آداب القاضی وغیرہ)

غیر محرم عورتوں کے دیکھنے کی ممانعت

اجنبی مردوں کو لازم ہے کہ وہ غیر محرم عورتوں کے من و جمال کو نہ دیکھیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ نور کوع ۴ میں ارشاد فرماتا ہے:

marfat.com

اسے میرے جیب! کہہ دے مسلمان مردوں
سے کوئی بھی رکھا کریں اپنی نظریں اور حفاظت
کریں اپنی مشرم گا ہوں کی۔ یہ ان کے لئے
پاکیزہ تر ہے بے شک اللہ کو خبر ہے جو کتنے میں

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لِيَغْضُؤْا مِنْ
اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا اَفْرُوْجَهُمْ
ذٰلِكَ اَدْكٰى اَلْسُهُمْ طٰرِاَتَ اللّٰهِ خَيْرٌ
بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝

عزمن غیر محرم عورتوں کی طرف شہوت سے دیکھنا ممنوع ہے چنانچہ حدیث شریف میں مروی
ہے کہ جو شخص اجنبی عورت کی شکل و شمائل پر شہوت سے نظر ڈالے گا۔ قیامت کے دن اس
کی آنکھوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔

ہاں اگر اتفاق سے بغیر شہوت کے زینت ظاہرہ یعنی منہ اور ہاتھ پر نگاہ پڑ جائے تو
مضائقہ نہیں لیکن دوبارہ نہیں دیکھنا چاہیے۔

غیر محرم عورتوں کے دیکھنے سے وساوس شیطانی کا پیدا ہونا

غیر محرم عورتوں کے دیکھنے سے وساوس شیطانی پیدا ہونے سے چنانچہ حدیث شریف میں ہے،
یعنی صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت
شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان
کی صورت میں واپس جاتی ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَرْءَةَ
تُقْبِلُ فِيْ رُسُوْرَةِ شَيْطٰنٍ وَ
تُدْبِرُ فِيْ رُسُوْرَةِ شَيْطٰنٍ رَرِدَاہ

مسلم

عورتوں کو خوشبو مل کر گھر سے باہر جانے کی ممانعت

عورتوں کو خوشبو وغیرہ مل کر گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ بالخصوص غیر محرم مردوں
کے پاس سے گزرنا اور بھی ممنوع ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ اَبِيْ سُوْسٰى قَالَ سَمِعْتُ
اللّٰهَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا
يَعْنِيْ نَسَاىِ شَرِيْفٍ مِّنْ اَبُو سُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ
تَعَالٰى عَنْهُ سَعِي رُوَايَتٌ هِيَ كَمَا رُوِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اِسْرَاقٌ اِسْتَعْطَرَتْ فَمَتَرَتْ
عَلَى قَرْيَمٍ لِيَبْعِدَنَّ وَاِيَّيْهَا نَهَى
ذَانِبَةٌ وَكُلُّ عَيْنٍ ذَانِبَةٌ
(رواه النسائي ومرتعب والترهيب)

علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت عطر مل کر مردوں کے
پاس سے گزرے تاکہ اس کی خوشبو سونگھیں۔ وہ
عورت زناکار ہے اور ہر آنکھ جو اس کو دیکھے
زناکار ہے۔

غیر محرم عورت کی طرف اچانک نظر پڑنا

غیر محرم عورت کی طرف اگر کسی کی اچانک نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے۔ چنانچہ حدیث
شریف میں ہے :-

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
فَإِنَّ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ
نَظَرِي فَبَجَاؤُهُ فَمَسْرُوعِي أَنْ
أَمْرِي فَبَعَثَنِي (رواه مسلم)

یسنی صحیح مسلم میں عن جابر بن عبد اللہ
سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ
جانے کے متعلق حکم دریافت کیا تو آپ نے مجھ
کو حکم کیا کہ فوراً نظر کو پھیر لو۔

مطلب یہ کہ جو نظر ناگہاں جا پڑے معذور ہے لیکن پھر نہ دیکھتا رہے بلکہ جلدی سے
نظر پھیر لے اور پھر دوبارہ نہ دیکھے اس لئے کہ پہلی نظر جبکہ قصد اذہ ہو تو معاف ہے۔ پھر اگر
دیکھتا رہے تو گنہگار ہوتا ہے لہذا واجب ہے کہ فی الفور نظر پھیر لے (مظاہر حق کتاب النکاح باب النظر
گو بلا ارادہ و ناگہاں غیر عورت پر نظر پڑ جانا شرعاً معاف ہے مگر اس طرح بے احتیاطی
روا رکھنا کہ غیر عورت پر نظر پڑ جانے کا امکان رہے اگر اس میں قصد و ارادہ کا دخل نہ ہو کمال
تقوایں کے خلاف ہے اور اعلیٰ درجہ کے متقین و صالحین کے لئے اتنا بھی سخت باعث
ننگ و عار ہے چنانچہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق منقول ہے کہ ایک مرتبہ
کسی اجنبی عورت پر بلا قصد نگاہ جا پڑی تو آپ اس سے اس قدر تنگ دل و
پریشان ہوئے کہ زار زار روئے۔

غیر محرم کی طرف دوسری دفعہ نظر ڈالنے کی ممانعت

کسی غیر محرم عورت کی طرف دوسری دفعہ نظر اٹھا کر دیکھنا نہیں چاہیے۔ حدیث شریف میں آیا ہے :-

عَنْ مَرْيَدَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبِيٍّ يَا عَبِيٍّ لَا تُشَبِّحِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْأَذْلَاحَ لَيْسَتْ لَكَ الْأَخْصَرَةَ كَرَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ

یعنی ترمذی اور ابو داؤد وغیرہ میں بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا ہے علی! نہ نظر ڈال پیچھے نظر کر کے (یعنی جب غیر محرم عورت پر ایک بار نظر ناگہاں جا پڑے۔ تو پھر دوبارہ اس کو نہ دیکھو) اس لئے کہ تیرے واسطے

پہلی نظر جائز ہے (یعنی جبکہ بغیر قصد کے ہو) اور دوسری نظر جب تیز نہیں ہے۔

غیر محرم عورت کو دیکھ کر نظر کو دوسری طرف کرنا ثواب

اگر کوئی غیر محرم عورت کو دیکھ کر فوراً دوسری طرف نظر کر لے تو اس کو ثواب عظیم ملے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے :-

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ الثَّيْبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَنْظُرُ إِلَى مَحَابِسِ امْرَأَةٍ أَوْ لَمَسَتْهُ شَرَّ يَغُضُّ بَصَرَهُ إِلَّا أَحَدَّثَ اللَّهُ عِبَادَةً يَجِدُ حِلًّا وَنَهًا.

یعنی احمد نے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کوئی مسلمان کہ اس کی نظر ایک عورت کے حسن کی طرف جا پڑے پہلی بار یعنی اول نظر بغیر قصد کے پھر وہ اس سے اپنی نگاہ پھیر لے مگر اللہ تعالیٰ اس کے واسطے ایک عبادت پیدا کرے گا کہ اس کا مزہ پایگا یعنی اپنے دل میں پروردگار عالم کے حکم ماننے کے سبب سے۔

(رواہ احمد)

غیر محرم عورت کو دیکھنے کے شرک کا ایک خاص علاج

اگر کسی غیر محرم عورت کو دیکھ کر اس سے محبت آجائے تو اس سے اس عورت کے تعشق کا فتنہ پیدا ہو جانے کا خوف ہے۔ اس فتنہ کے روک تھام کی تدبیر شریعت نے یہ بتلائی ہے کہ فوراً اپنی بیوی سے جا کر مجامعت کرنی چاہیے چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَحْبَبْتُمُ الْمَرْأَةَ تَقْبَلُ مِنْهَا مَسْوَرَةَ شَيْطَانٍ وَتُذِيرُ فِي مَسْوَرَةِ شَيْطَانٍ إِذَا أَحْبَبْتُمُ الْمَرْأَةَ فَوَقَعَتْ فِي قَلْبِهَا فَلْيُعْمِدْ إِلَى امْرَأَتِهِمْ فَلْيُؤَاقِفْهَا فَإِنَّ ذَلِكَ يَرُدُّ مَا فِي قَلْبِهِمْ

یعنی صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے۔ اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے جس وقت تم میں سے کسی کو خوش لگے ایک عورت اور اس کی محبت اس کے دل میں آئے تو چاہیے کہ وہ اپنی عورت کی طرف قصد کرے۔ اور اس سے صحبت کرے تحقیق یہ (جماع کرنا) اس چیز کو دور کر دے گا جو اس کے دل میں ہے یعنی اس کی خواہش کو۔

(ردہ مسلم)

اس حدیث میں عورت کو شیطان کے دوسرے ڈالنے اور گمراہ کرنے کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح شیطان دل میں دھوکا ڈالتا اور گمراہ کرتا ہے۔ ویسے ہی عورت کا دیکھنا دھوکہ اور فساد کا باعث ہے۔ اور اس سے یہ مسئلہ استنباط کیا جاتا ہے کہ عورت کو یہ باتق ہے کہ گھر سے باہر بغیر ضرورت کے نہ نکلے اور نہ ہی بناؤ سنگار کر کے نکلے اور مرد کو یہ باتق ہے کہ غیر محرم عورت کی طرف نہ دیکھے اور نہ ہی اس کے کپڑوں کی طرف۔ ورنہ دونوں کے مبتلائے فتنہ ہونے کا اندیشہ ہے۔

عورتوں کو غیر محرم مردوں سے دیکھنے کی ممانعت

عورتوں کو بھی غیر محرم مردوں کے دیکھنے کی ممانعت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ نور

marfat.com

Marfat.com

رکوع چار میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا يَبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ مِنْ رِجْلَيْنِ
اَوْ اَبْرَصٍ اَوْ اَفْرَجٍ اَوْ شَيْءٍ مِّمَّا يَزِينْنَ

یعنی۔ میرے حبیب! مسلمان عورتوں کو جسے
فراویج کہتے ہیں نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی ناز
این آبرو کی حفاظت کیا کریں۔

اور اپنا حسن و جمال نہ دکھایا

کریں۔ مگر جو چیز کھلی ہی رہتی ہے۔

اور اپنی اور دنیاں اپنے گریبانوں پر

ڈال لیا کریں۔

وَلَا يَبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ الْاِمْسَا

ظَهْمُ مَرِيْتًا۔

وَلِيَنْفَرِ بَيْنَ يَدَيْ رَجُلٍ عَالٍ

جِيُوْرًا۔

وَلَا يَبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا بَعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبَائِهِنَّ

محرم مردوں کی تفصیل اور نہ ظاہر کریں اپنا سنگار مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ و
پر اؤ اباؤ بَعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبَائِهِنَّ اَوْ اَبْنَاؤُ بَعُوْلَتِهِنَّ

یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے خاوند کے بیٹوں پر اؤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِي
اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِي اِخْوَانِهِنَّ یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں اؤ

بَنِي اَبِيهِمْ اَوْ مَمْلُوكَاتِ اِيْمَانِهِنَّ یا اپنی عورتوں پر یعنی اپنی ہم جنس عورت شریف
بیٹیوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام باندیوں پر اؤ اَلشَّاعِرِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْسَابِ

مِنَ الرِّجَالِ یا طفیلیوں پر۔ کہ جو مرد صاحبِ شہوت نہیں یعنی وہ لوگ جو بطور طفیلی ہونے
کے بچا کچھا کھانا کھانے کو پیچھے پولیس۔ اور وہ گورمرد تو ہیں۔ لیکن عورتوں سے کچھ غرض مطلب نہیں

رکھتے جیسے خواجہ سرا، اَوْ اِلْتِطْلُ الَّذِيْنَ لَعْدِيْطُ مَرُوْا غَلَّةَ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ج یا
لڑکوں پر جو مطلع نہیں ہوئے عورتوں کی شرمگاہوں پر۔ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ

مَا يُخْفَيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ۔ اور دھماکے سے پاؤں نہ رکھا کریں کہ کبھی ان کا پھپھا ہوا سنگار
معلوم نہ ہو جائے۔

اس آیت میں اول تدبیر یہ بتلائی کہ نگاہ نیچی رکھو۔ اگر بضرورت تم کو کسی غیر کے سامنے
آنا پڑے۔ تو نگاہ نیچی کر کے اور کپڑوں میں لپیٹ کر آؤ۔ گو یہ نگاہ بظاہر بہت خفیف اور معمولی

سی معلوم ہوتی ہے لیکن سب گناہوں کی اصل اور جڑ یہی ہے۔ جیسے زکام کہ بظاہر بہت ہلکی اور خفیف بیماری ہے لیکن اس کے بگڑنے سے کئی طرح کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہی حال اس نظر کا ہے کہ اگر یہ بگڑ گئی۔ تو اس سے اور گناہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی واسطے اول اسی کو روکا گیا۔

مذکور آیات کا خلاصہ مطلب ان آیات کا شان نزول کتب تفاسیر میں اسی طرح مرقوم ہے کہ عورتیں دوپٹہ اوڑھتے وقت ان کا ایک پتہ دوسری

طرف کو پس پشت لٹکالیا کرتی تھیں جس کو بکھل کہتے ہیں۔ اور گریبان بڑے بڑے ہونے کے باعث تمام سینہ کھلا رہتا تھا۔ اس کی ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور حکم ہوا کہ لگے کو لٹکانیں۔ اور دوپٹہ کی بکھل گریبانوں پر ماریں تاکہ سینہ بھی چھپ جائے۔ اور اپنے زیوروں اور زینت کے مقام کو ظاہر نہ ہونے دیں۔ البتہ جو عادتاً چاروناچار کھلا رہتا ہے جس کے چھپانے میں ہرج ہے۔ یعنی منہ اور ہتھیلیاں اور پاؤں کے پنجے جو عموماً کاروبار میں مجبوراً کھلے رہتے ہیں۔ اجنبی سے چھپانے فرض نہیں۔ کیونکہ خرید و فروخت اور لین دین وغیرہ معاملات کے وقت منہ اور کف دست چاروناچار ظاہر ہو جاتے ہیں۔ البتہ جہاں منظرہ فتنہ اور ارتکاب حرام کا اندیشہ ہو۔ وہاں ان کا چھپانا بھی ضروری ہے خصوصاً اس فتنہ و فساد کے زمانہ میں اجنبی سے ہر عضو کا اور خاص کر چہرہ کا جو تمام حسن و جمال کا مدار اور فریفتگی کا مبداء ہے چھپانا لازمی امر ہے۔ البتہ علاج وغیرہ کی ضرورت سے طبیب کو دکھانا جائز ہے۔

جائے عبرت ہے کہ باوجود پردے کے بعض عورتیں مردوں کو جھانکتی تاکتی ہیں۔ اور

مردوں کو بھی ایسے مواقع دے دیتی ہیں کہ وہ ان کو دیکھ لیتے ہیں۔ خیال کیجئے کہ جو پردہ دار نہیں ہیں۔ ان کا کیا حال ہوتا ہوگا۔

نامحرم مرد و زن کو ایک دوسرے نامحرم مرد اور نامحرم عورت کو آپس میں دیکھنا سخت ممنوع ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

کے دیکھنے کی ممانعت

عَنْ يَعْنَى عَلِيٍّ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ رَوَايَتُهُ هِيَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمُرُّ بِمَنْعَةٍ مِنْ نِسَاءِ بَنِي تَمِيمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِنَّ فَقَالَ أَيْ شَيْءٌ خَيْرٌ لَكُمْ أَوْ

یعنی علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ حضرت نے سب سے دریافت فرمایا کہ

فَسَكْتُوا قَالِ فَلَمَّا رَجَعْتُ قُلْتُ بِغَاظَةِ
 اَتَى شَيْءٌ مِنْ غَيْرِ لِلنِّسَاءِ قَالَتْ لَا يَرِيْنَ
 الرِّجَالُ وَلَا يَرَوْنَ نَهْنَنَ فَذَكَوْتُ ذَاكَ
 لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَاِلَهَةٌ
 بِضَعْفَةِ مِثْقَى رِوَاهُ البِرْزَالِيُّ وَدَارِقَطْنِي
 فِي الْاَفْرَادِ وَمَجَالِسِ الْاَبْرَارِ

بتلاؤ عورت کے لئے کونسی بات سب سے
 بہتر ہے۔ اسپر صحابہ کرام خاموش ہو گئے اور کسی نے
 جواب نہ دیا حضرت علی کہتے ہیں کہ میں نے واپس
 آکر فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ عورتوں
 کے لئے سب سے بہتر کیا بات ہے۔ انہوں نے فرمایا یہ
 کہ نہ وہ مردوں کو دیکھیں نہ مردان کو دیکھیں۔ میں نے یہ

جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو
 آپ نے فرمایا فاطمہ سری جنت جگر ہے اس لئے وہ خوب سمجھیں

عورتوں کی قسمیں عورتیں دو قسم کی ہیں۔ مسلمہ۔ دوسری کافرہ۔ پھر یہ دونوں دو قسم ہیں۔ حرہ
 اور اہلہ (لوٹھی) پھر حرہ مسلمہ دو قسم ہے۔ ایک صالحہ۔ دوسری فاجرہ۔

زنِ حرہ مسلمہ بالغہ کو لازم ہے کہ اپنے آپ کو ہر زنِ مسلمہ اور اپنی کنیزک کے روبرو زانی
 سے زانیہ تک پوشیدہ رکھے (ذخیرہ اور سراج الوباح)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نساءً مسلماً (مسلمان عورتوں) کو مناسب نہیں کہ اپنے آپ
 کو زنانِ کافرہ کے روبرو ظاہر کریں۔ لیکن جب عقد غیر مردوں کے سامنے نکلنا درست ہے۔ اسی
 تدران کے سامنے بھی ظاہر ہونا روا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو نامہ لکھا تھا کہ زنانِ اہل
 کتاب کو منع کریں کہ مسلمان عورتوں کے ساتھ حمام میں داخل ہوں۔
 زنِ صالحہ کو زنِ فاجرہ کا دیکھنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے اس
 کے اوصاف بیان کرے گی۔ (سراج الوباح)

ایک عورت کا دوسری عورت کے مُنہ اور رُخسار سے پر ملاقات یا رخصت کے وقت بوسہ دینا
 مکروہ ہے۔

نامردِ خصمی محبوب اور مُخَنَّث نامردِ خصمی۔ محبوب اور مُخَنَّث سے پردہ کرنا چاہیے چنانچہ
 سے پردہ کرنے کا حکم حدیث شریف میں ہے۔ مشکوٰۃ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ

عنا سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف رکھتے تھے۔ اُس وقت ایک مخنث میرے گھر میں بیٹھا تھا۔ اُس نے میرے بھائی سے کہا کہ اے عبد اللہ اگر اللہ کے فضل سے کل کے روز طاقت فتح ہوگا۔ تو میں تم کو غیلان کی بیٹی کا نشان دوں گا۔ کہ جب وہ آگے آتی ہے۔ تو اُس کے شکم پر نہایت فرہی سے چار شکن ظاہر ہوتے ہیں۔ اور جب وہ پشت پھراتی ہے۔ تو آٹھ شکن نظر آتے ہیں۔ یعنی ہر ہر پہلو پر چار شکن پیدا ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلام سنتے ہی فرمایا کہ مخنث محبوبِ نختی اور عنین کو گھروں میں آج سے آنے نہ دو۔ اس لئے کہ یہ لوگ اگرچہ جماع کی طاقت نہیں رکھتے۔ مگر ان کو باقی لذتیں حاصل ہیں۔

یاد رہے کہ نختی وہ ہے جس کے خیشے نہ ہوں۔ محبوب وہ ہے جس کا ذکر نہ ہو۔ عنین نامرد کو کہتے ہیں۔ مخنث وہ ہے جس میں مردانہ زمانہ دو نواہلا متیں نامکمل ہوں اور وہ لواطت کرتا ہو۔

غیر محرم عورتوں سے اُنکے خاوندوں کی اجازت کے بغیر گفتگو کرنا منع ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

یعنی طبرانی میں عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ کہ عورتوں سے بغیر شوہروں کی اجازت کے بات چیت کی جائے۔

حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں مجھ کو یہ بات پہنچی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتیں اپنے محرموں کے سوا اور مردوں سے بات نہ کریں (اسکو ابن سعد نے روایت کیا ہے)

عَنْ عَمْرِوٍ وَقَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُكَلَّمَ الْمَرْءُ الْمَرْءَ إِلَّا بِإِذْنِ أَزْوَاجِهِمْ -
(رواه الطبرانی في الكبير)

عَنِ الْحَسَنِ مُدْسَلًا قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَخْدُثَنَّ مِنْ الرِّجَالِ إِلَّا مُحْرَمًا (رواه ابن سعد)

نامحرم عورت کو ہاتھ لگانے کی ممانعت نامحرم عورت کو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے چنانچہ حدیث شریفین میں ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ الْيَدُ زَنَاهاَا الْبَطْشُ - (رواه مسلم)

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَأْتِ بِطَعْنٍ فِي ذَاتِ أَسْبِ أَحَدِكُمْ بِمَخِيطٍ قَبْلَ حُدَيْدٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ تَمْسُقَ امْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ (رواه الطبرانی والبيهقي)

یعنی صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہاتھ کا زنا نامحرم کو پکڑنا ہے۔ الحدیث۔ یعنی طبرانی اور بیہقی میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چھو دیکھنے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہیں۔

اں حکیم یا ڈاکٹر یا معالج وغیرہ کو ضرورتاً ہاتھ لگانا جائز ہے۔

مشتبہ غیر محرم سے بھی پر وہ ضروری ہے اگر کسی کے غیر محرم ہونے میں شک و شبہ ہو تو بھی اس سے پردہ کرنا چاہیئے۔

چنانچہ حدیث شریفین میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ فِي قِصَّةِ طَوِيلَةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بَنِ ذَمْعَةَ الْوَلَدُ بِالْفَرَّاشِ وَبِلُعَاهِدِ الْحَجْرِ ثُمَّ قَالَ لِسُودَةَ بِنْتِ ذَمْعَةَ أُحْتَجِبِي مِنْهُ لِمَا دَأَى مِنْ شَبِهِهِ

صحیح بخاری و مسلم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک قصہ طویل میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدمہ سعد اور عبد بن زمعہ میں فیصلہ کے لئے یہ فرمایا کہ یہ لڑکا تم کو دیا گیا ہے اے عبد بن زمعہ کیونکہ اولاد حق صاحب فراش کاسے اور بدکار کے لئے پتھر پھر آپ نے سودہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا۔

بِعْتَبَةِ فَمَاذَا حَاطَتْ لِقَىٰ
 کہ اس لڑکے سے چھپا کر ڈر لیں تو آپ نے اُس لڑکے
 کی صورت عتبه سے ملتی دیکھی۔ پھر وہ لڑکا مرنے دم تک
 اللہ۔

رَمَتْفِقَ عَلَيْهِ
 سو وہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے نہیں پایا۔

یہ لڑکا نہ سعد کی لڑکی کا تھا۔ جو عتبه کے نطفہ بنا جائز سے پیدا ہوا تھا۔ عتبه کے مرنے
 کے بعد براہِ عتبه نے اُس لڑکے کے جینا ہونے کا دعویٰ کیا۔ زمرہ کا ایک بیٹا تھا عبد
 نے اُس لڑکے کے بھائی ہونے کا اس بنا پر دعویٰ کیا کہ میرے باپ کی ایسی لڑکی سے پیدا
 ہوا۔ جو میرے باپ کے استعمال میں رہتی تھی۔ حضرت نے موافق قانون شرعی کے کہ نطفہ حلال
 سے نسب ثابت ہوتا ہے۔ نطفہ حرام سے ثابت نہیں ہوتا۔ اُس لڑکے کو عبد بن زمرہ کا بھائی
 قرار دیا۔ اور آپ کی بیوی سو وہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہی زمرہ کی بیٹی ہیں۔ تو اس قاعدہ کے
 موافق وہ لڑکا سو وہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھائی ہوا۔ اور محرم ہونے کی وجہ سے پردہ کی ضرورت
 نہ تھی۔ لیکن حضور نے احتیاطاً بوجہ مشابہت شکل عتبه کے حضرت سو وہ رضی اللہ عنہا کو پردہ
 کا حکم فرمایا جس پر بہت پابندی کے ساتھ عمل کیا گیا۔

اس قصہ سے معلوم ہوا۔ کہ پردہ کا اس درجہ شدت سے اہتمام تھا کہ خفیف سے
 خفیف شبہ پر بھی احتیاط کی جاتی تھی۔

دیور اور جلیٹ وغیرہ سے پردہ کرنے کا حکم
 ملک ہندوستان میں بالخصوص یہ مرض عام
 دیور اور جلیٹ وغیرہ سے پردہ کرنے کا حکم
 طور پر پھیلا ہوا ہے۔ کہ عورتیں دیور اور

جلیٹ وغیرہ پردہ نہیں کرتیں۔ اور ان کے سامنے کہنیوں تک ہاتھ اور گردن تک سر کھولے ہوئے
 بیٹھ کر پیرا کرتی ہیں۔ حالانکہ باہر کے مردوں اور ان مردوں میں پردے کے معاملہ میں کچھ فرق
 نہیں ہے۔ بلکہ ان کا فتنہ خیر مردوں سے زیادہ خطرناک ہے چنانچہ حدیث شریف میں فرمایا
 ہے۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عورت کا شوہر کے بھائی
 بھتیجیوں کے سامنے جوتا درست ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسے رشتہ دار عورت کے
 حق میں گویا موت ہیں یعنی جیسا لوگ میت سے ڈرتے اور پرہیز کرتے ہیں۔ ویسے ہی
 عورتوں کو خاوند کے بھائی وغیرہ سے بچنا اور پردہ کرنا چاہئے۔

یعنی صحیح بخاری و مسلم میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کے پاس آمد و رفت رکھنے سے بچا کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبلا دیو کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا دیو تو پوری موت ہے۔

عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّكُمْ وَالذُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَذَانِيَتِ الْخَمَاقِ قَالَ الْحَمْدُ لِلْمَوْتِ.

(متفق علیہ)

اس حدیث میں بے ضرورت اور بے تکلف عورتوں کے پاس آمد و رفت رکھنے کو حرام فرمایا ہے اور فطرتِ صحیحہ اور دلالتِ صریحہ سے ثابت ہے کہ اس آمد و رفت کا عمدہ انداز یہ پردہ مروجہ ہے۔ درنہ اور کوئی امر اس درجہ کا مانع قوی نہیں چنانچہ مشاہدہ ہے کہ جب پردہ مروجہ نہ ہوگا۔ یہ بے محابا آمد و رفت بھی ضرور رہیگی۔ اور ایسی آمد و رفت حرام ہے جسے پردگی جو اس کا ذریعہ ہے نیز حرام ہے۔ پس پردہ مروجہ واجب ہے۔

اندھے سے پردہ کرنے کا حکم عورتوں کو غیر محرم اندھے مرد سے بھی پردہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

یعنی ترمذی اور ابوداؤد میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ اور میمونہ رضی اللہ عنہما کہ دونوں ازواجِ مطہرات سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھیں۔ اتنے میں عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بیونا بینا صحابی تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہوئے۔ اور اندر آنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بیویوں کو فرمایا کہ اس سے

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُونَةُ إِذْ أَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتِيَا مِنِّي هُوَ أَعْمَى لَا يَبْصُرُنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَبَّيْتُ كَوْنِ
 اِنَّهَا السَّمَاءُ
 تَبَّيْتُ رَأْسَهُ - رواه
 احمد و الترمذی
 و ابوداؤد

پروہ کرو۔ اہم سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا
 یا رسول اللہ وہ تو آبیٹا ہے۔ ہم کو تو وہ دیکھ نہیں گئے
 آپ نے جواب میں فرمایا کیا تم بھی اندھی ہو۔ اور کیا تم
 دونوں انکو نہیں دیکھ سکتیں۔ یعنی اگر وہ اندھا ہے تو تم
 دونوں تو اندھی نہیں ہو۔

اس حدیث سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جیسے مرد کو عورت کا دیکھنا حرام
 ہے۔ ویسے ہی عورت کو مرد کا دیکھنا۔ لیکن محققین کے نزدیک یہ حدیث درج اولیٰ
 پر محمول ہے۔

دیکھئے۔ باوجودیکہ اس مقام پر کسی قسم کی خرابی اور وسوسہ کا احتمال بھی نہ تھا۔
 کیونکہ ایک طرف تو ازدواج مطہرات تھیں جو مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ دوسری طرف ایک
 پاک سرشت و نیک نہاد صحابی۔ پھر وہ بھی اندھے۔ لیکن اس پر بھی مزید احتیاط کے لئے
 یا تعلیم امت کے لئے آپ نے ان بیبیوں کو پردہ کرنے کا حکم فرمایا۔ پھر بیلا عام عورتوں کو
 غیر مردوں کے سامنے آنا جانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

رفع اشتباہ بعض لوگوں نے اس حدیث کی یہ غلط تاویل کی ہے کہ عبد اللہ بن
 مکتوم رضی اللہ عنہ کے کپڑوں میں پردہ کے لحاظ سے کوئی نقص ہوگا۔
 یا ازدواج مطہرات انکو غور سے دیکھتی تھیں۔ یا یہ کہ حضور نے نظر بند کرنے کا حکم دیا۔
 محض لغو اور لہجہ باتیں ہیں۔ کیونکہ ایک جلیل القدر صحابی کی شان سے قطعی بعید ہے
 کہ وہ بارگاہ رسالت میں خلافت لباس شرعی یا بے ستری کی حالت میں حاضر ہو۔ علاوہ
 اس کے اگر ان کے ستر میں کسی قسم کی کمی تھی۔ تو حضرت بھی اپنا رخ انور پھیر لیتے یا آنکھیں
 بند کر کے ان کو ہدایت فرماتے۔

غیر محرم برات اور ولہاء دیکھنے کی ممانعت
 میں بے پردگی کثرت سے ہوتی ہے

پچنانچہ عورتیں برات اور ولہاء کی زیارت کو خانہ کعبہ کی زیارت سمجھتی ہیں۔ جہاں کہیں برات

کی آمد آمد ہوئی۔ وہ سڑا دھڑکتی ہوئی سب سے باہر نکل کر راستہ میں آکھڑی ہوئی
 ہیں۔ جب برات جاتی ہے۔ تو پہلے یہ نقش کلامی اور گالی گلوچ سے ان کی مزاج پُرسی کرتی ہیں
 پھر ساتھ ہی ساتھ ایک دوسری سے یوں کہتی ہیں، کہ اری دیکھو تو سہی، کہ دو لہا خوبصورت
 ہے۔ یا دلہن، کوئی کہتی ہے، کہ دو لہا خوبصورت ہے۔ کوئی کہتی ہے، کہ دلہن خوش شکل
 ہے۔ عزیزیکہ کوئی کچھ کہتی ہے، اور کوئی کچھ۔

خیال کیجئے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کو صحابی کے سامنے
 جو باوجود نیک ہونے کے اندھے بھی تھے، آنے کی اجازت نہ ملی، تو بھلا آج عام عورتوں
 کو دو لہا کا دیکھنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے، درحقیقت مسلمان عورتوں اور مردوں میں
 عیاد شرم کا نام تک نہیں رہا، غیر اقوام کی دیکھا دیکھی یہ بھی بے غیرت ہو گئے ہیں۔

نا محرم مردہ سے پردہ کرنا حکم شریعت میں تو عورت کے لئے یہاں تک حکم ہے
 کہ وہ نا محرم مردہ کو بھی نہ دیکھے، چنانچہ حدیث

میں مرقوم ہے، کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے خاوند رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، تو میں روضہ مقدسہ پر کھلے منہ آیا کرتی تھی، جب میرے
 والد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، تو پھر بھی میں روضہ مقدسہ پر کھلے منہ آیا
 کرتی تھی، لیکن جب امیر المؤمنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ یہاں دفن کئے گئے، تو پھر میں
 یہاں پہنچا اور ہنسا اور منہ ڈھانک کر آیا کرتی، کیونکہ وہ غیر محرم تھے۔

دیکھئے پردہ کی کس قدر احتیاط کی جاتی تھی، بظاہر یہ خیال آتا ہو گا، کہ مردہ کے دیکھنے
 نہ کیا حرج ہے، سو یہ نہ کہو، کبھی ہاس سے بھی روگ پیدا ہو جاتا ہے، اگر روگ لگ
 گیا، یعنی اس کا خیال بندھ گیا، تو دل تو ناپاک ہو گیا۔

غیر محرم کو سلام کرنے کی ممانعت کتب فقہ میں مرقوم ہے، کہ غیر مرد کو عورت
 کا سلام کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ سلام

میں یہ خاصیت ہے کہ اس سے فوراً محبت پیدا ہو جاتی ہے، اسی واسطے حدیث صحیح میں
 مروی ہے، کہ جب دو مسلمان آپس میں لڑیں، تو تین دن کے بعد انکو فوراً گفتگو کرنی

پایئے۔ اور ان میں سے بہتر وہ شخص ہے جس کی طرف سے سلام کی ابتدا ہو۔ یعنی جو سب سے پہلے سلام کرے۔ اور ملاقات کے وقت بھی اسی واسطے سلام کرنے کا حکم ہے۔ تاکہ آپس میں محبت بڑھے۔ غرض فضول کلام تو دور کی چیز ہے۔ شریعت نے تو غیر محرم مرد کو سلام کرنے کی بھی اجازت نہیں دی۔

غیر محرم کا جھوٹا کھانا مکروہ ہے کتب فقہ میں مرقوم ہے کہ اجنبی مرد کا جھوٹا عورت کو اور اجنبی عورت کا جھوٹا مرد کو کھانا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ معاہدہ خیال پیدا ہوگا کہ بڑا تازک مزاج ہے۔ صلہ نیر جس جگہ ہاتھ لگا ہے۔ وہاں سے کھانے میں التذاذ ہوگا۔ اس لئے شرع نے ممانعت کھدی۔

بلا اجازت گھر میں داخل ہونے کی ممانعت کسی شخص کو غیر محرم کے گھر میں جانا بلا اجازت جائز نہیں چنانچہ قرآن شریف میں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْأَلُوا أَهْلَهَا لِأَعْلَىٰ أَهْلِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تُدْعَوْنَ

(سورہ نور، رکوع)

شان نزول ایک انصاریہ عورت نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اکثر اوقات اپنے گھر میں ایسی حالت پر ہوتی ہوں کہ دوسرے کا مجھے ایسی حالت میں دیکھنا ناگوار گذرتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترجمہ آیت مذکورہ) یعنی اسے اعلان دلو! نہ جایا کرو دوسرے گھر میں اپنے گھر والوں کے سوا۔ تا وقتیکہ اجازت نہ لے لو۔ اور سلام علیک نہ کہہ لو ان گھر والوں پر۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ عجب نہیں کہ تم یاد رکھو۔

کس قسم کے گھروں میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں فَإِنَّ لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعَ كَثِيرًا وَمِمَّا كُنْتُمْ تُكْفِرُونَ

ترجمہ: پھر اگر تم نہ پاؤ ان گھروں میں کسی کو۔ تو ان میں نہ جاؤ جب تک کہ تم کو اجازت نہ ہو۔ اور اگر تم سے کہا جائے کہ ٹوٹ جاؤ۔ تو ٹوٹ جایا کرو۔ یہ تمہارے

لئے زیادہ صفائی کی بات ہے۔ اور اللہ جو کچھ کرتا
ہو۔ سب جانتا ہے اس میں تم پر گناہ نہیں کہ
ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی سکونت کے
نہیں اور ان کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے،

قِيلَ لَكُمْ اَدْخُلُوا فَاَدْخُلُوْا اَنْتُمْ
لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ اَيْسَ
عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا اَيْوٰمًا غَيْرَ
مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَسَاجِدُ لَكُمْ مِنْ غَيْرِ

جب پہلی آیت سے عام طور پر دوسرے گھروں میں بلا اجازت جانا منع ہو گیا۔
شان نزول تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر تجارت

کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان آتے جاتے ایسے حیران آباں مکانات میں ٹھہرنا ہوتا ہے۔ جہاں نہ
کوئی آدمی ہوتا ہے۔ نہ آدم زاد۔ وہاں جہاں کس سے اجازت لیں۔ اور کس کو سلام کریں۔ اس وقت یہ
دوسری آیت نازل ہوئی۔ یعنی تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں۔ کہ بے اجازت چلے جایا کرو۔ حیران آباد
گھروں میں جن میں تمہارا اسباب رکھا ہو۔

غنیۃ الطالبین میں ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی مسلمان
کی ملاقات کو اس کے گھر پر جائے تو چاہیے کہ دروازے
پر گھڑا ہو کر سلام کہے۔ اور کہے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَوَّلًا

غیر محرم کیلئے کسی گھر میں داخل

ہونے کی اجازت لینے کا طریقہ

میں چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

روایت ہے کہ بنی عامر سے ایک شخص حضور علیہ
الصلوة والسلام کے دولت سرا پر حاضر ہوا اور
آپ سے اجازت اندر آئیگی طلب کی اور آپ
گھر میں موجود تھے۔ آپ نے خادم سے فرمایا کہ
اس شخص کے پاس جا کر اسس کو اجازت طلب
کرنے کا طریقہ سکھاؤ۔ چنانچہ خادم نے اس سے
کہا کہ اس طرح کہہ کر السَّلَامُ عَلَيْكُمْ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
میں حاضر ہوں پس آئے اس طرح کہہ کر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور وہ حاضر ہوا۔

رَوَى اَنَّ رَجُلًا مِّنْ بَنِي عَامِرٍ اَسْأَذَنَ
عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهُوَ فِيْ بَيْتٍ فَقَالَ اَلَيْحُ فَقَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَادِمِيْهِ اَخْرِجْ
اِلَى هٰذَا وَاَعْلِمِ اِلَّا سَيِّدًا اِنْ فَقَالَ
لَهُ قُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَدْخُلْ فَبِعَا
الرَّجُلُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَاذِنَ
لَهُ فَدَخَلَ۔

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ دروازے پر پکارنے والا جواب کا انتظار کرے۔ اہل تین بار آواز دے اور جلد واپس نہ جائے، مگر اگر گھر کے اندر سے جواب دینے والا جواب دے، اور وہ بسبب عدم موجودگی کے نہ سنے، مگر اس کو تین بار صاحب نماز گھر کے اندر سے، اور اگر بسبب مشغولی کار یا بعد مسافت اس نے نہیں سنا، تو تین مرتبہ سے زیادہ پکار سے چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، اندر آنے کی اجازت تین بار مانگنی چاہیے، اگر حکم دے، تو گھر پر جانے، ورنہ واپس جائے۔

اس میں اپنے اور بیگانے سب برابر ہیں جیسے ماں یا نسل اس کے۔ چنانچہ حدیث شریفہ میں

مروی ہے۔

یعنی ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا مجھ پر واجب ہے کہ اپنی ماں سے گھر کے اندر نیکی اجازت طلب کروں یا اپنے فرمایا، ان اس شخص نے کہا کہ میں اپنی ماں کیساتھ گھر میں رہتا ہوں، فرمایا کہ ماں سے اجازت مانگ پھر اس نے کہا کہ میں تو اس کا خادم ہوں، فرمایا کہ ماں سے اجازت مانگ کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ اپنی ماں کو رہنے دیکھے اگر گھر میں اس کی بیوی یا ایسی لڑکی ہو جو آپ پر مباح ہو، تو بغیر اجازت طلب کئے اس کو گھر میں جانا درست ہے، کیونکہ ان کو رہنے یا جس طرح سے ہو دیکھنا مباح ہے، لیکن ادب یہ ہے کہ ان کے گھر میں بھی جاتے وقت جوتا بھاڑے، تاکہ اس کے لئے کی خبر ان کو ہو جائے۔

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا سَأَلَهُ رَجُلٌ هَلْ عَلَيَّ أَنْ أَتَاكَ ذَاتَ عَلَيٍّ أُمِّي قَالَ نَعَمْ قَالَ إِنْ مَعَهَا فِي الْبَيْتِ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ سَأَلْتَ ذَاتَ عَلَيْهَا قَالَ إِنْ فِي خَادِمَيْهَا قَالَ إِنْ سَأَلْتَ ذَاتَ عَلَيْهَا أَنْ تَرَاهَا فَرِيَانَةً فَإِنَّهَا ذَاتُ حَبَّةٍ وَأُمَّتُهُ لَمَجَابِرَةٌ لَهَا فِيهَا فَلَيْسَ عَلَيْكَ الْإِجْتِيَادُ أَنْ فِي حَقِّهَا لَأَنْ أَكْثَرَ نَافِعٍ ذَلِكَ أَنْ يُسَادِفَ مُكْتَبَةً مُبْطِئَةً وَقَدْ أُبِيحَ لَهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى أَبْدَانِهِمْ وَلَكِنْ يَنْتَهَى لَهُ أَنْ يُجَرِّكَ نَعْلَهُ أَوْ لَا إِذَا دَخَلَ الْمَنْزِلَ لِيَعْلَمَ دُخُولَهُ.

کسی کے گھر میں جمانے والے کی سزا اگر کوئی شخص کسی غیر محرم کے گھر میں بلا اجازت

پہننا پچھ حدیث شریف میں ہے۔

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَوَاطِلُ فِي بَيْتِكَ أَحَدٌ وَلَهُ نَأْذَانٌ لَهُ فَخَذَّ نَفْسَهُ بِحِصَاةٍ فَفَقَاتَ عَيْنَهُ مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جَنَاحٍ - (متفق علیہ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَطْلَعَ فِي بَيْتِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ فَقَدْ حَلَّ لَهُمْ أَنْ يَفْقَدَ عَيْنَهُ دَرَاهِمًا مِائَةً
مسئلہ۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسپر ضمان ہے۔ اور حدیث محمول ہے۔ مبالغہ اور زبرد شدید پر۔

یعنی صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تیرے گھر میں کوئی جھانکے، اس حال میں کہ تو نے اسکو گھر میں اپنی اجازت نہیں دی ہے۔ پس مارے تو اس کو کلکی کے ساتھ پس اگر تو چھوڑے اسکی آنکھ۔ تو تجھ پر گناہ نہیں۔ یعنی صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کسی کے گھر میں بغیر ان کی اجازت کے جھانکے تو بیشک آنکھ جازبہ کہ اس شخص کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

ان احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے جھانکنا ممنوع اور ناجائز ہے۔ لیکن انوس ہے کہ فی زمانہ اس کا الٹ ہو رہا ہے۔ آجکل تو نظر بازی کا بازار ایسا گرم ہے کہ بڑے بڑے عالم اور صوفی بھی اس مرض میں مبتلا پائے گئے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اور ان کی مثال اللہ تعالیٰ سورہ جمعہ میں فرماتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْجَمَّارِ يَحْمِلُ اسْفَارًا
یعنی مثال ان لوگوں کی جن کے سر تو ریت منڈھ دے گئی۔ پھر انہوں نے اسکو سر اور آنکھوں سے نہ لگایا۔ اس گدھے کی سی ہے جو کتابوں کا بوجھ اٹھاتا۔

مطلب یہ ہوا کہ جیسے لا دو گدھوں کو کتابوں کے بوجھ سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ اسی

طرح ان عالموں اور صوفیوں کے علم سے کچھ روشنی حاصل نہیں ہے۔ اگر وہ علم پر عمل کرتے۔ تو
ان کی یہ حالت ناگفتہ بہ نہ ہوتی اور دوسروں کے لئے انگشت نمائے ہوتے۔

غیر محرم مردوں کو جھانکنے والی عورت کو مارنے کا حکم جھانکنے۔ تو اس کو مارنا چاہیے پناچہ

حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ أَبِي التَّائِبِ عَنِ ابْنِ سَعِيدٍ
الْمَخَدَّيِّ فِي قِصَّةِ الْفَتَى حَدِيثَ
الْعَهْدِ بَعَثَ فَأَذَا امْرَأَتَهُ بَيْنَ
الْبَايِنِ قَائِمَةً فَاهْوَى إِلَيْهَا
بِالزُّجْجِ لِيَطْعَمَهَا بِهِ فَاصَابَتْ
غَيْرَةَ ذُرْوَاهُ مُسْلِمًا

یعنی صحیح مسلم میں ایک نو شہ صحابی کے قصہ
میں ہے کہ وہ جو اپنے گھر گئے تو بیوی کو
دروازہ میں کھڑا دیکھ کر غیرت آئی۔ اور نیز
سے مارا چاہا۔ اور ان کو غیرت لگا۔

مجلس الابراہیم مرتوم ہے۔ نای معاذ امرأته تطبع في كوة فضربها.
یعنی جب معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی عورت کو روشندان میں سے جھانکتے ہوئے دیکھا تو
انہوں نے اس کو خوب پیٹا۔

بڑی نظر سے دیکھنے والے اور
دیکھنے کا موقع دینے والے پر لعنت

اگر کوئی غیر محرم کو قصداً دیکھے۔ یا اپنے آپ
کو دکھلائے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت سے
پناچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنِ الْحَسَنِ مَرْسَلًا قَالَ بَلَّغْنِي
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللَّهُ النَّاطِرَ وَ
النُّظُورَ إِلَيْهِ دُرْوَاهُ الْبِيهَقِيُّ
فِي شَعْبِ الْإِيمَانِ

یعنی بیہقی نے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے
بطریق ارسال کے روایت کی ہے کہ بھگوان پریش
صحابہ سے پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم نے فرمایا کہ خدا کی لعنت ہو اسپر جو بڑی نظر
سے دیکھے۔ اور اسپر جو بھگوان دیکھے یعنی وہاں سے آتی
کہے۔

بے پردہ عورتوں کو سزا کے عقوبت

جو عورتیں پردہ نہیں کرتیں۔ اور اعلان پر دسے کی مخالفت کرتی۔ بتی ہیں۔ اُن کے بارے میں حدیث

شریف میں بڑی سخت وعید آئی ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ کے کتاب القصاص باب الاغصن من الجنات میں مرقوم ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صُنْعَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ یعنی دو گروہ ہیں دو زنیوں سے۔ ایک اُن میں سے ہے۔ نِسَاءٌ كَابِيَاتٌ غَابِيَاتٌ یعنی عورتیں ہیں پہنے ہوئے کپڑے ظاہر میں۔ اور ننگی میں حقیقت میں یعنی بہین کپڑے پہنتی ہیں کہ ان میں سے ان کے بدن معلوم ہوتے ہیں پس اگرچہ ظاہر میں پہنے ہوئے ہیں لیکن حقیقت میں ننگی ہیں کچھ بدن ڈھاکتی ہیں اور کچھ کھلا رکھتی ہیں مِثْلَاتٌ یعنی میل کرنے والیاں ہیں۔ یعنی آپ بھی مردوں کی طرف رغبت کرتی ہیں۔ یا معنی یہ ہیں کہ اور عنبیاں سر پر سے اُمد ڈالتی ہیں تاکہ لوگ اُن کے مُزدیکھیں۔ مِثْلَاتٌ یعنی میل کرنے والیاں ہیں یعنی شک چال چلتی ہیں تاکہ لوگوں کے دل فریبہ کریں۔ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ یعنی جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گی۔ وَلَا يَجِدْنَ دَرَجَاتٍ فِيهَا اور نہ جنت کی بڑے بڑے پائیں گی۔ وَإِنَّ دَرَجَاتٍ لَتُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةٍ كَذَا وَكَذَا یعنی سالانہ جنت کی بڑی پائی جاتی ہے۔ اتنی اور اتنی مسافت سے۔ یعنی بہت دور سے۔

زانیہ عورتوں کو پہلے موت تک قید رکھنے کا حکم تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے۔

زانیہ عورتوں کو موت تک

قید رکھنے کا سابقہ حکم

یعنی اور جو عورتیں بیحیائی کا کام کریں۔ اُن پر چار آدمیوں کو اپنے میں سے گواہ بنا لو۔ اور جب وہ گواہ ہو جائیں۔ تو اُن عورتوں کو بدستور گھروں میں کھے رہو۔ یہاں تک کہ یا تو موت آگوا جائے اور یا اللہ تعالیٰ اُن کیلئے کوئی راہ کرے۔ یعنی حکم ثانی دیدے۔

وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَإِنَّمَا كُوفَتْ فِي الْبُيُوتِ عَشَى يَتُوقَهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا (سورہ نساء رکوع ۱۲)

جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو بدستور گھروں میں رکھی گئی۔ اس لئے حکم ثانی کے انتظار کا امر

فرمایا۔ اور اس وقت تک یہ حکم فرمایا کہ انگو گھروں میں بدستور رہنے دو یہ لفظ بتلا رہا ہے کہ پہلے نئے وہ گھروں میں تھیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی وضع اور مقتضائے فطرت نسوان کا یہی ہے۔ لاگھروں میں نہیں۔ صرف اس بیماری سے احتمال تھا کہ عقدہ کے باعث گھر سے نکال باہر کر دیں۔ اس لئے اسکا حکم دیا کہ ابھی حالت سابقہ پر گھروں میں رکھو۔ چنانچہ اس کے بعد جب حد مقرر ہوئی۔ تو حکم ثانی معلوم ہو گیا کہ نسا کے لئے حاضر عدالت کی جائیں گی۔ غرض اس آیت میں زنا کا حکم بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی زنا کا مرتکب ہو۔ تو اس کے ثبوت کے واسطے چار مردوں کی گواہی چاہیے۔ پھر گواہی ہو جانے پر عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ وہ مرجائیں۔ یا ان کی بابت اللہ تعالیٰ کوئی راستہ نکالے۔ جس راستے کا وعدہ اللہ پاک نے اس میں فرمایا ہے۔ وہ اٹھارہویں پارہ سورہ نور میں ہے۔

الذَّانِبَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ
وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ مَّسْ
لَاتًا نَّخَدُكُمْ بِهَا رِاقَةٌ فِي
دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَيْشِمَا عَذَابًا
حَاطِفَةً مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ. (پتھار)

یعنی زانیہ عورت اور زانی مرد پس اور ہر ایک
کو ان دونوں میں سے سو درتے۔ اور م کو
ان دونوں پر ترس نسا کا چاہیے۔ اللہ کے حکم
کی تعمیل میں۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ اللہ اور روز
آخرت پر۔ اور چاہیے کہ آمو جو ہو۔ ان کی نسا
کے موقع پر مسلمانوں کی ایک جماعت۔

حدیث شریف میں ہے کہ کنوارے مرد یا کنواری عورت سے زنا کی حرکت سرزواج
تو سو درتے ماریں اور اگر بیا ہے ایسا کام کریں۔ تو سنگسار کریں۔

باریک کپڑا پہننے کی ممانعت
عورت کو باریک کپڑا پہننا سخت ممنوع ہے۔
چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي
بَكْرٍ دَخَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهَا ثِيَابٌ قَانِ
يَعْنِي أَبُو دَاوُدَ فِي عَائِشَةَ صَدِيقَةَ رَسُولِ اللَّهِ
عَنْهَا سَمْعِيٌّ هِيَ. (کہ ان کی بہن اسماء
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
آئی تھیں اور ان کے پاس کپڑے تھے۔)

الْمَرْأَةُ إِذَا بَلَغَتْ الْمَحِيضَ لَوْ
تَضَلَّ أَنْ يُرَى مِنْهَا الْآهَذَا فَهَذَا
وَأَشَارَ إِلَى وَجْهِهِ وَكَفَّيْهِ
(دَوَاهِ أَبُو دَاوُد)

پینے ہوئے تھیں۔ آپ نے ان سے منہ پھیر کر
فرمایا کہ اسے اس کا جب عورت بالغ ہو جائے تو
سوائے چہرہ اور گتھین کے اور کوئی چیز اس کی
نظر نہیں آنی چاہیے۔

اس حدیث سے صاف ظہر پر ظاہر ہوا کہ عورت کو ایسا باریک کپڑا پہننا جس میں
بدن جھلکے حرام ہے۔ اور بے پردگی میں بہ مقتضائے تکلف و زینت طبعی خصوصاً طبیعت
نہیں ضرور نامحرم کے روبرو باریک کپڑے پہننے جائیں گے۔ اور یہ حرام ہے پس
بے پردگی بھی حرام ہے۔

وجہ اور گتھین کے غیر مستور رہنے کی رخصت قبل نزول حکم حجاب ہے۔ یہاں
ہر صورت میں یہ رخصت ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ علقم بن ابی
طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں سے سنا ہوا بیان کیا کہ حفصہ بنت عبدالرحمن رضی اللہ عنہا
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس باریک اور رھنی اور ٹھے ہوئے آئیں۔ تو عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا نے اس اور رھنی کو بھاڑ ڈالا۔ اور اسے اور گاڑھی اور رھنی پہناؤ۔
اس روایت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو عورتوں کی مجلس میں بھی باریک کپڑا پہن
کر جانا درست نہیں۔ ذیور یا جلیڈ وغیرہ مردوں کا کیا ذکر ہے۔

حالاتِ حاضرہ
آج کل ہندوستان میں نہایت باریک کپڑے مثلاً مل سولہ
اور چھپتیس وغیرہ پہننے کا رواج عورتوں میں عام ہو رہا ہے۔
جس میں کٹی طرح کی قیاحیں پیدا ہو گئی ہیں۔ لیکن نئی روشنی اور نئے فیشن کے دلدادہ بکتے
ہیں کہ عورتیں قومی اور جذبات کے لحاظ سے ہم سے کسی طرح کم نہیں جیسے دل دماغ اور
انگلیں ہم رکھتے ہیں۔ جیسے ہی عورتیں بھی رکھتی ہیں۔ بلکہ ہم سے زیادہ نازک اندام ہیں۔
جب ہم باریک اور عمدہ لباس پہنتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ وہ ہم سے زیادہ نفیس لباس
نہ پہنیں کیوں وہ موٹے موٹے کپڑے اور بھاری بھاری چادریں اور برقعے اور ٹھیں۔ اور

کیوں وہ ہماری طرح کھلم کھلا باغ و باتار کی سیر کھیل تماشے، عیش و عشرت کے سامان سے بہرہ ور نہ ہوں؟

جواب :- لباس کی غرض کیا ہے؟ لباس اس اور ٹھننے کی چیز کو کہتے ہیں جو انسان کے جسم کو سردی گرمی سے بچائے۔ اور حرارتِ غریزی قائم رکھے۔ اور جسم کے اس حصہ کو جسے شائستگی کے لحاظ سے ڈھانپنا ضروری ہے ڈھانکے۔

نہایت ہلکے لباس بدن کو نہ تو بخوبی چھپا سکتا ہے۔ نہ سردی سے بچا سکتا ہے۔ نہ گرمی کی ٹو سے۔ اور سردی گرمی کا اثر پورے طور پر نہ روکنے سے حرارتِ غریزی قائم رکھنے کے قابل بھی نہیں ہو سکتا۔

نفس وہ چیز کہی جا سکتی ہے جس کے گن اپنے ہوں۔ یعنی اس پر مصالحہ اچھا لگا ہو۔ اور جس مطلب کے لئے بنائی گئی ہے اس کو پورا کرے۔

غرض اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق لباس ایسا پہنو۔ جو سارے جسم کو اچھی طرح سے ڈھانپے۔ اور پردہ میں مخمل نہ ہو۔

مرد کو مرد کے سامنے اور عورت کو عورت کے سامنے برہنہ ہونا سخت ممنوع ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

یعنی صحیح مسلم میں ابو سعید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ نہ دیکھے مرد طرف مرد کے۔ اور نہ دیکھے عورت طرف عورت کے۔ اور نہ جمع ہو مرد ساتھ مرد کے ننگے ہو کر ایک کپڑے میں۔ اور نہ جمع ہو عورت ساتھ عورت کے ننگی ہو کر۔ ایک کپڑے میں

مرد کو مرد کے سامنے اور عورت کو عورت کے سامنے ننگا ہونے کی ممانعت

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْءَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْءَةِ وَلَا يُعْضَى الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي تَوْبٍ وَاجِدٍ وَلَا يُعْضَى الْمَرْءَةُ إِلَى الْمَرْءَةِ فِي تَوْبٍ وَاجِدٍ رواه مسلم

میاں بیوی کو ایک دوسرے کا
ستر دیکھنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث
شریف میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا نَظَرْتُ
أَوْ مَا نَأَيْتُ فَرَجَ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطًّا
رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ

یعنی ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنها سے مروی ہے کہ کہا میں نے نظر نہیں کیا
نہیں دیکھا کسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا ستر۔

ایک روایت میں ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے نہ میرا ستر دیکھا اور نہ ہی میں نے اُن کا (مظاہر حق)
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ادب یہ ہے کہ مرد و عورت آپس میں ایک دوسرے
کا ستر نہ دیکھیں۔

مردے کے ستر کی طرف دیکھنے کی ممانعت
چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ يَا عَلِيُّ لَا تَبْرُزْ
فِي ذَاكَ وَلَا تَنْظُرْ إِلَى فِجْدِ
حَتَّىٰ وَلَا مَيِّتٍ ۝

یعنی ابو داؤد اور ابن ماجہ میں علی رضی اللہ
عنه سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے واسطے علی رضی اللہ عنه
کے کہ اسے علی اپنی ران کو نہ کھول اور نہ
زندے کی ران کی طرف دیکھے اور نہ مردے
کی ران کی طرف اس طرف سے مولا ہوا کہ زندہ اور مرد ستر

رواہ ابو داؤد
وابن ماجہ

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف اعضائے
مخصوصہ ہی ستر میں داخل ہے۔ حالانکہ مرد کے

ناف سے لیکر گھٹنے تک ستر کا ہونا

لئے ناف سے لیکر گھٹنے تک ستر ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ جُرَيْجٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا بَدَأَ يَلْبَسُ
الْحُلَّةَ قَالَ لِي يَا جُرَيْجُ لَا تَبْرُزْ
فِي ذَاكَ وَلَا تَنْظُرْ إِلَى فِجْدِ حَتَّىٰ
وَلَا مَيِّتٍ ۝

یعنی ترمذی اور ابو داؤد میں جبرہ رضی اللہ
عنه سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عنبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے نہیں جانا کہ تحقیق ران ستر ہے۔

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسَاعِلُمْتَ
أَنَّ الْفِجْدَ عَوْرَةً
(رواه الترمذی و ابوداؤد)

مرد اور عورت کو تنہائی میں بھی برہنہ ہونا نہیں چاہیے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے یعنی ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہزبن حکیم سے مروی ہے کہ اُس نے اپنے باپ سے نقل کی۔ اور اُس نے اپنے باپ معاویہ بن سحیر سے کہ اُس نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ تو اپنے ستر کو ڈھانکا مگر اپنی بیوی یا لونڈی سے۔ میں نے کہا۔ یا رسول اللہ! مجھ کو خبر دو جو وقت کہ آدمی تنہا ہو گیا وہاں بھی ڈھانکے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لائق تر ہے کہ اُس سے شرم کھائے یعنی اگر چہ وہاں کوئی نہ ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو دیکھتا ہے۔

خلوت میں بھی ننگا ہونا ممنوع ہے

عَنْ يَهْزَبِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ
أَبِيهِ عَنْ حَبِيبَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْفَظْ
عَوْرَتَكَ الْآمِينَ ذَوِّجَتِكَ
أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَرَأَيْتَ
إِذَا كَانَ الرَّجُلُ خَالِبًا قَالَ
فَاِنَّ اللَّهَ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَمَى مِنْهُ
(رواه الترمذی ابوداؤد و ابن ماجہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خلوت میں بھی ستر کا چھپانا واجب ہے۔ مگر ضرورتاً کھڑنا جائز ہے۔

فرشتوں سے ستر کو ڈھانکنے کا حکم
مرد اور عورت کو اپنے ستر کے مقامات کو بلا ضرورت برہنہ کرنے کی ممانعت اس لئے ہے۔ کہ کم از کم ان فرشتوں سے تو شرم کرنی چاہیے جو ہر وقت ساتھ رہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا كُنَّا

یعنی ترمذی شریف میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

وَالْتَعَزَّى . فَإِنَّ مَعَكُمْ مَنْ
لَا يَفَارِقُكُمْ إِلَّا عَسَدٌ
الْفَائِطِ وَحِينَ يُفِضُ الذَّجِيدُ
إِلَى أَهْلِ بَلَدِهِ فَاسْتَحْيُوا لَهُمُ الْكُفْرَانَ
رواه الترمذی

علیہ وسلم نے جو تم ملے ہونگے یعنی اگرچہ تنہا ہو جائے
گنہگار نہ ہائے ساتھ وہ ہیں کہ تم سے نہیں جدا ہوتے
یعنی فرشتے گہرائی کریز لے اوکڑا لاکا تین مگر پانچا ذکو
اور اس وقت جب اپنی بیوی سے محبت کرے پس ان سے
حیا کرو اور انکی تعلیم کرو یعنی رخصت رکھو اور اچھے کام کرنا

اور بڑی اور لغو باتوں سے بچتے رہو۔ کہ یہ چیزیں باعث حیا اور تعلیم اور تکریم ان کی ہیں۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت کے ستر کا کھولنا جائز نہیں۔ ہاں مجاہد اور
رفع حاجت وغیرہ کے لئے جائز ہے۔

صحیح ترمذی میں معاویہ بن جبیدہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اپنے
چھپانے کا بدن کس موقع پر چھپائیں اور کس موقع پر نہ چھپائیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم اپنے ستر کو
تمام لوگوں سے سولٹے اپنی بیوی اور لونڈی کے محفوظ رکھو۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ
سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک شخص دوسرے کے پاس رہتا ہے۔
یعنی ہر وقت ایک جگہ رہنے سے محافظت مشکل ہے۔ تو اس پر آپ نے فرمایا۔ صلی اللہ
تم کو محافظت کرنا لازم ہے۔ پھر انہوں نے سوال کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسی آدمی تنہائی
میں ہوتا ہے۔ یعنی تنہائی میں تو کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جس سے پردہ کیا جائے۔ اس پر آپ
نے فرمایا۔ کہ پھر تجھے اللہ تبارک و تعالیٰ اور فرشتوں سے حیا کرنی چاہیے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ تنہائی میں بھی بلا ضرورت برہنہ ہونا خواہ کل یا بعض
بدن سے جس کا چھپنا جمع میں واجب ہے۔ جائز نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور فرشتوں
سے بظاہر حیا کرنا چاہیے۔

مردوں کو حمام میں پردہ کرنے کا حکم
مردوں کو حمام میں بھی ایک دوسرے سے پردہ کرنے
کا حکم ہے۔ پچنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

ترمذی میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ

اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہو۔ وہ حمام میں بغیر کپڑا باندھے ہرٹے نہ جائے۔
اس کی وجہ یہ ہے کہ حمام میں کبھی اُدی یک جا غسل کرتے ہیں۔ اس لئے وہاں پر وہ
واجب و لازم ہے۔

عورتوں کو حمام میں نہ جانے کا حکم عورتوں کو حمام میں نہیں جانا چاہیے۔ اگرچہ اُس کا
شوہر اُسے اجازت بجا دے دے۔ چنانچہ مجالس
الابرار میں مرقوم ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَاءُ حَذَامٌ عَلَى نِسَاءٍ أُمَّتِي.
یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
حمام میری امت کی عورتوں پر حرام ہے۔

حمام میں جواز کی صورت اگر کسی کو حمام میں جانے کی کوئی سخت ضرورت آ پڑے۔
مثلاً نفاس یا کسی اور مرض کے عذر کی وجہ سے۔ تو یہ شرط
ہے۔ کہ کُنسی پہنکو جائے اور حمام میں کوئی عورت نہ ہو۔ اور نہ بناؤ سنگار سے جائے۔
پس اگر ان شرائط میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے۔ تو اُس کو حمام میں جانا جائز نہیں۔

منکرین پر وہ کابے غیرت ہونا جو شخص پردے کا حامی نہیں ہے۔ وہ بے
غیرت ہے۔ چنانچہ مجالس الابرار میں ہے۔

رَوَى أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنَّ اللَّهَ يُغَارُ وَإِنَّ الْمُؤْمِنَ يُغَارُ وَغَيْرَةُ اللَّهِ
أَنْ يَأْتِيَ الْمُؤْمِنُ مَا حَذَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ رِيعِي مَرُورِي هِيَ. كَمَا رَوَى اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَا يَأْتِي بِشَيْءٍ حَذَرَ غَيْرَتِ مَنْدِهِ. وَأَنَّ مَنْ غَيَّرَتْ مَنْدِهِ. وَأَنَّ اللَّهَ
كِي غَيْرَتِ اسْبِ پَرَاتِي هِيَ. كَمَا رَوَى اسْبِ اسْبِ كَامِ كَرَسِي. جَوَّ اللَّهُ تَعَالَى نِي اسْبِ پَرَاتِي كِي هِيَ.
وَفِي حَدِيثٍ آخَرَ أَنَّ اللَّهَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنِّي لَعَبِيدٌ وَمَا أَمْرٌ لِي
يُغَارُ إِلَّا مَنْكُوسُ الْقَلْبِ وَمَجَالِسُ الْأَبْرَارِ أَوْ رَأَيْتُ فِي حَدِيثٍ فِي هِيَ
كَمَا رَوَى اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَا يَأْتِي بِشَيْءٍ حَذَرَ غَيْرَتِ مَنْدِهِ. وَأَنَّ مَنْ غَيَّرَتْ مَنْدِهِ. وَأَنَّ اللَّهَ
كِي غَيْرَتِ اسْبِ پَرَاتِي هِيَ. كَمَا رَوَى اسْبِ اسْبِ كَامِ كَرَسِي. جَوَّ اللَّهُ تَعَالَى نِي اسْبِ پَرَاتِي كِي هِيَ.

وہ طریقہ جس سے کبھی غیرت کو صدمہ نہ پہنچے۔ یہ ہے کہ اُن کے پاس کوئی مرد نہ اُسے پائے۔ اور نہ وہ رستہ گلیوں میں جائیں۔ کیونکہ اُن کا نکلنا بے غیرتی سمجھی جاتی ہے۔

عورت کن کن جگہوں میں اجازت لیکر گھر سے باہر جاسکتی ہے

مرد کو لازم ہے کہ اپنی بیوی کو گھر سے باہر جانے سے روکے۔ مگر سوائے چند خاص جگہوں کے اور کہیں جانے کی اجازت نہ دے۔ اور وہ خاص جگہیں یہ ہیں جو صاحبِ خلاصہ نے مجموع النوازل کے حوالہ سے لکھی ہیں۔

یَعُوذُ لِلزَّوْجِ اَنْ يَّاْذَنَ لَهَا بِالتَّوْبِخِ

یعنی مرد کو جائز ہے کہ سات جگہ عورت کو جانے کی اجازت دے۔ ماں باپ کی ملاقات۔ اور اُن دونوں

اِلَى سَبْعَةِ مَوَاضِعَ زِيَادَةً اِلَّا بَوَيْنَ وَعِيَادَتَهُمَا وَتَعْرِيتَهُمَا اَوْ اَحَدَهُمَا

کی بیماری پرسی اور اُن دونوں کی یا ایک کی ماتم پرسی۔ اور محرموں کی ملاقات کیلئے۔

وَزِيَادَةً اِلَّا حَادِمًا

علاوہ انہیں اگر وہ عورت قابلہ (دوائی) ہو۔ یا مردہ کی نہلانے والی ہو۔ یا کسی پر اُس کا حق آتا ہو۔ یا کسی کا اس پر حق آتا ہو۔ تو اجازت سے بلا اجازت جاسکتی ہے۔

مرد کو لازم ہے کہ اپنی بیوی وغیرہ کو اجنبی لوگوں کی ملاقات اور اُن کی بیماری پرسی اور ولیمہ

میں شامل ہونے کی اجازت نہ دے۔ اگر اُس نے اجازت دیدی۔ اور وہ چلی گئی۔ تو ڈوڑر گنہگار ہونگے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اجازت کبھی چُپ رہنے سے بھی ہوتی ہے۔ اور چُپ رہنا بھی

کہہ دینے کی مثل ہے۔ اس لئے کہ بُری بات سے منع کرنا فرض ہے۔ خاموشی نیمِ رضا مشہور مقولہ ہے۔

اگر مجلسِ علم میں بلا رضامندی شوہر کی جانا چاہے۔ تو وہ نہیں جاسکتی۔ مگر اُن اُسوقت

جبکہ اُسے کوئی ایسا ضروری مسئلہ دریافت کرنا ہے جس کی اس کو سخت ضرورت ہے۔ اور خاوند

پر چھپ کر نہ بتلائے۔ تو پھر اُس کو بلا مرضی خاوند کے باہر جانے میں بلا اجازت گنجائش ہے۔ اس لئے

کہ حاجت کی باتوں میں علم طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے۔ پس خاوند

کے حکم پر یہ حق مقدم ہے۔

اگر خاوند کسی عالم سے دریافت کر کے اُس کو بتلا دے۔ تو پھر اُسے جانے کی اجازت نہیں

مگر کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ لیکن چاہتی ہے۔ کہ مجلسِ علم میں اس لئے جائے۔ کہ وضو

اور نماز کے مسئلوں میں سے کوئی مسئلہ سیکھ لے۔ تو خاوند کو مسائل آتے ہوں۔ اور وہ اس کو بتلا تا رہتا ہو۔ تو اسے جائز ہے کہ عورت کو منع کرے۔ اگر اسے نہ آتے ہوں۔ تو بہتر یہ ہے کہ اسے کسی بھی اجازت دیدے۔ اگر اجازت نہ دے تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔

عورت کو باہر نکلنا درست نہیں۔ جب تک اسے کوئی واقعہ پیش نہ آئے۔ اگر اپنے شوہر کے گھر سے بلا اس کی اجازت کے گئی۔ تو آسمان کا ہر ہر فرشتہ اور ہر چیز میں پر اس کا گذر ہوتا ہے۔ لعنت کرتی رہتا ہے۔ بجز انسان اور جن کے۔ حاصل یہ ہے۔ کہ اپنے شوہر کے گھر سے بلا اس کی اجازت کے اس کا نکلنا حرام ہے۔

جب اس کی اجازت سے نکلے۔ تو چھپ کر بڑی ہیئت بنا کر نکلے۔ اور خالی راہ ڈھونڈ کر جائے۔ نہ کہ سڑکوں اور بازاروں میں۔ اور خوشبو لگا کر بن سنور کے نہ جائے۔ اور نہ راستہ میں کسی آدمی سے باتیں کرے۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے۔

یعنی مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو ایک مرد کے ساتھ دیکھا کہ دونوں راستہ میں باتیں کر رہے ہیں۔ پس آپ نے دونوں کو کوڑے لگائے۔ پس مرد نے کہا۔ اے امیر المؤمنین یہ میری عورت ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا۔ کہ اگر یہ تیری عورت تھی۔ تو اس کو اپنے گھر میں کیوں

رُویَ اَنَّ عُمَرَ رَأَى امْرَاةً مَعَ رَجُلٍ يَتَخَدَّ ثَانٍ فِي الطَّرِيقِ فَضَرَبَهَا بِالدَّرَّةِ فَقَالَ الرَّجُلُ هِيَ امْرَاةِي يَا امِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُو كَا نَتْ امْرَاَتِكَ فَلِمَ لَمْ تَدْخُلْهَا فِي بَيْتِكَ حَتَّى لَا يَتَهَمَكَ أَحَدٌ فِي الطَّرِيقِ۔

نہ لے گیا۔ کہ راستہ میں کوئی تجھ کو تہمت نہ لگائے۔ (اسکی مثل تفسیر مظہری میں زیر آیت جلا بھیجیں ہے) عورتوں کو قبرستان میں جانا جائز نہیں ہے چنانچہ نصاب الاحساب میں مذکور ہے۔ کہ قاضی سے

عورتوں کو قبرستان میں جانے کی ممانعت

کسی نے عورت کے قبرستان جانے کے جواز کو پوچھا تو انہوں نے جواب دیا۔

لَا تُسَلُّ عَنْ الْجَوَائِزِ فِي مِثْلِ هَذَا وَ إِنَّمَا سُئِلَ عَنْ مِقْدَارِ مَا يَلْحَقُهَا مِنْ پوچھو۔ کہ اس پر کس قدر لعنت برستی ہے۔ کیونکہ

اللَّعْنِ - عورت جب نکلنے کی نیت کرتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی لعنت میں آجاتی ہے۔ اور جب نکل کھڑی ہوتی ہے۔ تو ہر طرف سے اس کے ساتھ شیطان ہولیتے ہیں۔ اور جب قبر کے پاس آتی ہے۔ تو مردہ کی روح اس پر لعنت کرتی ہے اور جب لوٹتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی لعنت میں رہتی ہے۔ یہاں تک کہ اپنے گھر میں پہنچ جائے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

فِي الْخَبَرِ أَيَّمَا امْرَأَةٍ خَرَجَتْ إِلَى مَقْبَرَةٍ تَلْعَنُهَا مَلَائِكَةُ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَ الْأَرْضِينَ السَّبْعِ وَ لَشَيْءٍ فِي لَعْنَةِ اللَّهِ تَعَالَى وَ أَيَّمَا امْرَأَةٍ دَعَتْ لِلنِّيبِ بِخَيْرٍ وَ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهَا يُعْطِيهَا اللَّهُ تَعَالَى ثَوَابَ حَجَّةٍ وَ عُمْرَةٍ -

یعنی جو عورت گورستان جانے کو نکلی۔ اس پر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کے فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی لعنت میں ملتی رہتی ہیں۔ اور جو عورت مردہ کے لئے دعائے خیر کرے۔ اور اپنے گھر سے نہ نکلے۔ اس کو اللہ تعالیٰ ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب دیتا ہے

در مجالس الأبرار

در مجالس الأبرار

یعنی سلمان اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد سے نکل کر اپنے گھر کے دروازے پر ٹھہر گئے کہ اتنے میں فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تشریف لائیں آپ نے ان سے فرمایا۔ کہاں سے آئی؟ عرض کیا کہ فلاں عورت کے گھر سے جو مر گئی۔ فرمایا کیا تو اسکی قبر پر گئی تھی؟ عرض کیا کہ خدا کی پناہ۔ جو کچھ میں نے آپ سے سنا ہے۔ اس کے سننے کے بعد ایسا کرتی رہیں فرمایا کہ اگر تو اس کی قبر پر جاتی۔ تو جنت کی خوشبو بھی نہ پاتی۔

در مجالس الأبرار

عَنْ سَلْمَانَ وَ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ عَلِيَّ السَّلَامُ ذَاتَ يَوْمٍ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَوَقَفَ عَلَى بَابِ دَارِهِ فَأَمَّتْ فَاطِمَةُ فَقَالَ لَهَا مِنْ أَيْنَ جِئْتِ؟ قَالَتْ خَرَجْتُ إِلَى مَنْزِلَةِ فُلَانَةٍ الَّتِي مَاتَتْ فَقَالَ هَلْ ذَهَبْتَ إِلَى قَبْرِهَا قَالَتْ مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ أَفْعَلَ شَيْئًا بَعْدَ مَا سَمِعْتُ مِنْكَ مَا سَمِعْتُ فَقَالَ لَوْ زُرْتِ قَبْرَهَا لَمْ يَرْجِعْ رَاحَةَ الْجَنَّةِ ه

در مجالس الأبرار

marfat.com

Marfat.com

عورتوں کو جنازے کے ہمراہ جانا ممنوع ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

یعنی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ایک جنازہ کے ساتھ نکلے۔ دیکھا کہ عورتیں جنازہ کے پیچھے آرہی ہیں پس ان سے کہا کیا تم بھی سب کے ساتھ جنازہ اٹھاؤ گی۔ انہوں نے کہا۔ نہیں پس آپ نے فرمایا تو کیا سب کے ساتھ نماز پڑھو گی۔ انہوں نے کہا۔ نہیں پس آپ نے فرمایا۔ لوٹ جاؤ گنہگار ہو کر بے ثواب پانچ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا جائز نہیں۔ اور نہ ہی قبرستان کو جانا بلکہ اس کو ضروری ہے کہ اپنے گھر کے اندر اپنا چھوٹا بیٹھو رہے۔ جب سے شوہر کے گھر آئی ہے۔ اُس وقت سے لے کر قبر میں جانے تک اپنے گھر سے بغیر اپنے خاوند کی اجازت کے باہر نہ نکلے۔

ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ جس جگہ اُس کو نکلنے کی اجازت ہے۔ تو بناؤ سنگار نہ ہونے اور اس طرح حالت بدل دینے کی شرط پر کہ مردوں کے دیکھنے اور ان کی نگاہوں کا سبب نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ احزاب میں فرمایا ہے۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (پانچ) یعنی اور قرار رکھو اپنے گھروں میں۔ اور اظہار کرتی نہ پھرو یعنی دکھاتی نہ پھرو۔ پہلے زمانہ جاہلیت کی طرح تبرج سب بیان صحاح کے عورت کا اپنے سنگار اور خوبوں کو مردوں کے سامنے ظاہر کرنا ہے۔ اور یہ جاہلیت کی عورتوں کی عادت تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو ان کے ساتھ شاہت کرنے سے منع کر دیا۔ اور ان کو اپنے گھروں میں بیٹھے رہنے کا حکم دیا۔ اس لئے عورت جب تک مردوں سے چھپی رہے گی۔ اُس کا عین بچا رہے گا۔

عورتوں کو زرق و برق لباس پہن کر مسجدوں میں آنا
نہیں چاہیے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عورتوں کو زیب و زینت کا لباس

پہن کر مسجدوں میں آنی کی ممانعت

یعنی ابن ماجہ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔

کہ ایک عورت قبیلہ مزنیہ کی زیب و زینت
کے لباس میں نکلتی ہوئی مسجد میں آئی۔ تو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے لوگو!
اپنی عورتوں کو زیب و زینت کا لباس پہن کر
مسجد وغیرہ میں ٹھکنے سے روکو۔ کیونکہ بنی

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ
إِذْ دَخَلَتْ امْرَأَةٌ مِنْ مَذْنِيَّةِ تَرْفَلٍ
فِي زِينَةٍ لَهَا فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّهَا
النَّاسُ انْهَوْا نِسَاءَكُمْ عَنِ لِبْسِ
الزَّيْنَةِ وَتَبَخَّرُوا فِي الْمَسْجِدِ
فَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَمْ يَلْعَنُوا أَحَدًا لَبَسَ نِسَاءَهُمْ

اسرائیل پر اسوقت تک لعنت نہیں کی گئی جب تک ان کی عورتوں نے زیب و زینت کا لباس
پہن کر مسجدوں وغیرہ میں ٹھکنا اختیار نہیں کیا۔ اس حدیث سے عورتوں کو نمازوں کے لئے مسجدوں
میں جانے کا حکم پایا جاتا ہے۔ لیکن فساد زمانہ کے باعث آثار صحابہ اور اقوال محققین میں ممنوع
قرار دیا گیا۔

پڑے کے متعلق فقہائے کرام کے فتاویٰ کا خلاصہ (۱) عورت کا جہری نماز میں پکار
کر قرات کرنا جائز نہیں۔

(۲) عورت کالج میں لبتیک پکار کر کہنا جائز نہیں۔ (۳) اگر عورت مقتدی ہو۔ مثلاً اپنے زوج
یا محرم کے پیچھے گھر میں نماز پڑھ رہی ہے۔ اور امام کو کچھ سہو ہو گیا۔ تو عورت کو زبان سے بتلانا
جائز نہیں۔ بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مارے۔ تاکہ امام سن کر سمجھ جائے۔ کہ میں کچھ بھولا ہوں۔ اور پھر سوج
کرایہ کرنے۔ (۴) جوان عورت کا نام محرم مرد کو سلام کرنا جائز نہیں۔ (۵) جب قرات بالجہر اور تلبیہ
بالجہر اور سہوا نام کے وقت سبحان اللہ کہہ دینا بیجا مرد مقتدی کہہ دیتا ہے۔ اور سلام جائز
نہیں۔ تو بلا ضرورت کلام کرنا یا اشعار سننا یا خط و کتابت کرنا جو کلام سے زیادہ جذبات کو ایجلا

میں لایا ہے۔ یا اخباروں میں مضمون دینا جیسا کہ اس وقت متعارف ہے۔ کہ اپنا پتہ اور نشان
 بھی لکھ دیا جاتا ہے۔ کیسے جائز ہوگا۔ (۹) اجنبیہ سے بدن و بوانا جائز نہیں ہے۔ (۱۰) غیر عرم کا
 اتھ لینا جائز نہیں ہے۔ (۱۱) اجنبیہ کے بدن سے متصل کپڑے پر میلان نفس کے ساتھ نظر کرنا
 جائز نہیں۔ (۱۲) آئینہ یا پانی پر جو اجنبیہ کا عکس پڑتا ہو۔ اس کا دیکھنا جائز نہیں۔ اس بناء پر اسکا
 فوٹو دیکھنا جائز نہیں۔ (۱۳) اجنبی مرد کے سامنے کا بچا ہوا طعام عورت کو کھانا یا بالکس۔ مگر نفس
 کو اس میں لذت ہو تو مکروہ ہے۔ (۱۴) رضاعی بھائی اور ماد اور ماسی طرح شوہر کا بیٹا گو یہ سب عمارا
 ہیں۔ مگر فقہہ زمانہ پر نظر کر کے ان سے مثل نامحرم کے پردہ کرنا ضروری ہے۔ (۱۵) عورت کے
 بال اور ناخن گو بدن سے جدا ہو گئے ہوں۔ ان کا دیکھنا جائز نہیں۔ (۱۶) اجنبی عورت کے ذکر سے
 سے نفس کو لذت دینا جائز نہیں۔ (۱۷) اجنبیہ کے تصور سے لذت لینا حرام ہے۔ (۱۸) اگر اپنی
 بیوی سے مستح ہو۔ اور اجنبیہ کا تصور کر لے۔ وہ بھی حرام ہے۔ غلامہ یہ کہ یہ ایک حدیث کی
 رو سے شیطان کا جال ہے۔ جال سے جس قدر احتیاط ضروری ہے۔ اسی قدر اس سے ۔
 گفت ابلیس لعین دادار را ؛ دام ز سفتے خواہم این اشکار را ۔

باب چھٹا

عورتوں کے سر کے بال کٹوانے کا فتویٰ بعض دنیا پرست مولوی اخباروں میں اور
 عام جلسوں میں علی الاعلان کہتے ہیں۔ کہ عورتوں
 کو مردوں کی طرح کانوں کی ٹونگ بال رکھنا ازواج مطہراتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت
 ہے۔ پچنانچہ وہ اپنے دوسے میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ اور اس کا جو ترجمہ کرتے ہیں۔ پڑھ
 بھی ملاحظہ ہو۔

ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے روایت ہے۔ وہ
 کہتے ہیں کہ میں اور حضرت عائشہ کا ایک رضاعی
 بھائی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میرے
 ہمراہی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
 قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ أَنَا وَأَخُوهَا
 مِنَ الرِّضَاعَةِ فَسَأَلَهَا عَنْ غُسْلِ الْبُحْيِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجَنَابَةِ

فَدَعَتْ بِإِنَاءٍ قَدَرِ الصَّاعِ فَأَغْسَلَتْ
وَبَيْتَنَا وَبَيْنَهُمَا سُرْفًا فَرَعَتْ عَلَيَّ
رَأْسَهَا كَلَامًا قَالَ وَكَانَ أَذْوَانُ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي هَذَا مِنْ
رُؤْسِهِنَّ حَتَّى تَكُونَ كَالْوَفْرَةِ ۝

کے غسل جنابت کے متعلق (حضرت عائشہ
سے) سوال کیا۔ پس انہوں نے ایک برتن
بمقدار صاع منگوا یا۔ پھر غسل کیا۔ اور ہمارے
اور ان کے درمیان پردہ تھا۔ آپ نے سر پر
تین مرتبہ پانی ڈالا۔ راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ

(رواہ مسلم)

کاٹ لیتی تھیں حتیٰ کہ وہ کانوں کی ٹوٹکے طے رہ جاتے (اسکو مسلم نے روایت کیا ہے)
جواب اول یہ حدیث صحیح بخاری کتاب الغسل میں بروایت عبدالصمد آئی ہے جس میں
یہ آخری جملہ (زیر بحث) نہیں ہے۔ اور منہ احمد عنبل جلد ۶ میں یہ حدیث مرقوم ہے۔ اس
میں بھی یہ جملہ نہیں ہے۔ اور نسائی شریف میں بروایت خالد بن عمارت یہ حدیث آئی
ہے۔ اس میں بھی یہ جملہ نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ جملہ شاذ ہے۔ عبدالصمد اور خالد اجماعی
ثقہ ہیں۔ وہ اس جملہ کو ذکر نہیں کرتے۔

دوم۔ حدیث صحیح مسلم میں عبید اللہ بن معاذ متکلم فیہ ہے جن کو ابن معین فرماتے
ہیں۔ لیس بشیٰ کہ یہ کچھ نہیں چنانچہ تہذیب التہذیب میں ہے۔

قال ابراہیم بن جنید عبید اللہ
بن معاذ العبیری لیس من اهل
الحديث و لیس بمشہور ۝
یعنی ابراہیم بن جنید نے کہا کہ عبید اللہ بن
معاذ عبیری محدثین سے نہیں ہے۔ اور نہ
ہی وہ مشہور ہے۔

معلوم ہوا کہ خالد اور عبدالصمد جو اثنی عشر اور احنف ہیں۔ وہ اس جملہ کو روایت
نہیں کرتے۔ اور عبید اللہ بن معاذ جن کو ابن معین لیس بشیٰ فرماتے ہیں وہ ذکر کرتے
ہیں۔ اور ثقہ کی وہ زیادت جو اثنی عشر و احنف کے خلاف ہو۔ شاذ ہوتی ہے۔ (کتب اہل)
سوم۔ یہ حدیث دیگر احادیث کے مقابلہ میں جن میں عورتوں کو مردوں کی مشابہت
سے مانعت پائی جاتی ہے۔ شاذ ہے۔ اور وہ شاذ روایت جس کے مقابلے میں اس سے
زیادہ حافظ اور ضابط راوی کے خلاف بیان کرتے ہوں۔ اور یہ ان کی مخالف میں تنہا

ہو۔ مردود ہوتی ہے۔ اس حدیث کو اس بار کے لئے بطور استدلال پیش کیا جاتا ہے۔ جو بعض دنیا پرست مولویوں نے اخبارات میں نصب العین بتا لیا ہے کہ کانوں کی ٹوٹک
 مثل مردوں کی ازواج مطہرات اپنے بالوں کو رکھتی تھیں۔ تو یہ مخالف ان راویوں کی ہے
 جو ابن سے زیادہ ضابط اور عادل اور ثقہ ہیں۔ جو یہ روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے لَعْنَةُ اللَّهِ الْمُكْتَسِبِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ۔ یعنی اللہ
 کی لعنت ہو۔ ان مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کریں۔

چہارم۔ اس حدیث میں دو لفظ مشترک المعنی ہیں۔ اول لفظ أَخَذَ۔ دوم لفظ
 وَفْرَةٌ۔ چنانچہ صراح اور منتهی الارب میں ہے۔ يُقَالُ أَخَذْتُ الشَّيْءَ۔ كَرَفْتُمُ الْبَطْنِيَّةَ
 وَيُقَالُ فَلَانُ أَخَذَ بِبِنْدِي كَبْرَهُ اسْت۔ وَيُقَالُ أَخَذَ السَّارِبُ بِرِيدِ مُوسَى
 بروت را۔ غرض اخذ کے اور بھی معنی ہیں۔ مگر حدیث زیر بحث میں انہی تین معنوں میں
 سے ایک بن سکتے ہیں۔ ایک بالوں کا کاٹنا۔ دوسرا بالوں کو کسی چیز سے باندھ لینا۔ اور
 کسی تاگے سے قید کر لینا۔ دوسرا لفظ وفرة بھی مشترک ہے۔ چنانچہ علامہ نووی رحمۃ
 اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔ وفرة لہ سے بہت زیادہ اور بھر
 ہوئے سر کے بالوں کو کہتے ہیں۔ اور بقول اممعی لہ ان بالوں کو کہتے ہیں۔ جو دونوں کندھوں
 سے لگتے ہوئے ہوں۔ اس صورت میں وفرة وہ بال ہوئے۔ جو کندھے سے نیچے تک ہوں
 اور علاوہ اممعی کے دوسروں نے کہا ہے۔ کہ وفرة ان بالوں کو کہتے ہیں۔ جو لہ سے کم ہوں
 یعنی کندھوں سے اونچے رہیں۔ اور منتهی الارب میں ہے۔ وفرة بالفتح موٹے مجتمع بر
 سر یا موٹے تازمہ گوش۔ لہذا اگر حدیث کے معنی یہ کہئے جائیں۔ کہ ازواج مطہرات اپنے
 سر کے بالوں کو اتنا کاٹتی تھیں۔ کہ مثل وفرة کی کانوں کی ٹوٹک رہ جاتے۔ تو پھر عورتوں کے
 لئے مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے سے اجتناب کہاں رہا۔ کیونکہ کانوں کی ٹوٹک
 بال مردوں سے مخصوص ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کانوں کی ٹوٹک بال
 رکھتے تھے۔ اور زیادہ سے زیادہ کندھوں تک لہذا مردوں کو کانوں کی ٹوٹک سر کے بالوں
 کا رکھنا سنت ہوا۔ اور زیادہ سے زیادہ کندھوں تک۔ اور اس سے زیادہ لمبے بان سکتے

سے مردوں کے لئے حضرت نے کراہیت کا اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لِعَمْرِ الرَّجُلِ خَرِيْبًا لَأَسَدِي نُودَا

كُلُّ جُمَّتِهِ وَإِسْبَالُ إِذَارِهِ قَبْلَهُ

ذَلِكَ خَرِيْبًا فَأَخَذَ شَفْرَهُ فَقَطَعَ

بِهَا جُمَّتَهُ إِلَى أذُنَيْهِ وَدَفَعَ إِذَا

إِلَى الْأَعْيُنِ سَاقِيَهُ (رواه ابو داؤد)

جب یہاں تک مردوں کو عورتوں کی مشابہت سے اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت

سے منع فرمایا۔ تو ازواج مطہرات کے ساتھ عالم ترکہاں کوئی جاہل بھی ایسا خیال نہیں کر سکتا کہ وہ

مردوں کی طرح کانوں کی ٹوکھ بال رکھا کرتی تھیں۔ اور مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کر کے

(نمود بانہ) مستحق لعنت بنتی تھیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعْنًا لِلَّهِ

الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَ

الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ

(رواه البخاری)

بنجم۔ حدیث میں لفظ کالوفرہ ہے۔ جس کے معنے ہیں کہ بال مثل وفرہ کے ہو جاتے ہیں۔

کاف تشبیہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ازواج مطہرات کے بال بالکل وفرہ نہیں بن جاتے تھے۔ بلکہ

وفرہ کی طرح ہو جاتے تھے۔ اور وہ اس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ بالوں کو سر کے اوپر اکٹھا کر کے با

دیا جاتا تھا۔ جو وفرہ کی مثل بن جاتے تھے۔

کاموس اور اقرب الوارد میں وفرہ کے معنی الشعر المجمع علی الرأس بھی لکھے

ہیں وفرہ وہ بال ہیں جو سر کے اوپر اکٹھے کئے جائیں۔ یعنی ازواج مطہرات سر کے بالوں کو سر پر

اکٹھا کر دیا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ وفرہ کی مثل ہو جاتے۔ ان معنوں کی تائید حدیث عائشہ

رضی اللہ عنہا اجرت داسی اجارا بشدیدا سے بھی ہوتی ہے جس کا ترجمہ مجمع البحار اور
صراح سے نیچے لکھا گیا۔

علاوہ اس کے اگر اخذ کے معنی کاٹنے ہی کے لئے جائیں، تو لفظ وفسرہ کے معنی وہی
لئے جائیں گے جو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کئے ہیں کہ وفسرہ لہ سے یعنی کندھے تک
کے بالوں سے بہت زیادہ نیچے ہوتے ہیں تاکہ مردوں کے بالوں سے مشابہت نہ ہو۔ اور
نسبت از تکاب ایسے فعل کی جو خدا اور رسول کی لعنت کا موجب ہو۔ از واج مطہرات کی
طرف لازم نہ آئے۔ مگر اس صورت میں انگل دو انگل ہال کاٹنے کی نسبت از واج مطہرات کی
طرف کرنا بے سود معلوم ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ احرام سے حلال ہونے کے وقت بھی عورتوں
کو بالوں کا کٹوانا اگرچہ واجب ہے۔ اور منہ والے کی قطعاً مانعت۔ مگر وہ بھی انگل دو انگل سے
زیادہ کٹوانا منع ہے چنانچہ بحر الرائق۔ ہدایہ اور عنایہ وغیرہ میں ہے۔

وَالْمُقَصِّرَاتُ يَأْخُذْنَ مِنْ رُءُوسِهِنَّ	یعنی شرعاً تقصیر اس کو کہتے ہیں کہ بالوں کے
شَعْرَهُنَّ مَقْدَادًا لَا نَيْلَةَ بِهِ	سرے سے ایک دو انگل ہال کاٹ دینے
قَوْلُهُ مَقْدَادًا لَا نَيْلَةَ قِيلَ هَذَا	جائیں۔ یعنی تقصیر کے یہ معنی کہ ایک دو انگل
التَّقْدِيرُ مَرْوِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ	ہال کاٹے جائیں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
وَلَمْ يَعْلَمْ نَيْلَهُ خِلَافٌ	سے مروی ہے۔ اور اس میں آج تک کسی کا
(عنایہ)	اختلاف نہیں ہوا۔

مگر حج میں تو قصر کن حج قرار دیا گیا۔ علاوہ حج کے از واج مطہرات کو اتنا قصر
کرانے سے کیا فائدہ تھا کہ عیث فعل کا ارتکاب کرتیں۔

اس حدیث کی صحیح تاویل یہی ہو سکتی ہے کہ اخذ کے معنی بندگرفتن کے لئے جائیں
اور وفسرہ کے معنی موٹے مہتج کے۔ پھر حدیث کے یہ معنی ہونگے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے حضور کی جدائی کے غم میں جو دلیل کمال ایمان کی ہے۔ از واج مطہرات نے کنگھی چوٹی
میتھی گندھنے کے ساتھ زیب و زینت چھوڑ دی تھی۔ اور بالوں کو یونہی ہانڈھ لیا کرتی تھیں
جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ سر پر بال مہتج ہو رہے ہیں۔ جن کے غسل میں نہ کھولنے کی ضرورت

ہے۔ اور نہ انگلیوں سے جڑوں تک پانی پہنچانے کی حاجت۔

فقہ کی کتابوں میں بال کاٹنے کی ممانعت صراحت سے پائی جاتی ہے۔ چنانچہ درمختار

میں ہے۔ یعنی اور اسی (مختصر) میں ہے۔ کہ اگر کاٹے عورت

دفعہ قطع شعر رأسھا اثمت

ولعنت ذاد فی البراذیہ و ان

باذن الزوج لانه لاطاعة لمخلوق

فی معصیة الخالق ولذا یحرم علی

الرجل قطع لحيته والمعنى الموشر

التشبيه بالرجال۔

ازواج مطہرات کا سر کے بالوں کو نہ کٹوانا

کڑواقی تھیں۔ چنانچہ ذیل کی متعدد احادیث

شریف سے ثابت ہوتا ہے۔

صحیح مسلم میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے

عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اِنِّیْ اَمْرَاٌ اَشَدُّ حَنْفَرًا سِیْ اَفْالِقُصْدِ

لِعُصْلِ الْجَنَابَةِ یعنی میں سر کے بالوں کو سخت گوندھتی ہوں۔ تو کیا جنابت کے غسل کے

لئے کھول لیا کروں۔ تو آپ نے فرمایا۔ نہیں تجھے کافی ہے۔ کہ دو ٹوکھونکی لپس پانی ت

پر کر کے تین بار سر پر ڈالے۔ پھر سارے بدن پر پانی بہائے۔ تو پاک ہو جائے گی۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا اگر سر کے بال کٹوایا کرتیں۔ تو نہ گوندھنے کی ضرورت ہوتی

کھولنے کی۔ پھر تو مردوں کی طرح بال کھلے رہتے۔ تو آپ کو یہ مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت

نہ ہوئی۔ معلوم ہوا۔ کہ آپ کے سر کے بال لیے ہوتے تھے۔ جسے آپ سخت گوندھ دیتی تھیں

تو آپ کو غسل کے لئے اس مسئلے کے دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی۔ کہ بالوں کو کھول لیا

کروں یا نہ۔ چونکہ حضرت کو معلوم تھا۔ کہ بغیر کھولنے کے ان کے بالوں کی جڑوں تک پانی

پہنچ جاتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ کھولنے کی ضرورت نہیں۔

(۲) سند احمد ضعیف جلد ۶ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ایسا فرمایا۔ میں اس وقت سر کے بالوں کو کنگھی کر رہی تھی۔ میں نے یہ آواز سن کر بالوں کو لپیٹا۔ اور میں دروازے کے قریب ہو کر سنے لگی۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ بال نہیں کٹواتی تھیں ورنہ لَفَقْتُ شَعْرِي صحیح نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ کاٹوں تک بال کٹایا کرتیں۔ تو پھر ان کا پینا کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔

(۳) نسائی شریف میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا۔ اِنْقَضِيَ دَاسُكَ وَ اَمْتَشِطِي يَمِيْنِي سِرُّوْكَ كَهْوَلُوْكَ اَوْ كَنُكْمِيْ كُرُوْكَ (۴) ابن ماجہ میں یہ الفاظ ہیں۔ اِنْقَضِيَ شَعْرُكَ وَ اَغْتَسَلِيْ۔ یعنی بال کھولو اور غسل کرو۔ معلوم ہوا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بال بھی گوند سے ہوئے تھے جن کے کھولنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ اگر بال کاٹوں تک ہوتے۔ تو اِنْقَضِيَ شَعْرُكَ کا ارشاد کیسے صحیح ہو سکتا تھا۔

(۵) دارقطنی میں جمیع بن عمیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اپنی والدہ اور خالہ کے ہمراہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت شریف میں حاضر ہوا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے پہلے نماز کا سا وضو کرتے پھر تین بار بدن پر پانی بہاتے۔ وَ مَخَّنُ نَفِيْضُ عَلٰى دُوْبِنَا خَمْسًا مِنْ اَجْلِ الصَّفْرَةِ یعنی اور ہم اپنے سروں پر مینہ ٹھہریوں کے سبب پانچ بار پانی ڈالتے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بال لمبے تھے۔ جو گوند سے ہوئے تھے۔ اگر کاٹوں تک ہوتے۔ تو پانچ بار پانی ڈالنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ (۶) سند احمد میں مروی ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ اَجْرَتْ دَاسِيْ اِجْمَادًا شَدِيْدًا اَيْعْنِيْ فِيْ سِرِّكَ بِالُوْكَ نَوْبٌ مَّضْبُوْطٌ بَانِدًا كَرْتِيْ تَحِيْ۔ فَقَالَ لِيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ اَمَّا عَلِمْتُ اَنْ عَلَيَّ كُلِّ شَعْرٍ خَبَابَةٌ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ اے عائشہ کیا تو نہیں جانتی کہ ہر بال پر

جنابت ہے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بال کٹائے ہوئے نہ تھے۔ ورنہ اجار شدید مقصود نہیں ہو سکتا۔

صحابیات کا سر کے بالوں کو نہ کٹوانا تمام صحابیات کے بال بھی کٹے ہوئے نہ تھے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عورتوں کے غسل کے وقت بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ پر تعجب ہے کہ وہ بالوں کے کھولنے کا حکم دیتا ہے۔ الحدیث۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام صحابیات کے سروں کے بال بھی گوندھے ہوئے تھے۔ ورنہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بالوں کے کھولنے کا حکم نہ دیتے۔

صحیحین میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دختر کو غسل دے رہی تھیں۔ پھر فرماتی ہیں۔ مَشَطْنَاَهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ۔ ایک روایت میں ہے۔ فَضَقْرْنَا شَعْرَهَا ثَلَاثَةَ اَثَلَاتٍ قَرِينَهَا دَنَايْتَهَا۔ صحیح بخاری اور سنن احمد کی روایت میں بعد ثلاث قرون کے وَالْقَيْنَا خَلَقَهَا بَيْحِي اَيَابَس۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ثَلَاثَةُ قُرُونٍ اَي ثَلَاثُ خَفَاثٍ۔ یعنی ہم نے حضرت کی صاحبزادی کے بالوں کو تین گیسو کیا۔ اور ان کی پشت کے پیچھے ڈال دیا۔ ملا علی قاری مرقاۃ میں لکھتے ہیں۔ خَلَقَهَا اَي وَبَاءَ ظَهْرَهَا۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ بال لمبے تھے۔ ورنہ تو ضفائر بن سکتے نہ پشت کے پیچھے ڈالے جاسکتے۔ معلوم ہوا کہ بال کٹائے ہوئے نہ تھے۔

ابو داؤد میں مروی ہے کہ ایک عورت نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آکر ایک مثلہ دریافت کیا۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ وَاعْبِرِي قُرُونَكَ عِنْدَ كُلِّ جَفْنَةٍ۔ یعنی ہر بار دونوں ہاتھوں سے پانی ڈالنے کے وقت اپنے گیسوؤں کو خوب دبا کر ملو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے گیسو و ضفائر ہوتے تھے۔ کٹوایا نہیں کرتی تھیں

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ المعروف ان نساء العرب انما کن یتخذن القرون
والذواشب۔ (ذوی) یعنی مشہور یہی ہے۔ کہ عرب کی عورتیں قرون و ذواشب (بے لمبے گیسو)
رکھا کرتی تھیں۔

الحاصل مذکورہ بالا روایت صحیحہ سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گیا۔ کہ ازواجِ مطہرات
اور صحابیاتِ سرکے بالوں کو ہرگز کٹواتی نہیں تھیں۔ اور جس روایت سے مخالفین استدلال کرتے ہیں۔
وہ سراسر غلط اور محض دھوکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان غلط کار لوگوں کو رشد و ہدایت بخشنے۔ تاکہ
وہ دوزخ کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔

التماس مؤلف اہل علم کی خدمت اقدس میں نہایت ادب کے ساتھ میری یہ تاپیز و نجات
ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کہیں غلطی یا سہو پائیں۔ تو راقم الحروف یا
مشہر کو مطلع فرمائیں۔ تاکہ طبع ثانی میں اس کی اصلاح کر دی جائے۔ کہ سہو و خطا لازمہ بشریت ہے۔

وَعَلِمَ بِدَرْكَاهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ یا اللہ العالمین اپنے حبیبِ پاک کی طفیل اس کتاب کے پڑھنے
والے۔ سننے والے۔ بشہر کرنے والے۔ تصحیح کرنے والے۔ ترمیم
کرنے والے اور کھنسنے والے کو اس پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ ان کے عمل کے صدقے راقم الحروف
اور اس کے والدین کی مغفرت فرما۔ اور خاتمہ بالخیر کر۔ نیز میرے لختِ جگر فرزند ارجمند سعادت مند
محمد بشیر ایم۔ اے کو جسے حوادثِ روزگار سے محفوظ و مصون رکھ۔ دین و دنیا میں اس کو سرسبز اور
شادان کر۔ اور سلف صالحین کا شیع اور شریعت شریفہ کا پابند کر۔ گمراہ فرقوں۔ اور بدبختوں
سے بچائے رکھ۔ اور اس کو اپنا مقبول بندہ بنالے۔ آمین۔

والخود عوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالى

على خير خلقه سيدنا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين .

أَبُو الْبَشِيرِ مُحَمَّدٌ صَاحِبُ مَوْلَى بِنِ مَسْنَدِ عَلِيٍّ مَرْحُومِ مِيرِزِ الْوَالِي

ضلع سیالکوٹ
marfat.com

Marfat.com

